

امام نوویؒ کا جمع کردہ مشہور مجموعہ احادیث

# اربعین

امام کی اپنی تشریح کے ساتھ اردو میں پہلی بار

ترجمہ و اضافات

ارشاد الرحمن



اربعینِ نووی ساتویں صدی ہجری کے بلند پایہ عابد و زاہد اور محدث و فقیہہ امام بیگی بن شرف نووی کی مرتب کردہ چالیس احادیثِ نبویہ کا مختصر مجموعہ ہے۔ امام نووی سے قبل متعدد اہل علم کے ایسے مجموعے موجود تھے جن میں مختلف موضوعات کی چالیس احادیث کو جمع کیا گیا تھا، امام نووی نے بھی ان اہل علم کی اقتدا میں اربعین مرتب کرنے کا عزم کیا اور اللہ کی توفیق سے اسے تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔ درجنوں اربعین میں امام نووی کی اربعین کو جو قبولِ عام اور شہرتِ دوام حاصل ہوئی وہ ان سے پہلے کسی مرتب کے حصے میں آئی، نہ ان کے بعد کوئی عالم اس شرف کو پاسکا۔

اربعینِ نووی میں شامل احادیث کی جامعیت و ہمہ گیری کا یہ عالم ہے کہ وہ کم و بیش ان تمام مسائل کا احاطہ کرتی ہیں جو ہر مسلمان کی زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔ ان احادیث میں مسلمان کے لیے عقیدہ و عمل کا تعین موجود ہے۔ قرآن و سنت کے اتباع اور ان کی دستوری و قانونی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے۔ حلال و حرام کے اصول بھی بیان کیے گئے ہیں۔ شبہات سے دور رہنے کی حکمت بھی سمجھائی گئی ہے۔ مسلمانوں کے باہمی حقوق و فرائض کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے قانونی و دستوری معاملات کے لیے ضابطے کا ذکر بھی ہے۔ لین دین اور تجارت و کاروبار کے مسائل میں رہنمائی بھی کی گئی ہے۔ اعتقادات کی تصحیح بھی ہے اور عبادات و معاملات کے اصول بھی۔ معاشرت و معیشت اور اخلاق و احسان کے آداب بھی ہیں۔ زہد و تقویٰ کی ترغیب بھی ہے اور اس کے ضوابط و اصول بھی۔ نیکی و برائی کی وضاحت بھی ہے اور توبہ و استغفار کی فضیلت بھی۔ انسان کی خطاؤں، جفاؤں اور گناہوں کا بیان بھی ہے اور خالق و معبود کی رحمتوں، بخششوں اور عطاؤں کا ذکر بھی۔ غرض یہ کہ چالیس احادیث کا یہ مختصر مجموعہ اپنے اندر علم و عرفان اور رشد و ہدایت کا بحر بیکراں سمونے ہوئے ہے۔



E-mail: [info@dar-ut-tazkeer.com](mailto:info@dar-ut-tazkeer.com)  
 website: [dar-ut-tazkeer.com](http://dar-ut-tazkeer.com)

امام نوویؒ کی جمع کردہ احادیث کا مشہور مجموعہ

# از بعین

امام کی اپنی تشریح کے ساتھ اردو میں پہلی بار

ترجمہ و اضافات

ارشاد الرحمن



جملہ حقوق محفوظ ہیں

- اہتمام: محمد احسن تہائی
- مطبع: ارشد سلمان وہاب پرنٹرز
- تاریخ اشاعت: 2008
- قیمت: غیر مجلد 350 روپے
- مجلد 400 روپے

دارالتذکرہ

رٹن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار

لاہور۔ 54000 فون: 7231119

ای میل: [info@dar-ut-tazkeer.com](mailto:info@dar-ut-tazkeer.com)

ویب سائٹ: [www.dar-ut-tazkeer.com](http://www.dar-ut-tazkeer.com)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَمَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ

وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

(الحشر: ٤)

جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز

سے وہ تم کو روک دیں اس سے رُک جاؤ۔

سلسلہ رسائل  
سلسلہ صحائف

فہرست عنوانات

۱۵	حرف آغاز	□
۱۹	تعارف امام نووی	□
۲۳	اربعین میں مذکور اصطلاحات حدیث	□
۲۷	مقدمہ کتاب از امام نووی	□
۳۰	احمال کے نتیجہ خیز ہونے کا انحصار	حدیث-۱
۳۱	تفہیم الفاظ	□
۳۲	شرح الحدیث	□
	● نیت کے ساتھ عمل کرنے کی مختلف صورتیں ● کیا اچھے اعمال کی تشہیر جائز ہے؟ ● بہترین نمازی کی چار صفات ● اعمال کی قبولیت میں نیت کا درجہ ● انما الاعمال سے مراد ● نیت کا مفہوم ● نیت کن اعمال کو نتیجہ خیز بناتی ہے؟ ● ہجرت کا مفہوم اور مختلف صورتیں ● ہجرت کی بنیادی اقسام ● ہجرت ہرب ● ہجرت طلب ● مقبول ہجرت	
۳۳	فقد الحدیث	□
۳۶	اسلام، ایمان اور احسان	حدیث-۲
۳۹	تفہیم الفاظ	□
۵۳	شرح الحدیث	□
	● ایمان اور اسلام میں فرق ● تقدیر کا مفہوم ● تقدیر کی اقسام ● عبادت میں احسان کا مفہوم ● قیامت کب آئے گی؟ ● قیامت کی ۲ نشانیاں ● دین تین چیزوں ایمان، اسلام اور احسان پر مشتمل ہے	
۶۱	فقد الحدیث	□
۶۴	اسلام کی پانچ بنیادیں	حدیث-۳
۶۴	تفہیم الفاظ	□
۶۶	شرح الحدیث	□

	● اسلام کی اعلیٰ اور ادنیٰ قسم	
۶۸	فقہ الحدیث	□
۷۰	تخلیق انسانی کے پانچ مراحل	حدیث-۴
۷۱	تنبیہ الفاظ	□
۷۲	شرح الحدیث	□
۷۸	فقہ الحدیث	□
۸۰	دین میں نئی چیزیں پیدا کرنا	حدیث-۵
۸۰	شرح الحدیث	□
	● دین مکمل ہے ● دین کے مقابلے میں رائے نہیں چل سکتی	
	● دین و شریعت کے دائرے اور ان میں اضافے کا مسئلہ	
	۱- اعتقادات میں اضافہ بدعت ہے۔	
	۲- عبادات میں اضافہ بھی بدعت ہے۔	
	۳- معاملات میں قرآن و سنت سے متصادم ضابطے بدعت ہیں۔	
	۴- عادات میں اصولوں کی خلاف ورزی بدعت ہوگی۔	
۸۵	فقہ الحدیث	□
۸۸	مشتبہ چیزیں اور دل کا معاملہ	حدیث-۶
۸۹	تنبیہ الفاظ	□
۹۲	شرح الحدیث	□
	● مشتبہات سے بچنا چاہی ● مشتبہات حرام تک پہنچا سکتی ہیں ● حرام کردہ چیز ایک باڑ ہے	
	● سلطنت بدن کا مرکزی شہر ● سلطنت بدن کا بادشاہ	
۹۳	فقہ الحدیث	□
۹۶	دین اسلام خالص و قادیاری اور خیر خواہی کا نام ہے	حدیث-۷
۹۶	تنبیہ الفاظ	□
۹۷	شرح الحدیث	□

	● صحیح کا مفہوم ● اللہ سے وفاداری و اخلاص مندی ● کتاب اللہ سے وفاداری ● رسول اللہ سے اخلاص مندی ● مسلم حکمرانوں سے خیر خواہی ● عام مسلمانوں سے اخلاص مندی	
۱۰۱	فقہ الحدیث	□
۱۰۲	اسلامی حکومت کی طرف سے جان و مال کی ضمانت کب حاصل ہوتی ہے؟	حدیث-۸
۱۰۵	تفسیر الفاظ	□
۱۰۶	شرح الحدیث	□
۱۰۹	فقہ الحدیث	□
۱۱۲	احادیث رسول ﷺ کی آئینی حیثیت	حدیث-۹
۱۱۳	تفسیر الفاظ	□
۱۱۴	شرح الحدیث	□
	● رسول کا امر و نہی ● بے مقصد سوالات کی ممانعت ہے	
۱۱۷	فقہ الحدیث	□
۱۲۰	حلال و حرام کا قبولیت دعا پر اثر	حدیث-۱۰
۱۲۱	تفسیر الفاظ	□
۱۲۳	شرح الحدیث	□
	● حرام اور رومی اشیاء اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا ● حرام کی آلائش ہو تو نیک اعمال بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا ● حرام قبولیت دعا میں رکاوٹ بن جاتا ہے	
۱۲۷	فقہ الحدیث	□
۱۳۰	تقویٰ کی اعلیٰ منزل	حدیث-۱۱
۱۳۰	تفسیر الفاظ	□
۱۳۱	شرح الحدیث	□
۱۳۱	فقہ الحدیث	□
۱۳۲	فضولیات سے کنارہ کشی مسلمان کو محسن بنا دیتی ہے	حدیث-۱۲
۱۳۲	تفسیر الفاظ	□
۱۳۵	شرح الحدیث	□

	● ترک مال الیعنی کا مفہوم ● ابراہیم کے صحیفوں کے مشتملات ● ان صحیفوں کی تعلیمات	
۱۳۸	فقہ الحدیث	□
۱۳۲	مسلمان بھائی کے لیے سچی اخلاص مندی	حدیث-۱۳
۱۳۲	تفہیم الفاظ	□
۱۳۳	شرح الحدیث	□
۱۳۳	فقہ الحدیث	□
۱۳۶	تین صورتوں ہی میں مسلمان کو قتل کیا جاسکتا ہے	حدیث-۱۴
۱۴۷	تفہیم الفاظ	□
۱۴۷	شرح الحدیث	□
۱۴۸	فقہ الحدیث	□
۱۵۰	ایمان کے تین اخلاقی تقاضے	حدیث-۱۵
۱۵۱	تفہیم الفاظ	□
۱۵۱	شرح الحدیث	□
	● چار احادیث..... چار آداب ● صرف ضرورت کے وقت بولنا چاہیے ● کم بولنا سمجھ داری کی علامت ہے ● زبان کے یکے دھرے کی سزا ● ہمارے کی توقیر ● ہمارے کی تعریف ● ضیافت اور اس کے آداب	
۱۵۷	فقہ الحدیث	□
۱۶۰	غصے کی ممانعت	حدیث-۱۶
۱۶۰	تفہیم الفاظ	□
۱۶۱	شرح الحدیث	□
۱۶۳	فقہ الحدیث	□
۱۶۶	مسلمان کی زندگی میں احسان کی ہمہ جہتی	حدیث-۱۷
۱۶۶	تفہیم الفاظ	□
۱۶۷	شرح الحدیث	□

	● قتل میں احسان ● ذبح میں احسان ● عبادات میں احسان ● اتفاق میں احسان ● والدین کے ساتھ احسان ● معاشرت میں احسان ● معاملات میں احسان ● قصاص میں احسان ● اخلاقیات میں احسان ● گفتگو میں احسان ● دعوت و تبلیغ میں احسان ● دشمنوں کے ساتھ احسان	
۱۷۲	فقہ الحدیث	□
۱۷۶	اچھے اخلاق کی اہمیت و ضرورت	حدیث-۱۸
۱۷۶	تفہیم الفاظ	□
۱۷۷	شرح الحدیث	□
	● اللہ سے ڈرتے رہو ● برائی کے بعد نیکی کرو ● نفس کا محاسبہ کرو ● لوگوں سے حسن اخلاق کے ساتھ پیش آؤ ● ہمارا مسئلہ	
۱۸۱	فقہ الحدیث	□
۱۸۳	توحید کی ہمہ گیری اور اس کے تقاضے	حدیث-۱۹
۱۸۶	تفہیم الفاظ	□
۱۸۸	شرح الحدیث	□
	● اللہ کو یاد رکھو، وہ تجھے یاد رکھے گا ● خوشحالی کے دور میں اللہ سے پہچان رکھو ● مانگو تو اللہ ہی سے مانگو ● نصرت الہی کا ذریعہ ● نفع و ضرر کا اختیار اللہ کے پاس ہے ● تکلیف کے بعد عافیت، نیکی کے بعد آسانی	
۱۹۲	فقہ الحدیث	□
۱۹۳	شرم و حیا بھی عمل کی ایک کسوٹی ہے	حدیث-۲۰
۱۹۳	تفہیم الفاظ	□
۱۹۵	شرح الحدیث	□
	● معاشرے میں بڑھتی ہوئی عریانی و فحاشی ● ذرائع ابلاغ کا فتنہ ● دینی و اصلاحی جماعتوں کی ذمہ داری	
۲۰۰	فقہ الحدیث	□
۲۰۲	ایمان لانے کے بعد استقامت کا مظاہرہ لازمی ہے	حدیث-۲۱
۲۰۳	تفہیم الفاظ	□

۲۰۳	شرح الحدیث	□
	● استقامت کا مطالبہ کیوں؟ ● استقامت کہاں مطلوب ہے؟	
۲۰۵	فقہ الحدیث	□
۲۰۸	حدیث-۲۲	□
	فرائض کو ادا کرنا اور حرام سے بچنا۔ جنت میں داخلے کی ضمانت	
۲۰۹	تفہیم الفاظ	□
۲۱۰	شرح الحدیث	□
۲۱۱	فقہ الحدیث	□
۲۱۳	حدیث-۲۳	□
	دلائل ایمان کی مختلف صورتیں	
۲۱۵	تفہیم الفاظ	□
۲۱۶	شرح الحدیث	□
	● طہارت ● ذکر ● نماز ● صدقہ ● مہر ● قرآن انسان کے حق میں یا اس کے خلاف حجت ہو گا ● انسان اپنے نفس کا بیوپار کرتا ہے	
۲۲۰	فقہ الحدیث	□
۲۲۳	حدیث-۲۴	□
	توحید اور اس کے تقاضے۔ اللہ کے خزانے اور ان کی وسعت	
۲۲۷	تفہیم الفاظ	□
۲۳۰	شرح الحدیث	□
	● ظلم میرے لیے حرام ہے اور تمہارے لیے بھی حرام ● ہدایت مجھ سے مانگو ● رزق کا مطالبہ مجھ سے کرو ● گناہوں کی معافی مجھ سے مانگو ● اللہ کی صفت بے نیازی ● اللہ کے خزانوں کی وسعت	
۲۳۷	فقہ الحدیث	□
۲۴۰	حدیث-۲۵	□
	صدقے کا وسیع تصور	
۲۴۲	تفہیم الفاظ	□
۲۴۳	شرح الحدیث	□
۲۴۵	فقہ الحدیث	□
۲۴۸	حدیث-۲۶	□
	انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہے	

۲۴۹	تفہیم الفاظ	□
۲۵۰	شرح الحدیث	□
۲۵۲	فقہ الحدیث	□
۲۵۴	نیکی اور گناہ کی پہچان	حدیث-۲۷
۲۵۵	تفہیم الفاظ	□
۲۵۶	شرح الحدیث	□
	● نیکی ● گناہ	
۲۵۷	فقہ الحدیث	□
۲۶۰	سنت سے تمسک اور بدعت سے احتراز-رسول اللہ کی ایک جامع نصیحت	حدیث-۲۸
۲۶۱	تفہیم الفاظ	□
۲۶۳	شرح الحدیث	□
	● تقویٰ-اسلام کا مطلوب ● سب و طاعت کی اہمیت اور حدود ● اختلافات کے دور میں سنت سے تمسک ● بدعات سے اجتناب و احتراز	
۲۶۶	فقہ الحدیث	□
۲۷۰	ایک بہت بڑا سوال اور اس کا جواب	حدیث-۲۹
۲۷۳	تفہیم الفاظ	□
۲۷۵	شرح الحدیث	□
	● ارکان اسلام ● خیر کے دروازے ● معاملے کی بنیاد، ستون اور چوٹی ● سارے معاملے کی کنٹرولنگ	
۲۷۹	فقہ الحدیث	□
۲۸۲	فرائض، حدود، محرمات کا تعین اور بعض اشیاء کے بارے میں شریعت کی خاموشی	حدیث-۳۰
۲۸۳	تفہیم الفاظ	□
۲۸۳	شرح الحدیث	□
	● فرائض کو ضائع نہ کرو ● حدود اللہ سے تجاوز نہ کرو ● محرمات کی ایک فہرست ● جہاں شریعت خاموش ہو، وہاں زیادہ کر لینا نہیں چاہیے	
۲۹۱	فقہ الحدیث	□

۲۹۴	اللہ اور مخلوق کا محبوب بننے کا گُر	حدیث-۳۱
۲۹۵	تفہیم الفاظ	□
۲۹۵	شرح الحدیث	□
	● ضرورت کی حد تک طلب واجب لیکن زیادہ کی حرص ناپسندیدہ ہے	
	● دنیا کا سامان اور انسانی رویے	
۳۰۰	فقہ الحدیث	□
۳۰۴	ندو نقصان پہنچاؤ اور نہ نقصان اٹھاؤ	حدیث-۳۲
۳۰۴	شرح الحدیث	□
	● ضرر و ضرار کے دائرے کی وسعت ● وصیت میں ضرر کی ممانعت ● معاشرت میں ضرر کی ممانعت ● تجارت میں ضرر کی ممانعت ● مسایوں کے معاملے میں ضرر کی ممانعت ● دین کے نام پر دوسروں کو ضرر پہنچانے کی ممانعت	
۳۱۰	فقہ الحدیث	□
۳۱۲	نزاعی معاملات میں قانونی ضابطے	حدیث-۳۳
۳۱۲	تفہیم الفاظ	□
۳۱۳	شرح الحدیث	□
۳۱۶	فقہ الحدیث	□
۳۱۸	ایمان کا اعلیٰ، متوسط اور کمزور درجہ	حدیث-۳۴
۳۱۸	تفہیم الفاظ	□
۳۱۹	شرح الحدیث	□
	● برائی کو روکنے اور نیکی کو پھیلانے کا حکم ● اس فریضہ سے پہلو تہی پر عذاب کی وعید ● اس فرض کو ادا کرنے میں حکمت کو ملحوظ رکھنا ● ایمان کے کمزور ہونے کا مفہوم ● دینی جماعتوں اور اسلامی تحریکوں کا کردار	
۳۲۳	فقہ الحدیث	□
۳۲۶	مسلمانوں کے باہمی معاشرتی اور قانونی حقوق	حدیث-۳۵
۳۲۷	تفہیم الفاظ	□

۳۲۸	شرح الحدیث	□
	● ایک دوسرے سے حد نہ کرنا ● دھوکہ دینے کے لیے بھاد نہ بڑھانا ● مسلمان بھائی سے پیٹھ نہ پھیرنا ● مسلمان بھائی کے سودے پر سودا نہ کرنا ● اخوت اسلامی اور اس کے تقاضے: (۱) مسلمان بھائی پر ظلم نہ کرنا (۲) مسلمان بھائی کو بے یار و مددگار نہ چھوڑنا (۳) مسلمان بھائی سے جھوٹ نہ بولنا (۴) مسلمان بھائی کو حقیر نہ جاننا ● تقویٰ یہاں ہے ● مسلمان کے خون اور مال و آبرو کی حرمت	
۳۳۸	فقہ الحدیث	□
۳۳۲	مسلمانوں کے باہمی انسانی حقوق	حدیث-۳۶
۳۳۴	تفہیم الفاظ	□
۳۳۵	شرح الحدیث	□
	● کسی مومن کی تکلیف کو آسان کرنا ● تنگ دست سے آسانی کا معاملہ کرنا ● مسلمان کی پردہ پوشی کرنا ● انسانیت کی خدمت، اللہ کی خوشنودی ● حصول علم کے لیے لکھنا ● حصول علم کی شرائط ● اجتماعی تلاوت و تفہیم قرآن ● تلاوت و تدارس قرآن کی فضیلت ● عمل نہ ہو تو نسب بے فائدہ ہے	
۳۵۷	فقہ الحدیث	□
۳۶۰	نیکیوں اور برائیوں کے اندراج کا طریقہ	حدیث-۳۷
	اللہ کی صفات رحمانیت و رحیمیت کی دلیل	
۳۶۱	تفہیم الفاظ	□
۳۶۲	شرح الحدیث	□
۳۶۴	فقہ الحدیث	□
۳۶۶	فرائض اور نوافل دونوں تقرب الہی کے ذرائع ہیں	حدیث-۳۸
۳۶۷	تفہیم الفاظ	□
۳۶۸	شرح الحدیث	□
	● ولی کون ہے؟ ● فرائض اور نوافل میں فرق ● فرائض کے ساتھ نوافل کو مستقل کرنا	
۳۷۱	فقہ الحدیث	□

۳۷۴	خطا، نسیان اور جبری گناہوں پر اللہ سزا نہیں دے گا	حدیث-۳۹
۳۷۴	تفہیم الفاظ	□
۳۷۵	شرح الحدیث	□
۳۷۶	فقہ الحدیث	□
۳۸۰	زندگی کا سفر احساسِ ناپائیداری کے ساتھ ہو	حدیث-۴۰
۳۸۱	تفہیم الفاظ	□
۳۸۱	شرح الحدیث	□
۳۸۵	فقہ الحدیث	□
۳۸۸	ایمان اتباعِ رسول سے مشروط ہے	حدیث-۴۱
۳۸۸	تفہیم الفاظ	□
۳۸۹	شرح الحدیث	□
۳۹۲	فقہ الحدیث	□
۳۹۴	اجتنابِ شرکِ مغفرت کو لازم کر دیتا ہے	حدیث-۴۲
۳۹۵	تفہیم الفاظ	□
۳۹۶	شرح الحدیث	□
	● اللہ کی غفور و رحمت کی وسعتیں ● سب گناہ معاف ہو سکتے ہیں مگر شرک نہیں ● اللہ سے مغفرت طلب کرو، اسے غفور و رحیم پاؤ گے ● استغفار کے مواقع اور صورتیں ● رسول اللہ کی حضرت ابو بکرؓ کو نصیحت	
۳۹۹	فقہ الحدیث	□



## حرفِ آغاز

اربعین نووی ساتویں صدی ہجری کے بلند پایہ عابد و زاہد اور محدث و فقیہ امام یحییٰ بن شرف نووی کی مرتب کردہ چالیس احادیثِ نبویہ کا مختصر مجموعہ ہے۔ چالیس احادیث کو جمع کرنے کا عمل بعض روایات حدیث کی بنیاد پر علماء دین کے ہاں باعثِ سعادت رہا ہے۔ اگرچہ یہ روایات ضعیف ہیں لیکن اربعین نووی کی اصل بنیاد یہی روایات ہیں۔ امام نووی سے قبل متعدد اہل علم کے ایسے مجموعے موجود تھے جن میں مختلف موضوعات کی چالیس احادیث کو جمع کیا گیا تھا، امام نووی نے بھی ان اہل علم کی اقتدا میں اربعین مرتب کرنے کا عزم کیا اور اللہ کی توفیق سے اسے تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔ درجنوں اربعین میں امام نووی کی اربعین کو جو قبول عام اور شہرتِ دوام حاصل ہوئی وہ ان سے پہلے کسی مرتب کے حصے میں آئی، نہ ان کے بعد کوئی عالم اس شرف کو پاسکا۔

امام نووی نے اپنی اربعین میں ایسی احادیث کو جمع کیا ہے جو دین میں اساس کی حیثیت رکھتی ہیں۔ خود امام نے ان احادیث کی اہمیت کو یوں بیان کیا ہے: ”ان میں سے ہر حدیث دین کا ایک اہم ستون ہے۔ علماء نے اسلام کا دار و مدار ان احادیث پر قرار دیا ہے۔ یا انہیں نصف اسلام یا تہائی اسلام یا ایسا ہی کوئی اہم نام دیا ہے۔“

اربعین نووی میں شامل احادیث کی جامعیت و ہمہ گیری کا یہ عالم ہے کہ وہ کم و بیش ان تمام مسائل کا احاطہ کرتی ہیں جو ہر مسلمان کی زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔ ان احادیث میں مسلمان کے لیے عقیدہ و عمل کا تعین موجود ہے۔ قرآن و سنت کے اتباع اور ان کی دستوری و قانونی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے۔ حلال و حرام کے اصول بھی بیان کیے گئے ہیں۔ شبہات سے دور رہنے کی حکمت بھی سمجھائی گئی ہے۔ مسلمانوں کے باہمی حقوق و فرائض کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے قانونی و دستوری معاملات کے لیے ضابطے کا ذکر بھی ہے۔ لین دین اور تجارت و کاروبار کے مسائل میں رہنمائی بھی کی گئی ہے۔ اعتقادات کی تصحیح بھی ہے اور عبادات و معاملات کے

اصول بھی۔ معاشرت و معیشت اور اخلاق و احسان کے آداب بھی ہیں۔ زہد و تقویٰ کی ترغیب بھی ہے اور اس کے ضوابط و اصول بھی۔ نیکی و برائی کی وضاحت بھی ہے اور توبہ و استغفار کی فضیلت بھی۔ انسان کی خطاؤں، جفاؤں اور گناہوں کا بیان بھی ہے اور خالق و معبود کی رحمتوں، بخششوں اور عطاؤں کا ذکر بھی۔ غرضیکہ چالیس احادیث کا یہ مختصر مجموعہ اپنے اندر علم و عرفان اور رشد و ہدایت کا بحر بیکراں سمونے ہوئے ہے۔

امام نووی نے جس إخلاص اور احساسِ فرض کے ساتھ یہ کام کیا ہے شاید یہ اسی کا ثمر ہے کہ عربی، فارسی اور اردو میں اس کی سینکڑوں شرحیں شائع ہو چکی ہیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔

علمائے کرام نے اربعین کی اہمیت کے پیش نظر اپنے اپنے انداز میں اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ ہم اس شرح کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں جو خود امام علیہ الرحمہ کی طرف منسوب ہے، امام نے مقدمہ کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے لیکن یہ شرح کہیں مفصل ہے اور کہیں مجمل۔ ہم نے مجمل مقامات پر اضافے کر کے اجمال کو تفصیل سے بدل دیا ہے اور ان اضافوں کو تیر ۱۱ ۱۲ کے نشانات سے واضح کر دیا ہے۔ کہیں کہیں امام کی تشریح میں بھی حک و حذف کیا گیا ہے۔

یوں تو اربعین نووی بیشتر دینی تعلیمی اداروں کے نصاب میں شامل ہے لیکن اس کے مضامین کی اہمیت کا تقاضا ہے کہ سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کے طلباء، مساجد کے خطباء اور قرآن و حدیث کے مدرسین کے علاوہ عام آدمی بھی اس سے استفادہ کریں۔ تعلیمی اداروں کے طلبہ کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ اربعین کے متن کو ازبر کر لیں کیونکہ اصل علم وہی ہے جو سینے میں محفوظ ہو جائے، کسی نے کہا:

لَيْسَ بِعِلْمٍ مَا حَوَى الْقِمَطْرُ مَا الْعِلْمُ إِلَّا مَا حَوَاهُ الصَّدْرُ  
 ”علم وہ نہیں جو الماریوں میں بند ہو بلکہ علم وہ ہے جو سینوں میں محفوظ ہو۔“

امام شافعی علیہ الرحمہ سے منسوب اشعار میں کہا گیا ہے:

عِلْمِي مَعِيَ حَيْثُ مَا يَمُنُّ يَتَّبِعُنِي صَدْرِي وَعَاءٌ لَهُ لَا بَطْنُ صُنْدُوقِي  
 اِنْ كُنْتُ فِي الْبَيْتِ كَانَ الْعِلْمُ فِيهِ مَعِيَ اَوْ كُنْتُ فِي السُّوقِ كَانَ الْعِلْمُ فِي السُّوقِ

”میں جہاں بھی جانے کا ارادہ کروں میرا علم میرے پیچھے آ جاتا ہے، اس کا ٹھکانہ میرا سینہ ہے نہ کہ میرے صندوق کا پیٹ۔ میں اگر گھر پر ہوتا ہوں تو میرا علم میرے ساتھ ہوتا ہے اور اگر بازار چلا جاؤں تو میرا علم بازار میں میرے ساتھ ہوتا ہے۔“

- اس کتاب سے استفادے کو آسان سے آسان تر بنانے کے لیے ہم نے تمام ممکنہ طریقے اختیار کیے ہیں۔
- حدیث کے متن کو جملوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ ترجمہ سمجھنے میں آسانی ہو۔
- ”تفہیم الفاظ“ کے عنوان کے تحت مشکل الفاظ کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے۔
- ”شرح الحدیث“ کے زیر عنوان حدیث کی تشریح و تفہیم اور وضاحت و تبیین کی گئی ہے۔ یہاں بھی عبارت کو مسلسل رکھنے کے بجائے ذیلی عنوانات میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔
- ایک حدیث کے مضمون کی مزید وضاحت یا اس کے کسی ایک پہلو کی وضاحت کرنے والی دوسری احادیث کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ہے تاکہ مذکورہ حدیث کی مکمل تشریح سامنے آسکے۔
- ”فقہ الحدیث“ کے عنوان سے حدیث سے اخذ ہونے والے اہم مسائل اور نکات درج کر دیے گئے ہیں۔
- اربعین کے متن میں شامل احادیث کی اصطلاحات بھی دے دی گئی ہیں تاکہ ہر حدیث کے آخر میں آنے والی اصطلاح کا مفہوم سمجھا جاسکے۔

میں نے اس کتاب کے ترجمے، تہذیب اور اضافات و عنوان بندی کا کام ایک نئے انداز میں کیا ہے۔ اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس کام کی توفیق مرحمت فرمائی۔ اس کام میں نائب صدر الفوز اکیڈمی جناب خلیل الرحمن چشتی صاحب کی رہنمائی اور علمی تعاون میرے لیے ہمت و حوصلے کا باعث بنا۔ انہوں نے کتاب پر دو مرتبہ نظر ثانی فرمائی، بہت اہم نکات کا اضافہ کیا اور ضروری مشوروں سے نوازا۔ میں ان کا شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے!

الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله!

طلبگار دعا

ارشاد الرحمن

۵ دسمبر ۲۰۰۷ء

## امام یحییٰ بن شرف نووی

### مؤلف کتاب کا مختصر تعارف

اس کتاب کے جامع و شارح یحییٰ بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ محرم الحرام ۶۳۱ھ کو دمشق کے زیر انتظام علاقہ کے شہر ”نوی“ میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے دور میں حدیث کے امام اور حافظ تھے۔ حصول علم کا شوق بچپن سے ہی غیر معمولی اور مثالی تھا۔ ان کے ہم عمر بچے انہیں اپنے ساتھ کھیل کود میں شریک ہونے پر مجبور کرتے لیکن آپ قرآن مجید کے حفظ اور علم کے حصول کا شوقین ہونے کے باعث ساتھیوں کے ساتھ کھیل کود میں شریک نہ ہوتے۔ آپ کے والد گرامی نے آپ کو اپنی دکان پر بٹھا دیا تاکہ آپ کاروبار کو سنبھال لیں مگر آپ چونکہ حصول علم کی طرف مائل تھے اس لیے کاروبار پر کوئی توجہ نہ تھی جب کوئی گاہک آتا تو آپ اس سے کہتے: ”اللہ آپ کا اور میرا بھلا کرے مجھے نہ چھیڑو۔“

آپ کے والد گرامی کہتے ہیں کہ میں ان کے معلم قرآن کے پاس آیا کہ وہ ان کو سمجھائیں، تو معلم میری بات سن کر ہنس پڑے اور کہنے لگے: ”یہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا عالم اور زاہد بننا چاہتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اس کے علم سے مستفید ہوں گے۔“

آپ کے والد گرامی کہتے ہیں: میں نے استاد سے کہا: کیا آپ نجومی ہیں؟

استاد نے کہا: نہیں میں نجومی تو نہیں ہوں مگر یہ بات مجھ سے اللہ تعالیٰ نے کہلوائی ہے۔

امام نووی قرآن کریم کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد حصول علم کی خاطر دمشق کے سفر پر نکل گئے، آپ خود اپنے بارے میں بیان کرتے ہیں: ”جب میری عمر ۱۹ برس تھی تو میرے والد ۶۳۹ھ میں مجھے دمشق لے گئے جہاں میں ”مدرسہ رواجیہ“ میں قیام پذیر ہو گیا۔ میں نے تقریباً دو برس اپنا پہلو زمین پر نہ لگایا اور اسی خوراک پر گزار بسر کرتا رہا جو مدرسہ سے ملتی تھی۔ اس دوران میں نے چار ماہ میں سحری کی ”تنبیہ“ یاد کر لی، پھر چھ ماہ میں سحری ہی کی ”مہذب“ سے عبادات کا حصہ ازبر کر لیا۔ میں نے اپنے اسباق کی شرح و تفسیح اپنے استاد اسحاق مغربی سے کرانا

شروع کی۔ میں ہر وقت ان کی صحبت میں رہتا رہتا وہ بھی اپنے ساتھ میرے تعلق اور حصول علم کی طرف میلان اور لوگوں کے ساتھ عدم تعلقات کو دیکھ کر مجھ سے مانوس ہو گئے۔ انہوں نے مجھے بے انتہا شفقت اور محبت دی اور مجھے کئی جماعتوں کو سبق دہرانے والا (مانیٹر) مقرر کر دیا۔“

علامہ علاء الدین بن عطار سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں: میرے استاد نے مجھے بتایا کہ امام نوویؒ روزانہ اساتذہ کے سامنے شرح و تفسیح کی غرض سے ۱۲ درس پڑھا کرتے تھے۔ دو سبق کتاب ”وسط“ سے، ایک سبق کتاب ”مہذب“ سے، ایک سبق صحیح بخاری و صحیح مسلم سے مشترکہ، ایک سبق صحیح مسلم سے اس کی شرح کے ساتھ، ایک سبق ابن جنی کی نحو پر کتاب ”اللمع“ سے، ایک سبق لغت میں ابن سکیت کی ”اصلاح المنطق“ سے، ایک سبق ”صرف“ کا، ایک سبق اصول فقہ سے، یہ کبھی ابی اسحاق کی ”اللمع“ سے ہوتا اور کبھی امام فخر الدین رازی کی ”منتخب“ سے، ایک سبق اسماء الرجال کا اور ایک سبق اصول دین کا ہوتا تھا۔

امام رحمۃ اللہ بیان کرتے ہیں: ”میں ان تمام دروس کے مشکل مقامات کی شرح اور عبارتوں کی وضاحت اور اہم الفاظ کے اعراب بیان کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے وقت اور سعی میں برکت فرمائی اور مجھے اپنی توفیق و اعانت سے نوازا۔ اسی دوران میرے ذہن میں خیال آیا کہ مجھے طب کا علم بھی حاصل کرنا چاہئے، میں نے اس موضوع پر ”القانون“ نامی کتاب خرید لی اور اس کے مطالعہ میں مشغول ہو گیا، اس دوران میں نے اپنے دل میں کچھ تاریکی محسوس کی۔ میرا کسی کام میں دل نہ لگتا، اس کیفیت کو کئی روز گزر گئے، میں نے غور و فکر کیا کہ کوئی چیز میرے دماغ میں ایسی آگئی ہے کہ میرا یہ حال ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ میرے ظلمتِ قلب کا سبب میرا طب کے علم میں مشغول ہو جانا ہے۔ میں نے فوراً طب کی یہ کتاب بیچ دی اور اپنے پاس سے ہر وہ چیز نکال دی جو طب کے علوم سے متعلق تھی۔ اس کے بعد میرا دل روشن ہو گیا اور میں پہلی حالت پر آ گیا۔“

امام نووی رحمۃ اللہ کی کتب کے مصنف ہیں۔ ریاض الصالحین، شرح صحیح مسلم، الاذکار، الاربعین النوویہ، التبیان، مختصر التبیان، المنہاج، الروضہ، الفتاویٰ، الايضاح، الايجاز، تحرير الفاظ التبيين، الترخيص في القيام لاهل الفضل، الارشاد، التقریب، المسهمات، طبقات الفقہاء، تہذیب الاسماء واللغات، مختصر اسد الغابہ، مناقب الامام الشافعی، مہذب کے ایک حصہ کی شرح، بیہمیہ کے ایک حصہ کی شرح، وسط کے ایک حصے کی شرح، صحیح بخاری کے ایک حصہ کی شرح، سنن ابی داؤد کے کچھ حصوں کی شرح، آپ نے تحقیق اور جامع السنن پر بھی کچھ لکھا ہے۔ خلاصۃ الاحکام فی مہمات الاحکام اور بستان العارفین آپ کی تصانیف ہیں، ان کے علاوہ اور کتب بھی ہیں جو طبع ہونے

سے رہ گئیں اور کئی لاجپریوں میں ان کے مخطوطات موجود ہیں۔

امام نووی علیہ الرحمۃ کو شروع وزہد سے حظِ وافر نصیب ہوا تھا آپ اس قابلِ رشک صفت میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”آپ خوراک ذخیرہ کر کے نہیں رکھتے تھے۔ کبھی آنے والے دنوں کے لئے کوئی توشہ جمع کر کے نہ رکھا صرف اللہ پر توکل رکھتے اور آسودگی و آسائش کی طرف مائل نہ ہوتے۔ آپ جلوت و خلوت میں اللہ تعالیٰ سے خائف رہتے اور تقویٰ و قناعت اور شروع وزہد کی صفت سے ہمہ وقت متصف رہتے۔ ذیل کے اشعار ان کی طرف منسوب ہیں:

وَجَدْتُ الْقَنَاعَةَ أَضْلَ الْغِنَى      فَبَسْرْتُ بِأَذْيَالِهَا مُتَمَسِكًا  
قَلَا ذَا يَرَائِي عَلَى بَابِهِ      قَلَا ذَا يَرَائِي بِهِ مِنْهُ مَك  
وَعَيْشْتُ غَنِيًّا بِلَا دِرْهَمٍ      أَمُرُّ عَلَى النَّاسِ مِثْلَ الْمَلِكِ

”میں نے قناعت کو اصل تو نگری پایا اس لئے میں اس کے دامن سے ہی وابستہ رہا ہوں۔“  
”مجھے کسی نے اپنے دروازے پر کچھ مانگتے نہیں دیکھا اور نہ کسی نے مجھے دنیاوی ضرورت میں منہمک پایا۔“

”میں نے تو درہم و دینار کے بغیر ہی امیرانہ زندگی گزاری اور اس شان سے گزاری کہ بادشاہوں کی طرح لوگوں پر میرا حکم چلتا تھا۔“

امام نووی علیہ الرحمۃ عادت سے ہٹ کر اپنی ظاہری حالت میں خوبصورتی پیدا کرنے، لذیذ و مرغوب کھانا کھانے اور حسین و جمیل کپڑے استعمال کرنے سے گریز کرتے تھے کہ اس طرح کہیں نفس کی رعوتیں زور نہ پکڑ جائیں، بلکہ آپ روٹی اور معمولی سادہ سالن کھاتے، ناقص کپڑے کا لباس پہنتے اور باریک اور معمولی جبہ استعمال کرتے۔ رشید الدین بن معلم حنفی کہتے ہیں: ایک روز میں نے امام نوویؒ سے حمام میں جا کر غسل نہ کرنے اور کھانے پہننے میں مشکل زندگی اپنانے رکھنے پر ناگواری کا اظہار کیا اور یہ کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ تم ایسی بیماری میں مبتلا ہو جاؤ گے جو تمہارے بلند مقاصد تک پہنچنے میں رکاوٹ بن جائے گی تو انہوں نے جواب دیا: فلاں آدمی روزے رکھتا رہا یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں پہلی ہو گئیں۔ رشید الدین کہتے ہیں: امام نوویؒ کے اس جواب سے مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کو دنیا کے کسی مقام و مرتبہ کی کوئی حاجت نہیں اور نہ اس زندگی کی خواہش اور طلب ہے جو ہم گزار رہے ہیں۔ آپ نے ساری زندگی شادی نہ کی۔ آپ کے کسی ساتھی نے آپ کو شادی کر لینے کے لئے ترغیب دلائی تو

آپ نے اس سے فرمایا: میرا اور شادی کا کیا تعلق؟ یہ مجھے میری محبوب ترین چیز علم سے بیگانہ کر دے گی۔“  
امام نووی رحمہ اللہ حکمرانوں اور امراء کو بھلائی کا کام کرنے اور برائی سے روکنے کے سلسلے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرتے تھے۔ آپ حکمت اور موعظتِ حسنہ کے انداز میں حق کو واضح کاف بیان کرتے تھے۔ بسا اوقات تو غلط لوگوں کی ایسی خبر لیتے تھے جس کے وہ مستحق ہوں۔ انہیں خط لکھتے کہ عوام میں عدل کرو، جرائم سے دور رہو اور حقداروں کو ان کے حق ادا کرو۔

ابوالعاس بن فرج کہتے ہیں: ”امام نووی رحمہ اللہ کو تین ایسے مراتب حاصل تھے کہ ان میں سے ایک رتبہ بھی اگر کسی شخص کو حاصل ہوتا تو لوگ اس سے مستفید ہونے اور فیض حاصل کرنے کے لئے سفر کر کے اس کے پاس جاتے۔ پہلا رتبہ علم، دوسرا زہد اور تیسرا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یعنی حکم دینا اور برائی سے روکنا) ہے۔ آپ ایسے صالح اوصاف اور قابل تعریف خوبیوں سے متصف تھے کہ قلم ان کو لکھنے سے قاصر ہے۔

۶۷۶ھ میں آپ نے کتابیں اور صحیفے اوقاف کے مالکوں کو واپس لوٹا کر اپنے قصبہ آجانے کا ارادہ کیا۔ چلنے سے قبل اپنے مرحوم اساتذہ کے لئے دعا کی غرض سے ان کی قبروں پر گئے۔ ان کے لئے دعا کی اور آبدیدہ ہو گئے۔ پھر اپنے زندہ احباب سے ملے اور انہیں الوداع کہا۔ احباب اور معتقدین کی ایک جماعت آپ کو الوداع کرنے کے لئے دمشق کے باہر تک آئی۔ کسی نے آپ سے پوچھا: شیخ! دوبارہ کب ملاقات ہوگی! آپ نے فرمایا: ”بہت سے برسوں بعد!“ لوگوں نے جان لیا کہ آپ کے اس جواب سے مراد قیامت کا دن ہے۔

پھر آپ ”نوی“ میں والد سے ملاقات کے بعد بیت المقدس اور الخلیل چلے گئے، اور وہاں سے واپس نوی آئے تو بیمار ہو گئے اور ۲۴ رجب ۶۷۶ھ کو بدھ کی رات وفات پا گئے۔ آپ کی عمر ۴۵ یا ۴۶ برس تھی۔

جب امام نووی رحمہ اللہ کی وفات کی خبر دمشق پہنچی تو سارا شہر آہ و بکا سے گونج اٹھا۔ مسلمانوں نے اس سانحہ پر شدید صدمے اور افسوس کا اظہار کیا۔ چیف جسٹس عزالدین محمد بن صالح نے علماء کی ایک بہت بڑی تعداد کو جمع کیا اور آپ کی قبر پر دعا کے لئے ”نوی“ گئے۔ دس سے زائد عالموں اور ادیبوں نے آپ کا مرثیہ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت و صلح میں ڈھانپ لے، آپ کو جنت الفردوس میں داخل فرمائے، قیامت کے روز آپ کو عالمین و اولیاء، صالحین و شہداء اور صدیقین و انبیاء کے ساتھ اٹھائے۔ اللہ ان سب کو اور ہمیں بھی ان لوگوں کی صف میں اٹھائے جن پر کوئی خوف ہوگا نہ وہ کسی حزن میں مبتلا ہوں گے۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَي سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ

## اربعین میں مذکور اصطلاحاتِ حدیث

اربعین کے متن میں شامل احادیث کی تعداد ۴۰ کی بجائے ۴۲ ہے۔ ان میں بھی کئی احادیث کی دو دو روایات نقل کی گئی ہیں۔ ان ۴۲ احادیث میں سے ۲۹ صحیح ہیں جو سب کی سب امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کی روایات ہیں۔ ۷ حسن ہیں [ان ۷ میں سے ۲ کو حسن الاسناد بھی کہا گیا ہے اور ایک کو مسند اور مرسل بھی کہا گیا ہے]۔ ۶ حسن صحیح ہیں [ان میں سے ایک کو صحیح الاسناد بھی کہا گیا ہے]

حسن اور حسن صحیح احادیث امام ترمذی، نسائی، احمد، دارمی، ابوداؤد، دارقطنی، بیہقی، مالک، ابن ماجہ اور شیخ ابوالفتح نصر بن ابراہیم المقدسی کی روایات ہیں۔

حدیث کی ان اصطلاحات کی تعریفات موضوع کی مناسبت اور تفہیم کی غرض سے ذیل میں دی جا رہی ہیں:

صحیح

”محمد شین کی اصطلاح میں صحیح سے مراد وہ حدیث یا روایت ہے جس کی سند اپنے قائل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تک متصل ہو، اس کے تمام راوی عادل اور ضابط ہوں، وہ اپنے جیسے راویوں سے نقل کریں، اور یہ کیفیت سند کے شروع سے آخر تک قائم رہے، نیز اس میں کوئی شد و ذیا کوئی خفی علق نہ پائی جائے۔“  
یعنی کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لیے پانچ شرائط کا ہونا ضروری ہے:

- ۱- سند متصل ہوگی: یعنی ہر راوی نے اس روایت کو اپنے سے اوپر والے راوی سے براہ راست حاصل کیا ہو۔ یہ کیفیت سند کے شروع سے لے کر آخر تک تمام راویوں میں موجود ہو، کہیں انقطاع واقع نہ ہوا ہو۔
- ۲- راوی عادل ہوں: یعنی اس روایت کے تمام راوی مسلمان، عاقل اور بالغ ہوں، فسق و فجور سے دور اور اخلاق و آداب کے منافی امور سے مبرا ہوں۔ ثقہ ہوں۔

۳- راوی ضابط ہوں: یعنی اس کے تمام راوی قوت حفظ و ضبط میں کامل ہوں، ان کے حفظ و ضبط کی قوت کمزور نہ ہو، وہ اپنے حافظے (یادداشت) یا تحریر میں موجود بات کو مکمل طور پر محفوظ رکھنے کی قوت و صلاحیت رکھتے ہوں۔

۴- شذوذ نہ ہوں: یعنی کوئی ثقہ راوی اس روایت یا حدیث میں اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت نہ کرے۔  
 ۵- مخفی علت نہ ہو: یعنی اس روایت یا حدیث کی سند اور متن میں کوئی ایسا مخفی نقص نہ ہو جو بظاہر نظر نہ آتا ہو لیکن اس کے صحیح ہونے پر اثر انداز ہو سکتا ہو۔  
 ان شرائط میں سے ایک بھی شرط اگر کم ہو تو وہ حدیث یا روایت 'صحیح' نہ ہوگی 'غیر صحیح' ہوگی۔

امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کی روایت کردہ احادیث ان تمام شرائط کو پورا کرتی ہیں اور یہ دیگر محدثین کے ہاں بھی صحیح سمجھی جاتی ہیں لہذا جہاں بخاری و مسلم کی روایات آئیں ان کے ساتھ بخاری و مسلم لکھ یا ذکر کر دیا جاتا ہے وہاں حدیث کی حیثیت بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی کہ ان دونوں اصحاب کا نام ہی کافی ہے۔

### صحیح الاسناد

”وہ حدیث جس کی سند صحیح ہو مگر اس کا متن کسی علت یا شذوذ کی وجہ سے غیر صحیح ہو۔“  
 یعنی حدیث کے صحیح ہونے کی پانچ شرائط میں سے پہلی تین شرائط پوری ہوتی ہوں اور آخری دو کی کوئی ضمانت نہ ہو۔ محدثین کے نزدیک 'صحیح الاسناد' کا درجہ صحیح سے کم ہوتا ہے۔

### حسن

”وہ حدیث جس کی سند متصل ہو، کوئی علت یا شذوذ نہ ہو، راوی عادل اور ضابط ہو مگر ضبط ضعیف ہو۔“  
 یعنی وہ حدیث جو صحیح کی چار (۴) شرائط پوری کرتی ہو لیکن راوی کا ضبط ضعیف ہو۔

### حسن صحیح

”ایسی حسن حدیث جس کی دو یا دو سے زیادہ سندیں ہوں یعنی وہ ایک سند کے لحاظ سے حسن اور دوسری کے لحاظ سے صحیح ہو۔“ یا

”ایسی حسن حدیث، جو محدثین کے ایک طبقے کے ہاں حسن ہو اور دوسرے کے ہاں صحیح ہو۔“

### حسن الاسناد

”وہ حدیث یا روایت جس کی سند حسن ہو لیکن متن میں کوئی علت یا شذوذ ہو۔“  
محدثین کے نزدیک ’حسن الاسناد‘ کا درجہ ’حسن‘ سے کم تر ہے۔

### مُسند

”وہ حدیث جس کی سند مرفوع اور ظاہری طور پر متصل ہو“  
یعنی اس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو اور بظاہر اس میں کوئی انقطاع نہ ہو۔

### مُرسل

”وہ حدیث جس کی سند کے آخر سے تابعی کے اوپر ایک یا دو راوی ساقط ہوتے ہیں، مرسل کہلاتی ہے۔“  
یعنی تابعی اپنے سے اوپر والے راوی یا راویوں کا ذکر کیے بغیر براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر کے حدیث بیان کرے۔



# مقدمہ کتاب از

امام یحییٰ بن شرف الدین نووی

حمد و ثنا اور درود و سلام کے بعد!

ہم نے علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، ابوالدرداء، ابن عمر، ابن عباس، انس بن مالک، ابو ہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم اجمعین سے متعدد طرق (سندوں) کے ساتھ متنوع احادیث روایت کی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ حَفِظَ عَلَيَّ أُمَّتِي أَرْبَعِينَ حَدِيثًا مِنْ أَمْرِ دِينِنَا بَعَثَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي زُمْرَةِ الْفُقَهَاءِ وَالْعُلَمَاءِ. ”جو شخص میری امت کے دینی امور کے حوالے سے چالیس حدیثیں حفظ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو فقہاء و علماء کے زمرے میں اٹھائے گا۔“

ایک روایت میں ہے: بَعَثَهُ اللَّهُ فِقْهِيهَا عَالِمًا. ”اللہ تعالیٰ اس کو عالم و فقیہ کی حیثیت سے اٹھائے گا۔“  
ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: كُنْتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَافِعًا وَشَهِيدًا. ”میں قیامت کے روز اس کا

شاخ اور گواہ ہوں گا۔“

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: قِيلَ لَهُ ادْخُلْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتَ. ”اس آدمی سے کہا

جائے گا: جنت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔“

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: تُحِبُّ فِي زُمْرَةِ الْعُلَمَاءِ وَحُشِرَ فِي زُمْرَةِ الشُّهَدَاءِ. ”اس کو علماء

کے زمرے میں لکھ دیا جائے گا اور شہداء کے زمرے میں اٹھایا جائے گا۔“

حفاظ حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ اگرچہ اس حدیث کی سندیں کثیر ہیں مگر یہ ضعیف ہے۔ تاہم علماء کرام نے اس موضوع پر بے شمار مواد چھوڑا ہے۔ میرے علم کے مطابق عبداللہ بن مبارک پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس موضوع پر لکھا۔ پھر عالم ربانی محمد بن اسلم طوسی، پھر حسن بن سفیان التسانی، ابوبکر الآجری، ابوبکر محمد بن ابراہیم

الاصغہانی، دارقطنی، حاکم، ابونعیم، ابو عبد الرحمن السبکی، ابوسعید المالینی، ابو عثمان الصابونی، عبد اللہ بن محمد انصاری، ابو بکر البیہقی اور متقدمین و متاخرین میں سے لاتعداد لوگوں نے اس موضوع پر لکھا ہے۔  
میں نے بھی ان ائمہ و حفاظ کرام کی اقتداء میں اربعین (چالیس احادیث) کو جمع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اعمال کی فضیلتوں کے سلسلے میں ضعیف احادیث پر عمل کرنا جائز ہے۔ اس کے باوجود میں نے اس بات پر اعتماد و انحصار نہیں کیا بلکہ صحیح احادیث میں وارد رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل فرامین کو بنیاد بنایا ہے: **لِيَسْلَغَ الشَّاهِدُ مِنْكُمْ الْغَائِبَ**۔ ”تم میں سے (یہاں) حاضر شخص غیر حاضر لوگوں تک (میری) بات پہنچا دے۔“

**نَصَرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالِي فَوَعَاَهَا فَأَذَاهَا كَمَا سَمِعَهَا**۔ ”اللہ تعالیٰ اس آدمی کو آباد و شاد رکھے جس نے میری بات (حدیث) کو سنا پھر اس کو حفظ کیا اور اسی طرح آگے بیان کیا جس طرح سنا تھا۔“  
علماء میں سے کچھ نے اصول دین پر چالیس احادیث جمع کی ہیں، کچھ نے فروع، کچھ نے جہاد، کچھ نے زهد (تقویٰ)، کچھ نے آداب اور کچھ نے خطبات پر احادیث جمع کی ہیں۔ یہ سب کچھ مقاصدِ صالحہ میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ کام کرنے والوں سے راضی ہو۔

میں نے ان تمام احادیث میں سے ایسی چالیس اہم احادیث کو جمع کرنے کا ارادہ کیا۔ جو مذکورہ تمام موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ ان میں سے ہر حدیث دین کا ایک عظیم ستون ہے۔ علماء نے اسلام کا دار و مدار ان احادیث پر قرار دیا ہے۔ یا انہیں نصف اسلام یا تہائی اسلام یا ایسا ہی کوئی اہم نام دیا ہے۔  
اس الاربعین میں اس بات کا اہتمام اور التزام کیا گیا ہے کہ یہ احادیث صحیح ہوں۔ اس کا اکثر حصہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے۔ میں نے ان احادیث کی سندوں کو حذف کر کے بیان کیا ہے تاکہ ان سے استفادہ کرنا اور انہیں حفظ کرنا آسان رہے۔ پھر تشریح طلب الفاظ کی مختصر تشریح بھی دے دی ہے۔

آخرت میں رغبت رکھنے والے ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان احادیث سے آگاہی حاصل کرے کیونکہ یہ احادیث دین کے اہم امور اور فرمانبرداری کے کاموں کی نشاندہی کرتی ہیں۔ جو شخص غور و فکر سے کام لے گا اس کے سامنے یہ سب کچھ ظاہر ہو جائے گا۔ میرا اعتماد تو کل اللہ تعالیٰ پر ہے۔ وہی تعریف کا حقدار ہے اور وہی نعمتوں کا مالک۔ نیکی کی توفیق دینے والا اور برائی سے بچانے والا وہی ہے۔





الحديث الاول

عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ أَبِي حَفْصِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضي الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مِمَّا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ"

رَوَاهُ إِمَامَا الْمُحَدِّثِينَ: أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُغْبِرَةِ بْنِ بَرْدِزْبَةَ الْبُخَارِيُّ، وَأَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ بْنِ مُسْلِمِ الْقُشَيْرِيِّ النَّيْسَابُورِيِّ فِي صَحِيحَيْهِمَا الَّذِينَ هُمَا أَصْحَحُ الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ



## اعمال کے نتیجہ خیز ہونے کا انحصار

عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ أَبِي حَفْصِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

”امیر المؤمنین ابو حفص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے سنا کہ:

اعمال (کے انجام) کا انحصار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔

”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ  
وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مِمَّا نَوَى،

لہذا جس شخص کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہو، اس کی ہجرت (اللہ کے حضور) اللہ ورسول کی طرف ہی شمار ہوگی اور جس شخص کی ہجرت دنیا کے لیے ہو کہ وہ اس کو حاصل کرے یا کسی عورت کے لیے ہو کہ وہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اس چیز کی طرف شمار ہوگی جس کی خاطر اس نے ہجرت کی ہے۔“

فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ  
وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ  
وَرَسُولِهِ،  
وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا  
أَوْ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا  
هَاجَرَ إِلَيْهِ“

رَوَاهُ إِمَامَا الْمُحَلِّثَيْنِ: أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُغِيرَةَ بْنِ بَرْدُزُبَةَ الْبُخَارِيُّ، وَأَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ بْنِ مُسْلِمِ الْقُشَيْرِيِّ النَّيْسَابُورِيِّ فِي صَحِيحَيْهِمَا الَّذِينَ هُمَا أَصْحَحُ الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ

اس حدیث کو امام محمد شین ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ بخاری نے اپنی صحیح میں اور ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نیشاپوری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، یہ دونوں کتب دیگر تمام کتب احادیث میں صحیح ترین شمار ہوتی ہیں

### تفہیم الفاظ

- إِنَّمَا : **إِنَّ + مَا = إِنَّمَا**۔ یہ لفظ بات میں تاکید اور زور پیدا کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ انما کلمہ حصر بھی ہے۔ بات کو محدود و مقید کرتا ہے۔
- بِالنِّيَّاتِ : **بِ + النِّيَّاتِ = بِالنِّيَّاتِ**۔ ب حرف جار ہے، یہ اپنے بعد آنے والے اسم کے آخری حرف کو زیر دیتا ہے جو ظاہری بھی ہوتی ہے اور پوشیدہ بھی۔ یہاں بِالنِّيَّاتِ کی ت کے نیچے اسی کی وجہ سے زیر آئی۔ ب کے کئی معنی ہیں یہاں ہم جملے کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کا معنی پر کریں گے اور اس طرح بِالنِّيَّاتِ کا ترجمہ ”نیتوں پر“ ہوگا۔
- إِمْرِيءَ : **آدمی**۔ یہ لفظ امراً یا مرء ہے لفظ لُكُلٍ کا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور [آخری حرف کے نیچے زیر] ہو گیا اور اس کی شکل امراً سے امریء ہو گئی۔
- مَا : **جو، جس**۔ اس کا معنی ”نہیں“ بھی ہوتا ہے لیکن یہاں جو/جس ہوگا۔
- نَوِيءٍ : **اس نے نیت کی، اس نے ارادہ کیا۔ فعل ماضی ہے۔**
- فَمَنْ : **لہذا۔ یہ ف اور مَنْ کا مرکب ہے۔**
- كَانَتْ : **ہے، ہو۔ مؤنث کے لیے استعمال ہوتا ہے۔**
- هَجْرَتُهُ : **اس کی ہجرت، اس کی نقل مکانی، یہ لفظ هَجْرَةٌ اور هُجْرَةٌ کا مرکب ہے۔**
- إِلَى : **طرف، جانب، تک۔ یہ لفظ اپنے بعد آنے والے اسم کو زیر دیتا ہے۔**
- يُصِيبُهَا : **يُصِيبُ + هَا = يُصِيبُهَا، وہ حاصل کرے + اسے۔ ہا ضمیر اپنے سے پہلے آنے والے لفظ دنیا کی طرف اشارہ کرتی ہے۔**
- أَوْ : **یا (OR)۔ یہ لفظ اَوْ ہے اس کی واؤ ساکن ہے اور اس کو اگلے لفظ کے ساتھ ملانے کے لیے**

زیردی گئی اور عربی گرامر کا یہ اصول ہے کہ جب کسی ساکن حرف کو حرکت دینا مقصود ہو تو اس کو زیر دے دیتے ہیں۔

اِمْرَاةٌ : عورت، یہ لفظ اَمْرًا / مَرَّةً کا مونث ہے۔

يَنْكِحُهَا : وہ نکاح کرے اس سے يَنْكِحُ کا فاعل مَنْ ہے جو مرد ہے اور ہا ضمیر کا اشارہ اِمْرَاةً کی طرف ہے۔ اس طرح یہ لفظ يَنْكِحُ + هَا = يَنْكِحُهَا بن گیا۔

هَاجَرَ : فعل ماضی۔ اس (مرد) نے ہجرت کی۔ یہ لفظ باب مزید مفاعلہ سے ہے یعنی هَا جَرَ۔

يُهَاجِرُ. مُهَاجِرَةٌ. اس کا ثلاثی مجرد باب هَجَرَ يَهْجُرُ هَجْرًا اَنَا ہے جس کا معنی محض کسی چیز کو چھوڑ دینا ہے۔ جبکہ مُهَاجِرَةٌ کا معنی کسی ایک چیز کو چھوڑ کر دوسری کے حصول کی خاطر ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف نقل مکانی کرنا ہے۔

إِلَيْهِ : إِلِيْ + هُ = إِلَيْهِ. اس کی طرف، جس کی طرف۔ هُ إِلِيْ کی وجہ سے وہ ہو گیا۔

## شرح الحدیث

یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اعمال کے صحیح ہونے کا معیار نیت ہے، لہذا جب نیت درست ہوگی تو عمل بھی درست ہوگا اور جب نیت میں فساد موجود ہوگا تو عمل بھی فاسد و بے کار ہو جائے گا۔

## نیت کے ساتھ عمل کرنے کی مختلف صورتیں

جب نیت کے ساتھ عمل کیا جائے تو اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

- ۱۔ یہ کہ آدمی جو عمل کر رہا ہے اللہ کے خوف کی وجہ سے کر رہا ہے اور یہی چیز بندے کی اصل عبادت ہے۔
- ۲۔ یہ کہ آدمی جو عمل کرے وہ جنت اور اجر و ثواب کے حصول کی خاطر کرے اور یہ تاجروں کی سی عبادت ہے۔
- ۳۔ یہ کہ آدمی جو عمل بھی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حق عبودیت اور شکر کی ادائیگی کے لیے اس سے حیا کرتے ہوئے انجام دیتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے آپ کو کوتاہ کار بھی خیال کرتا ہے اور اس کا دل بھی ڈرتا رہتا ہے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس قدر جہد و جہد کے ساتھ کیا گیا عمل مقبول بھی ہو اے یا نہیں۔ یہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے اور اسی چیز کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا جب آپ ﷺ نے رات کو طویل قیام فرمایا اور آپ ﷺ کے پائے مبارک متورم ہو گئے تو حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا:

”لِمَ تَصْنَعُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَذَا وَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: أَفَلَا أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا؟“<sup>(۱)</sup> ”یا رسول اللہ ﷺ! آپ (عبادت کی) اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آئندہ و سابقہ تمام لغزشوں کو بخش دیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: کیا مجھے یہ پسند نہیں کہ میں ایک شکر گزار بندہ بنوں؟“

کہتے ہیں کہ کب نے پوچھا کہ خوف کے ساتھ کی جانے والی اور امید کے ساتھ کی جانے والی عبادتوں میں سے افضل عبادت کونسی ہے؟ تو اس سوال کا جواب امام غزالیؒ نے یہ دیا کہ امید کے ساتھ جو عبادت کی جائے وہ افضل ہے کیونکہ امید محبت کو جنم دیتی ہے اور خوف ناامیدی پیدا کرتا ہے۔

مذکورہ بالا تینوں صورتیں ان بندوں کے حق میں ہیں جو خلوص سے عبادت کرتے ہیں۔ خبردار رہیے کہ خود فریبی اخلاص کی دشمن ہے۔ جو شخص اپنی عبادت و عمل کے فریب میں مبتلا ہو اس کا عمل ضائع ہو گیا اور اسی طرح اس شخص کا عمل بھی بے کار ہو گیا جو تکبر میں مبتلا ہوا۔

حارث محاسبی اپنی کتاب الرعاية میں کہتے ہیں کہ: اخلاص یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت سے تمہارا مقصود اسی کی ذات ہونہ کہ اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز۔ اخلاص کے مقابلے میں ریاء ہے، اور ریاء کی دو قسمیں ہیں (۱) یہ کہ آدمی اللہ کی اطاعت کر کے لوگوں کو دکھلانا چاہتا ہے۔ (۲) یہ کہ وہ اس عمل کے ذریعے لوگوں کی طرف سے تعریف و توصیف بھی چاہتا ہے اور اللہ کی خوشنودی کا بھی متمنی ہوتا ہے۔ یہ دونوں قسمیں غارت گر عمل ہیں۔ حافظ ابو نعیم نے اپنی کتاب الحلیۃ میں بعض سلف کا یہی قول نقل کیا ہے۔

بعض اہل علم نے اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے قول: السَّجَّادُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ سے یہی استدلال کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بیوی، بچوں اور ساجھی شریک کی ضرورت سے بلند تر ہے، ایسے ہی اس کو وہ عمل قبول کرنے کی چنداں ضرورت نہیں جس میں اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا گیا ہو۔ وہ بلند و برتر ہے۔ وہی اکبر، کبیر اور متکبر ہونے کا حقدار ہے۔ امام سمرقندیؒ نے کہا ہے کہ: جتنا عمل انسان اللہ تعالیٰ کے لیے کرے گا وہ قبول ہوگا اور جتنا لوگوں کی خاطر کرے گا وہ قبول نہیں ہوگا۔ فرض کیجیے ایک آدمی ظہر کی نماز ادا کرتا ہے۔ وہ فرض ادا کرنا چاہتا ہے مگر محض لوگوں کی وجہ سے وہ ان رکعات کے ارکان و قراءت کو طویل اور بھٹ نماز کو بڑے حسن کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ اس شخص کی اصل نماز تو مقبول ہوگی لیکن لوگوں کی خاطر اختیار کیا گیا

(۱) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب تولدہ لہ یغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک..... الخ ۳۸۳

اس کا حسن و طول نامقبول ہوگا کیونکہ اس کے ذریعے اس نے لوگوں کو خوش اور حیران کرنے کی کوشش کی تھی۔  
 شیخ عزالدین بن عبدالسلامؒ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز کو طویل کرتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: میں یہ امید کرتا ہوں کہ اس کا یہ عمل ضائع نہیں ہوگا۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب عمل کی اصل میں شرک کی صفت پائی جائے۔ اگر عمل کے اصل میں یہ چیز آجائے کہ اس نے نماز اللہ اور لوگ دونوں کی وجہ سے ادا کی ہے تو پھر عمل کی اصل میں شرک کے شامل ہو جانے کی وجہ سے اس کی نماز مقبول نہیں۔

کیا ریا کاری کے ڈر سے نیک کام چھوڑ دیا جائے؟

عمل میں اس ریا کو ممنوع ٹھہرایا گیا ہے جو ترک عمل میں کی جاتی ہے، یعنی لوگوں کے لیے دکھاوا بن جانے کی خاطر کوئی اچھا کام نہ کرنا۔ فضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں: لوگوں کی وجہ سے اچھا کام ترک کرنا ریا کاری میں شامل ہے اور لوگوں کی خاطر کیا گیا عمل شرک ہے، اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان دونوں بری صفات سے محفوظ رکھے۔ حضرت عیاضؒ کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عبادت کا پختہ ارادہ کرتا ہے پھر لوگوں کے خوف کی وجہ سے کہ لوگ اس کو یہ کام کرتے دیکھ لیں گے اس کام کو نہیں کرتا تو ایسا شخص ریا کار ہے۔ کیونکہ اس نے لوگوں کی وجہ سے عمل کو ترک کیا ہے۔ لیکن اگر وہ عمل کو اس لیے ترک کرتا ہے کہ خلوت میں اسے کرے گا تو یہ بات مستحب ہے۔ مگر اس صورت میں کہ وہ عمل فرض نماز نہ ہو یا فرض زکوٰۃ نہ ہو۔ کیونکہ فرائض کی ادائیگی سرعام زیادہ بہتر ہے تاکہ لوگوں کو اس سے ہونے والی غلط فہمی یا بے عملی کی ترغیب سے بچایا جائے یا ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایسا آدمی عالم ہو جس کی اقتدا کی جاتی ہو کیونکہ اس کے عمل نہ کرنے کو لوگ حجت بنا لیں گے اگرچہ وہ عمل کا تارک نہیں ہے۔ تاہم اس طرح کے مواقع و معاملات میں عبادت کو ظاہری طور پر ادا کرنا افضل ہے۔

کیا اچھے اعمال کی تشہیر جائز ہے؟

جس طرح ریا کاری محبط اعمال ہے، اسی طرح تسمیح (تشہیر پسندی) بھی عمل کے ضیاع کا باعث ہے۔ تسمیح یہ ہے کہ آدمی تنہائی میں کوئی اچھا کام سرانجام دے پھر لوگوں کو بتاتا پھرے کہ میں نے یہ عمل کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: مَنْ سَمِعَ سَمِعَ اللَّهُ بِهِ وَمَنْ رَأَى رَأَى اللَّهُ بِهِ<sup>(۲)</sup> ”جس شخص نے اپنی تشہیر کی، اللہ تعالیٰ بھی اس کو شہرت پسند بنا دے گا اور جس شخص نے لوگوں کے سامنے ریا کاری کی اللہ تعالیٰ اس کو ریا کار بنا دے گا۔“ علماء

(۲) صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب تحريم الرياء ۲۹۸۶

نے کہا ہے کہ عمل کرنے والا شخص اگر ایسا عالم دین ہے، جس کے پیچھے لوگ چلتے ہیں، اس کی بات مانتے ہیں اور اس کے عمل کو حجت جانتے ہیں تو وہ لوگوں کو ترغیب دلانے کی خاطر اپنا اچھا پوشیدہ عمل بتا سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

### بہترین نمازی کی چار صفات

مرزبانی فرماتے ہیں: ”نمازی کو چار اعلیٰ صفات کی ضرورت ہوتی ہے، جب یہ چاروں صفات نمازی میں موجود ہوں تب نماز عرش کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔ یہ چار صفات یہ ہیں (۱) دل کی حضوری (۲) عقل کی حضوری (۳) ارکان کی عاجزی (۴) اعضاء و جوارح کا انکسار۔ جو شخص حضوری قلب کے بغیر نماز ادا کرتا ہے وہ ایک مضطرب نمازی ہے اور جو شخص عقل کو حاضر کیے بغیر نماز ادا کرے وہ ایک غافل نمازی ہے، اور جو شخص ارکان کے خضوع کے بغیر نماز ادا کرتا ہے وہ ایک سخت اور خشک نمازی ہے اور جو شخص اعضاء کے خضوع کے بغیر نماز ادا کرتا ہے وہ ایک خطا کار نمازی ہے اور جو شخص ان تمام خصال و صفات کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے نماز ادا کرتا ہے وہ ایک کامل و مکمل نمازی ہے۔“

### اعمال کی قبولیت میں نیت کا دخل

نبی ﷺ کا یہ فرمان کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ”اعمال کا احصار نیتوں پر ہے“ اس سے آپ کی مراد نیکی و طاعت کے وہ اعمال ہیں (عموماً جن کے کرنے کی ترغیب اور نہ کرنے کی ممانعت آئی ہے) نہ کہ وہ اعمال جو مباح ہیں (جن کے کرنے کا بمشکل جواز ملتا ہے) حارث مجاہدی فرماتے ہیں: ”چونکہ عبادات و طاعات میں اخلاص مطلوب ہے اور یہ اخلاص مباح عمل میں داخل نہیں ہوتا کیونکہ یہ عمل ان اعمالِ حسنہ میں شامل نہیں، جو بندے کو اللہ کے قریب کرنے کا باعث بنتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مباح عمل بندے کو قرب الہی کی طرف نہیں لے جا سکتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک عالی شان عمارت صرف اس مقصد کی خاطر بنائی جائے کہ اس سے لوگوں پر اپنی دولت کی دھاک بٹھائی جائے اور ان کے سامنے اپنی رعونت کا اظہار کیا جائے۔ لیکن اگر یہی عمارت کسی اچھے مقصد مثلاً مساجد کے لیے یا (عوام کے) مال اسباب کے لیے (سٹور کے طور پر) یا جانور وغیرہ باندھنے کے لیے بنائی جائے تو یہی چیز مستحب کے دائرے میں آجائے گی اور اس پر اس کو اجر ملنے کی امید ہے۔“ امام حارث کہتے ہیں کہ: ”کسی حرام یا مکروہ عمل میں اخلاص کی صفت نہیں ہو سکتی۔ مثلاً ایک شخص کسی ایسی چیز کی طرف دیکھتا ہے جس

کو دیکھنا اس پر حرام ہے مگر وہ آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اس لیے دیکھ رہا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی صنعت کاری میں غور و فکر کرے۔ مثلاً کسی امرد (بے داڑھی) شخص یا لڑکے کی طرف دیکھنے میں اخلاص نہیں ہو سکتا بلکہ اس میں تو سرے سے ایسی کوئی چیز موجود نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ بننے والی ہو۔“ امام کہتے ہیں: ”بندے کے حقیقہ و علانیہ اور ظاہر و باطن تمام امور و اعمال میں صدق (انتہائی اخلاص) ضروری ہے اور صدق تبھی میسر آ سکتا ہے جب تمام مقامات و احوال جو اس کے لیے ضروری ہوتے ہیں، حاصل ہو جائیں۔ حتیٰ کہ اخلاص صدق کا محتاج ہوتا ہے اور صدق کسی چیز کا محتاج نہیں ہوتا۔ کیونکہ اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ ”اعمال اطاعت“ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ذات تک رسائی مقصود ہوتی ہے۔ بندہ نماز پڑھتا ہے اور اس نماز کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا ہے مگر بندہ حضور قلب سے یہ عمل انجام نہیں دیتا۔ جبکہ صدق، اعمال عبادت کے ذریعے حضور قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات تک پہنچنے کو کہتے ہیں۔ لہذا ہر صادق، مخلص ہوتا ہے مگر ہر مخلص، صادق نہیں ہوتا اور اسی چیز کا نام اتصال و انفصال بھی ہے۔ وہ یہ کہ آدمی جب عبادت کی ادائیگی میں مشغول ہوتا ہے تو غیر اللہ سے قطع تعلق ہو جاتا ہے اور پوری توجہ کے ساتھ اللہ سے ملاقات کرتا ہے اور اس چیز کو غیر اللہ سے کٹ جانے اور اللہ تعالیٰ سے حضور قلب کے ساتھ جڑ جانے کا نام بھی دیا گیا ہے۔

### انتہا الاعمال سے مراد

نبی ﷺ کے قول انما الاعمال کے مفہوم میں صحتِ اعمال یا صحیح اعمال یا قبولیتِ اعمال یا کمالِ اعمال شامل ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے بھی اس کا یہی مفہوم اخذ کیا ہے۔ انہوں نے اعمال میں سے تروک کی قبیل کے اعمال کو اس مفہوم سے باہر رکھا ہے۔ مثلاً طہارت حاصل کرنے کی خاطر جسم و لباس سے نجاست و آلودگی کو دور کرنا، لوٹ کھسوٹ کا مال واپس کرنا اور تحائف وغیرہ دوسروں تک پہنچانا اور اسی طرح کے دیگر افعال، ان چیزوں کی صحت کا انحصار نیت کے صحیح ہونے پر نہیں ہے بلکہ ان پر اجر و ثواب ملنے کا انحصار ایسی نیت پر ہے جس میں تقرب الہی کی خواہش موجود ہو۔ مثلاً ایک آدمی اپنے جانور کو چارہ کھلاتا ہے، اگر وہ اپنے اس عمل کو حکم الہی کے اتباع کی نیت سے کرتا ہے تو اجر و ثواب کا مستحق ہے لیکن اگر وہ اس عمل سے صرف اپنے مال کی حفاظت کرنا چاہتا ہے تو اسے اجر و ثواب نہیں ملے گا۔ قرآنی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، انہوں نے مجاہد کے گھوڑے کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجاہد جب اللہ کی راہ میں نکل کر اس کو کھولتا باندھتا ہے اور پانی پلاتا اور چارہ کھلاتا ہے اگرچہ وہ اس عمل پر کسی

اجرو ثواب کے حصول کی نیت نہ بھی رکھتا ہو تب بھی اس کو اس پر اجر و ثواب ملے گا۔ صحیح بخاری میں بھی اسی طرح آیا ہے، اسی طرح بیوی کا معاملہ ہے اور اسی طرح گھر کا دروازہ بند کرنے اور رات کو سوتے وقت چراغ گل کرنے کا مسئلہ ہے۔ ان تمام امور میں اگر حکم الہی کے اتباع کی نیت ہو تو آدمی کو اس پر اجر ملے گا اور اگر نیت کچھ اور ہے تو پھر انسان اجر کا مستحق نہیں!

### نیت کا مفہوم

لغت میں نیت، ارادے کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے نَوَاكُ اللّٰهُ بِخَيْرٍ یعنی اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ بھلائی کا <sup>(۱)</sup> ارادہ کرے۔ شریعت میں نیت اس ارادہ کو کہتے ہیں جو اپنے فعل سے ملحق ہو، یعنی وہ داعیہ، جو انسان کو کوئی کام کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ آدمی کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتا اور کرنے میں کچھ دیر کر دیتا ہے مگر کرتا ضرور ہے، اس صورت میں اس کا ارادہ (نیت) عزم بن جاتا ہے۔ ”نیت کو اس لیے دائرہ شریعت میں داخل کیا گیا ہے تاکہ نیت عزم سے عادت اور عبادت میں فرق کیا جاسکے۔“ یا عبادت کے بعض مراتب و درجات میں فرق ہو سکے، عادت اور عبادت میں فرق کی مثال یہ ہے کہ مسجد میں عادت کے طور پر آرام کی نیت سے بھی بیٹھا جاتا ہے اور عبادت کے لیے اعتکاف کی نیت کر کے بھی۔ اب دونوں کیفیتوں میں جو چیز فرق کرتی ہے وہ نیت ہے۔ اسی طرح غسل کی مثال ہے کہ اس سے عادت کے طور پر بدن کی صفائی مقصود ہوتی ہے لیکن بعض اوقات عبادت کی خاطر غسل کیا جاتا ہے جو ضروری ہوتا ہے، اب غسل کی دونوں صورتوں کے درمیان جو چیز تیز قائم کرتی ہے، وہ نیت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی اس مفہوم کی طرف اشارہ کیا ہے جب آپ ﷺ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو ریا کاری، حمیت اور شجاعت کے اظہار کی خاطر قتال میں حصہ لیتا ہے کہ ان میں سے قتال کی کونسی صورت فی سبیل اللہ ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: مَنْ قَاتَلَ لِنُكُونِ كَلِمَةَ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ <sup>(۲)</sup> ”جو شخص قتال اس لیے کرتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو تو ایسا شخص (قتال) فی سبیل اللہ میں مشغول ہے۔“

مراتب عبادت میں تیز کی مثال یہ ہے: فرض کیجئے ایک آدمی چار رکعت نماز پڑھتا ہے اور وہ پیر رکعت ظہر کی نماز کی پڑھنا چاہتا ہے اور وہ ان رکعت کو بطور سنت نماز ادا کرنا چاہتا ہے، اب ان تمام صورتوں میں جو چیز فرق کرنے والی ہے وہ نیت ہے۔

(۳) ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فیمن یقاتل رباء و للدنیا ۱۶۴۶

## نیت کن اعمال کو نتیجہ خیز بناتی ہے؟

”ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی“ آپ کے اس قول میں یہ دلیل موجود ہے کہ عبادت کی نیت کے سلسلے میں نیابت اور وکالت جائز نہیں۔ زکوٰۃ کی تقسیم وادائیگی اور قربانیوں کا ذبح کرنا اس سے مستثنیٰ ہے۔ یعنی طاقت ہونے کے باوجود قربانی ذبح کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے اپنی نیت کا کسی دوسرے کو نائب بنانا جائز ہے۔ جبکہ یہی چیز حج کی ادائیگی کے سلسلے میں طاقت رکھنے ہوئے جائز نہیں ہے۔ اسی طرح قرض کی ادائیگی کا معاملہ ہے اگر یہ معاملہ یک پہلو ہو یعنی صرف قرض ہی ادا کرنا ہو، دوسری کوئی ادائیگی واجب نہ ہو تو پھر کسی نیت کی ضرورت نہیں۔ اور اگر یہ معاملہ دو پہلوؤں پر محیط ہو مثلاً ایک آدمی کے ذمے دو ہزار کی ادائیگی واجب ہے ان میں سے ایک ہزار قرض اور ایک ہزار رہن کی رقم ہے اب یہ شخص ایک ہزار ادا کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے یہ ہزار رہن کی رقم کے طور پر ادا کیا ہے تو اس آدمی کی بات صحیح مانی جائے گی۔ اگر اس شخص نے اس موقع پر سرے سے کوئی نیت ہی نہ کی ہو اور بعد میں کی ہو تو ادا کی گئی رقم کو جس مد میں چاہے رکھ سکتا ہے۔ ایسے مواقع پر تو عمل کے بعد نیت کر لینا صحیح ہے مگر ہر موقع پر ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔

## ہجرت کا مفہوم اور مختلف صورتیں

”پس جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہی ہوگی اور جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ وہ اس کو حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف ہو کہ وہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اس چیز کی طرف ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔“

مہاجر ت کی اصل ”ایک جگہ نہ ٹھہرنا“ اور ”چھوڑ دینا“ ہے۔ اس لفظ کا اطلاق کئی امور پر ہوتا ہے:

- (۱) صحابہ کا مکہ معظمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کر جانا: جب مشرکین مکہ رسول ﷺ کو سخت تکلیف دینے لگے تو صحابہؓ یہاں سے نکل کر نجاشی کے پاس چلے گئے۔ یہ واقعہ ہجرتِ رسول ﷺ کے پانچ سال بعد کا ہے۔
- (۲) صحابہؓ رسول ﷺ کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت: یہ واقعہ ہجرتِ رسول ﷺ کے تیرہ برس بعد کا ہے۔ اس وقت ہر مسلمان پر فرض تھا کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس چلا جائے۔

کچھ علماء نے ہجرت کو صرف مکہ سے مدینہ کی جانب ہی فرض ٹھہرایا ہے جبکہ ایسی بات نہیں ہے۔ مدینہ میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں تھی کہ لوگ اس کی طرف ہجرت کرتے، بلکہ ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس

جانا فرض ہجرت ہے۔

(۳) قبائل کا ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کی طرف آنا تاکہ وہ دین کے احکام و شرائع سیکھیں اور واپس جا کر اپنی قوم کو سکھائیں۔

(۴) اہل مکہ میں سے مسلمان ہو جانے والوں کی ہجرت کہ وہ قبول اسلام کے بعد نبی ﷺ کے پاس آئیں اور پھر واپس اپنی قوم میں چلے جائیں۔

(۵) بلاؤ کفر سے بلاؤ اسلام کی طرف ہجرت: کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دارالکفر میں اقامت پذیر رہے۔ ماوردیؒ کہتے ہیں: اگر ایسے ملک یا علاقے میں اس کے اہل و عیال اور خاندان مقیم ہیں اور یہ آثار بھی دکھائی دے رہے ہیں کہ اس سرزمین پر عنقریب دین اسلام کا غلبہ ہو جائے گا تو پھر اس کے لیے وہاں سے ہجرت کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ عنقریب وہ جگہ دارالاسلام بننے والی ہے۔

(۶) مسلمان کا کسی شرعی سبب و عذر کے بغیر [بطور ناراضی] تین دن سے زائد اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق رہنا۔ تین دن کا قطع تعلق مکروہ عمل ہے اور اس سے زائد حرام ہے، الا یہ کہ کوئی ضرورت پیش نظر ہو۔ کہتے ہیں ایک آدمی نے اپنے ایک بھائی سے تین روز سے زائد مدت تک قطع تعلق کیے رکھا تو اس کے بھائی نے خط لکھا جس میں یہ اشعار لکھے:

يَا مَيِّدِي عِنْدَكَ لِي مَظْلَمَةٌ	فَاسْتَفْتِ فِيهَا ابْنَ أَبِي خَيْثَمَةَ
فَأَنَّهُ يَرُونَهُ عَنْ جَدِّهِ	مَا قَدَّ رَوَى الضُّحَاكُ عَنْ عِكْرَمَةَ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْمُصْطَفَى	نَبِينَا الْمَبْعُوثِ بِالْمَرْحَمَةِ
إِنَّ ضُلُودَ الْأَلْفِ عَنِ الْفِيهِ	فَوْقَ قَلَابِ رَبُّنَا حَرَمَهُ

”اے میرے برادر محترم! آپ نے میری ایک حق تلفی کر رکھی ہے۔ اس بارے میں آپ ابو خيثمہ سے پوچھیں، وہ اپنے دادا سے وہ حدیث روایت کرتے ہیں جو ضحاک نے عکرمہ سے روایت کی اور عکرمہ، ابن عباس سے اور ابن عباس، نبی رحمت محمد مصطفیٰ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص کی اپنے محبت (بھائی) کے ساتھ تین روز سے زائد قطع تعلق کو ہمارے رب نے حرام قرار دیا ہے۔“

(۷) آدمی کا اپنی بیوی کے نافرمان ثابت ہو جانے پر اس سے قطع تعلق ہو جانا: اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے: وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ ”اور ان کو ان کے لیٹنے کی جگہوں میں تنہا چھوڑ دو۔“ سرکش و نافرمان

لوگوں کے ساتھ تعلق نہ رکھنا بھی اسی ضمن میں آتا ہے کہ ان کے ساتھ نشست و برخاست، گفتگو اور سلام کہنا یا اس کا جواب دینا چھوڑ دیا جائے۔

(۸) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ممنوع قرار دی گئی چیزوں کو چھوڑ دینا: یہ بہت ہی عام قسم کی ہجرت ہے۔

### ہجرت کی بنیادی اقسام

ابن عربی نے کہا ہے کہ علماء نے زمین میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ یعنی ہجرت ہرب (ڈر کر بھاگنا) اور ہجرت طلب (کسی چیز کے حصول کی خاطر جانا)

### ہجرتِ ہرب کی قسمیں

پہلی قسم یعنی ”ہرب“ مزید چھ اقسام میں منقسم ہے۔

(۱) دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت: اور یہ قیامت تک باقی رہے گا اور وہ ہجرت جس کو رسول ﷺ نے اپنے قول لا هجرة بعد الفتح ”فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں“ کے ذریعے ختم کر دیا ہے۔ وہ دراصل کہیں سے بھی ہجرت کر کے رسول ﷺ کی طرف آنا تھا جس کو آپ نے ختم کر دیا۔

(۲) بدعتوں کی سرزمین سے ہجرت: ابن قاسم کہتے ہیں: میں نے امام مالک کو فرماتے سنا ہے کہ: کسی مسلمان کے لیے ایسی زمین پر رہنا جائز نہیں جہاں سلف کو گالیاں دی جاتی ہوں۔

(۳) ایسی سرزمین سے ہجرت کرنا جہاں حرام خوری و حرام کاری کا غلبہ ہو گیا ہو۔ کیونکہ حلال چیز کی طلب و تلاش ہر مسلمان پر فرض ہے۔

(۴) کوئی جسمانی تکلیف پہنچنے پر بھاگ نکلنا: اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس معاملے میں رخصت دی ہے۔

جب مسلمان کو کسی جگہ اپنی جان کا خطرہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ وہ وہاں سے نکل سکتا ہے اور بھاگ سکتا ہے تاکہ اس کی جان اس خطرے سے بچ سکے۔ سب سے پہلے جس شخص نے یہ کام کیا وہ اللہ کے خلیل حضرت ابراہیمؑ ہیں جب ان کو اپنی قوم سے خطرہ محسوس ہوا تو انہوں نے کہا: اِنِّیْ مُہَاجِرٌ اِلَی رَبِّیْ (العنکبوت: ۲۶) ”میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں“۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے متعلق خبر

دیتے ہوئے فرمایا ہے: فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ (القصص: ۲۱) ”(موسیٰؑ) خوف اور وحشت کی حالت میں وہاں (مصر سے مدین کی طرف) نکل گئے“۔

(۵) مرض کے خوف سے کسی وہابی زمین سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کر جانا جو اس بیماری سے محفوظ ہو۔ ایک دفعہ عربہ بیماری میں جتلا لوگوں نے جب مدینہ میں وبا پھیلا دی تو آپ نے ان کو مروج کی طرف چلے جانے کی اجازت دی تھی۔

(۶) مالی نقصان کے خوف سے ہجرت: یہ بھی جائز ہے کیونکہ مسلمان کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی مانند ہے۔

### ہجرت طلب کی قسمیں

اب ہجرت کی دوسری قسم ”طلب“ کو لیجئے۔ یہ دو اقسام میں منقسم ہے یعنی طلب دین اور طلب دنیا۔

ہجرت طلب دین کی قسمیں:

ہجرت طلب دین نو انواع میں منقسم ہے۔

(۱) سفر عبرت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ** ”تو کیا یہ لوگ کہیں چلے پھرے نہیں کہ (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیتے کہ ان (کافر) لوگوں کا کیا برا انجام ہوا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں“۔

ذوالقرنین نے دنیا کا چکر صرف اس مقصد کے لیے لگایا تھا کہ دنیا کے عجائب و غرائب دیکھے۔

(۲) سفر حج

(۳) سفر جہاد

(۴) سفر معاش

(۵) اپنی گزران سے بڑھ کر مال و دولت کے حصول کی خاطر سفر کسب و تجارت اختیار کرنا اور یہ کوئی ممنوع چیز نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی روشنی میں جائز ہے: **لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ** (البقرہ: ۱۹۸) ”تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اپنے رب کا فضل (مال و دولت) تلاش کرو“۔

(۶) طلب علم کے لیے سفر:

(۷) قابل احترام جگہوں کی طرف جانا: رسول اللہ نے فرمایا: **لَا تَشْأَلُوا الرَّحَالَ إِلَّا إِلَى فَلَائَةِ مَسَاجِدَ** ”زاد

سفر نہ باعد حاجائے مگر صرف تین مساجد کی طرف سفر کے لیے“ (مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی)

(۸) سرحدوں کی طرف جانا تاکہ ان کو مضبوط بنایا جائے۔

(۹) اخوان فی اللہ سے ملاقات کے لیے جانا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: زَارَ رَجُلٌ اَخَا لَهٗ فِی قَرْیَةٍ فَارْصَدَ اللّٰهُ لَهٗ مَلَكًا عَلٰی مَدْرَجَتِهٖ فَقَالَ اَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ: اُرِيدُ اَخًا لِيْ فِیْ هَذِهِ الْقَرْیَةِ، فَقَالَ هَلْ لَهٗ عَلَیْكَ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا؟ قَالَ لَا اِلَّا اَنْبٰی اُحِبُّهُ فِی اللّٰهِ تَعَالٰی. قَالَ فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكَ بِاَنَّ اللّٰهَ اُحْبَبَكَ كَمَا اُحْبِبْتَهُ<sup>(۴)</sup> ”ایک آدمی کسی بستی میں اپنے بھائی سے ملنے کے لیے گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتے کو کھڑا کر دیا۔ فرشتے نے اس سے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ آدمی نے کہا: میں اس بستی میں اپنے ایک بھائی سے ملنے کے لیے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا: کیا اس نے تجھ پر کوئی احسان کیا ہے جس کا بدلہ چکانے کے لیے تو اس کے پاس جا رہا ہے۔ اس نے کہا: نہیں، ہرگز نہیں، میں تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اس سے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام لے کر آیا ہوں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح تیرے ساتھ محبت کرتا ہے جس طرح تو اس آدمی کے ساتھ محبت کرتا ہے۔“

## مقبول ہجرت

”پھر جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہوگی۔“ آپ ﷺ کے اس قول کا مفہوم یہ ہے کہ جس شخص کی ہجرت یتیمان و ارادۃ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہوگی وہ شرعی طور پر بھی ہجرت الی اللہ و الرسول شمار ہوگی۔

## طلب دنیا کے لیے ہجرت

”اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہوگی کہ وہ اس کو حاصل کرے.....“ اس بارے میں علماء نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کی۔ اس کے ہجرت کرنے کا مقصد ہجرت کا ثواب حاصل کرنا تھا، بلکہ اس نے تو ام قیس نامی ایک عورت سے شادی کی خاطر ہجرت کی تھی۔ اس وجہ سے اس آدمی کا نام ہی ”مہاجر ام قیس“ پڑ گیا۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل الحب فی اللہ تعالیٰ ۲۵۶۷

یہ کہا جاسکتا ہے کہ نکاح، شریعت کے مطالبات میں سے ہے تو پھر اس کو دنیا کے مطالبات میں کیوں شمار کر دیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ: وہ بظاہر حصول دنیا کی خاطر نہیں نکلا بلکہ ہجرت کے لیے نکلا ہے لہذا اس نے اپنے دل کی نیت و ارادہ کو چھپا کر کچھ اور ظاہر کیا ہے تو وہ سزا و ملامت کا مستحق ٹھہر گیا ہے۔ اسی چیز کو پیش نظر رکھتے ہوئے علماء نے یہ کہا ہے کہ جو شخص بظاہر حج کے لیے جائے اور نیت و ارادہ تجارت کرنے کا ہو، تو یہ جائز نہیں۔ اسی طرح وہ شخص ہے جو ریاست و حکومت کے حصول کی خاطر علم حاصل کرتا ہے وہ بھی طلب علم کی فضیلت و عظمت سے محروم ہوگا۔ ایسا کرنا بھی جائز نہیں۔

آپ ﷺ کے قول ”اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی“۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کے لیے کوئی ثواب نہیں جس نے حج کی آڑ میں تجارت اور سیر سپاٹے کی نیت رکھی۔ حدیث کے مفہوم میں یہ بات شامل و ذمی چاہئے کہ جب تجارت ہی اس شخص کے لیے سفر کا محرک و باعث ہو تب وہ ثواب سے محروم ہوگا۔ ہاں اگر اس کے سفر کا باعث حج ہے تو اس کا ثواب بھی ملے گا اور تجارت بھی اس کے تحت آجائے گی۔ مگر یہ شخص اس شخص کی نسبت کم ثواب کا مستحق ہوگا جو شخص حج کی خاطر نکلا ہے۔ اگر حج اور تجارت وغیرہ دونوں چیزیں آدمی کے لیے سفر کا محرک ہوں تو پھر ثواب ملنے کا بھی امکان ہے۔ کیوں کہ اس کی ہجرت (سفر) محض دنیا کے لیے نہیں ہے اور یہ امکان بھی موجود ہے کہ وہ ثواب سے محروم رہے۔ کیونکہ اس نے عمل آخرت کے ساتھ عمل دنیا کو خلط ملط کر دیا ہے۔ لیکن حدیث میں جو حکم ہے وہ محض نیت کے بارے میں ہے پس جو شخص حج و تجارت دونوں کا ارادہ رکھتا ہو، اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے فقط حصول دنیا کا ارادہ کیا ہے۔ واللہ

سبحانہ تعالیٰ اعلم

### فقہ الحدیث

- ۱- نیت کی درستی کے بغیر عمل درست نہیں ہو سکتا۔
- ۲- انسان کو اچھی نیت پر تو اجرا مل سکتا ہے، مگر اچھی نیت کے بغیر کیے گئے عمل پر اجر نہیں ملے گا۔
- ۳- نیت اور ارادے ہی سے عادت اور عبادت کا فرق واضح ہوتا ہے۔
- ۴- مومن کا اچھا اور نیک ارادہ بھی، اس کے لیے باعث اجر و ثواب ہے۔

- ۵- جو شخص دنیا کے حصول کی نیت کرے گا اس کو دنیا ہی میں یہ چیز دے دی جائے گی لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں رہے گا۔ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزَيَّنَهَا نُوِقِ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ فِيهَا لَا يَبْخَسُونَ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ [سود: ۱۵]
- ۶- ریاء و شہرت کے ارادہ اور دوا و تحسین کی خواہش کی خاطر کیا گیا عمل ہرگز اللہ کے ہاں مقبول نہ ہوگا۔ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ عَمَلًا فِيهِ مَقَالٌ حَبِيبَةٌ مِنْ خَوْذَلٍ مِنْ رِيَاءٍ [ابن رجب بحوالہ مراسل قاسم بن خمیرہ]
- ۷- جو شخص اپنی عبادت و عمل کے فریب میں مبتلا ہو جائے، اس کا عمل ضائع ہو جاتا ہے۔
- ۸- نیت اور عمل کے امتزاج کی ممکنہ صورتیں حسب ذیل ہیں:
- (۱) حسن نیت اور حسن عمل ..... یہ واحد صورت ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے۔
- (۲) حسن نیت اور اعمال سیہ ..... یہ اللہ کے ہاں مقبول نہیں۔
- (۳) فساد نیت اور اعمال حسنہ ..... یہ منافقین کا طرز عمل ہے، جو اللہ کے ہاں مقبول و منظور نہ ہوگا۔
- (۴) فساد نیت اور اعمال سیہ ..... یہ کفار کا طرز عمل ہے اور یہ بھی غیر مقبول یعنی مردود ہے۔





## الحديث الثاني

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَيْضًا قَالَ:

بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فِخْذَيْهِ وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا“ قَالَ صَدَقْتَ، فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ؟ قَالَ: ”أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ“ قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ؟ قَالَ: ”أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ“ قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ؟ قَالَ: ”مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ،“ قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا؟ قَالَ: ”أَنْ تِلِدَ الْأُمَمُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحَفَاةَ الْعَرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ“ ثُمَّ انْطَلَقَ، فَلَبِثْتُ مُلِيًّا، ثُمَّ قَالَ: ”يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مِنَ السَّائِلِ؟“ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: ”فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ“ -

رواه مسلم



## اسلام، ایمان اور احسان

حضرت عمرؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ہم نے دیکھا کہ ایک انتہائی سفید لباس اور سیاہ بالوں والا آدمی ہماری طرف آ رہا ہے۔ نہ تو اس شخص پر سفر کے آثار دکھائی دے رہے تھے اور نہ ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا۔ وہ نبی ﷺ کے پاس (پہنچ کر) بیٹھ گیا اور اپنے گھٹنوں کو آپ ﷺ کے گھٹنوں سے ملا دیا اور اپنی ہتھیلیوں کو آپ ﷺ کی رانوں پر رکھ دیا اور کہا:

اے محمد! مجھے بتائیے کہ اسلام کیا ہے؟

رسول اللہ نے فرمایا:

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَيْضًا قَالَ:

بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَيْهِ عَلَى فَخْذَيْهِ وَقَالَ:

يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ!

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

”اسلام یہ ہے کہ تو شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے، اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے، بشرطیکہ وہاں تک پہنچنے کی (بدنی اور مالی) طاقت ہو۔“

آدمی نے کہا: آپ نے درست فرمایا ہے! (عمر کہتے ہیں) ہمیں اس شخص پر تعجب ہوا کہ خود ہی سوال کر رہا ہے اور خود ہی (جواب کی) تصدیق بھی کر رہا ہے،

(پھر) اس شخص نے کہا: مجھے ’ایمان‘ کے بارے میں بتائیے؟

آپ نے فرمایا: ”(ایمان یہ ہے کہ) تو اللہ پر، ملائکہ پر، آسمانی کتابوں پر، رسولوں پر، یوم آخرت پر اور تقدیر پر ایمان رکھے، خواہ وہ اچھی ہو یا بری!“

اس نے کہا: آپ نے ٹھیک فرمایا ہے! پھر پوچھا: مجھے بتائیے کہ ’احسان‘ کیا ہے؟

اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ، وَتُوْتِيَ الزَّكٰوةَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنْ اِسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا، قَالَ صَدَقْتَ، فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْأَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ،

قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْاِيْمَانِ؟

قَالَ: ”اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ“

قَالَ: صَدَقْتَ،

قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْاِحْسَانِ؟

آپ نے فرمایا: ”(احسان یہ ہے کہ) تو اللہ تعالیٰ کی عبادت (اس کیفیت میں) کرے گویا اس کو (سامنے) دیکھ رہا ہے، اگر تو اس کو دیکھ سکنے کی کیفیت پیدا نہ کر سکتے تو کم از کم یہ کیفیت پیدا کر لے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے“

(اس کے بعد) اس شخص نے کہا: مجھے قیامت کے (وقوع کے) بارے میں بتائیے؟

آپ نے فرمایا: ”جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ اس کے بارے میں پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔“

اس نے کہا: تو پھر اس کی علامات کے بارے میں کچھ بتا دیجئے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”(اس کی نشانیاں یہ ہیں کہ) باندی اپنی مالکہ کو جنم دے گی اور تو ننگے پاؤں اور ننگے بدن بکریوں کے چرواہوں کو تعمیرات میں مقابلہ بازی کرتے دیکھے گا“

(عمر کہتے ہیں) پھر وہ شخص چلا گیا اور میں (آپ ﷺ سے سوال کرنے سے) رکا رہا،

پھر آپ ﷺ نے خود ہی فرمایا:

قَالَ: ”أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ،

فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ“

قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ؟

قَالَ: ”مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ،“

قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا؟

قَالَ: ”أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبَنِيَانِ“

ثُمَّ انْطَلَقَ، فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ:

”اے عمر! کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ سوال کرنے والا کون تھا؟“

”يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟“

میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔

قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ،

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حضرت جبریلؑ تھے (اس طرح بات کر کے) وہ تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔“ (مسلم نے اسے روایت کیا ہے)

قَالَ: ”فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ“، (رواہ مسلم)

### تفہیم الفاظ

اَيْضًا : بھی۔ تکرار کو ظاہر کرتا ہے یعنی پہلی حدیث حضرت عمرؓ کی روایت کردہ ہے اور یہ حدیث بھی آپؐ ہی کی روایت کردہ ہے۔

بَيْنَمَا : اس دوران میں۔

نَحْنُ : ہم

جُلُوسٌ : بیٹھنا

ذَاتِ يَوْمٍ : ایک روز۔ ایک دن

إِذْ طَلَعَ : اچانک طلوع ہوا، اچانک آیا۔

عَلَيْنَا : عَلَيْنَا، اوپر + ہمارے۔ یہاں یہ لفظی ترجمہ نہیں کریں گے بلکہ ”ہمارے پاس“ کریں گے۔

رَجُلٌ : آدمی، اس لفظ سے ملتا جلتا لفظ رَجُلٌ ہے اس کا معنی: پاؤں/قدم ہے۔ دونوں لفظوں کے حروف بالکل ایک ہیں لیکن حرکات [زبر زیر پیش] میں فرق ہے۔

حَدِيثٌ : سخت/بہت زیادہ/انتہائی۔

سفید پن (Whitish)	:	بِیاض
قَوْب [ کپڑا ] کی جمع۔ کپڑے، لباس۔	:	الْبِیَّابُ
سیاہ پن (Blackish)	:	سَوَاد
بال (Hair)، اس سے ملتا جلتا لفظ شِعْر ہے جس کا معنی شاعری ہے۔	:	الشُّعْر
دکھائی نہ دیتا تھا، نظر نہ آتا تھا۔	:	لَا يُرَى
علیٰ + عَلَیْہِ، اوپر اس کے، یعنی اس کے اوپر۔	:	عَلَیْہِ
اَثْرُ السَّفَرِ: سفر کا۔ مرکب اضافی ہونے کی وجہ سے ترجمہ ہوا: سفر کے آثار۔	:	اَثْرُ السَّفَرِ
لا: نہیں/نہ۔ یَعْرِفُ جانتا، ہ: اسے۔ اسے نہ جانتا تھا۔	:	لَا یَعْرِفُہُ
ہم میں سے۔	:	مِنَّا
کوئی	:	اَحَدٌ
وہ بیٹھ گیا، وہ بیٹھا۔ فعل ماضی	:	جَلَسَ
ف: پھر/ اُس کے بعد اَسْنَدَ اس نے ٹیک لگالی، اس نے سہارا لے لیا۔	:	فَاَسْنَدَ
رُكْبَتَیْ + و، دونوں گھٹنے + اپنے، اپنے دونوں گھٹنے۔	:	رُكْبَتَیْہِ
رُكْبَتَیْ اصل میں رُكْبَتَیْنِ تھا جس کی نون ہ کا مضاف ہونے کی وجہ سے گر گئی۔	:	رُكْبَتَیْہِ
فعل ماضی۔ اس نے رکھ دیا۔	:	وَضَعَ
کَفَّی + و: دونوں ہتھیلیاں/ دونوں ہاتھ + اپنے۔ اپنے دونوں ہاتھ۔ لفظ کَفَّی بھی کَفَّیْنِ تھا، ہ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے نون گر گیا اور کَفَّیہ ہو گیا۔	:	کَفَّیہِ
فَحِذِّیْ + و: دونوں ران + اپنے۔ اپنے دونوں ران۔ فَحِذِّیْ بھی فَحِذِّیْنِ تھا، ہ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے اس کا نون گر گیا۔	:	فَحِذِّیْہِ
فعل امر۔ اُنْجِبْ + لی: خبر دیجیے، بتائیے۔ + مجھے۔ مجھے خبر دیجیے، مجھے بتائیے۔	:	اُنْجِبْہِیْ
سے/ متعلق/ بارے میں۔	:	عَنْ
تو گواہی دے/ تو شہادت دے/ تو اقرار کرے۔ تَشْہَدُ اصل میں تَشْہَدُ تھا، اپنے سے پہلے آنے والے اُن کی وجہ سے تَشْہَدُ ہو گیا۔	:	تَشْہَدُ

تُوَقِّمُ : تو قائم کرے/تو اہتمام کے ساتھ ادا کرے/تو پابندی کے ساتھ ادا کرے۔ تُوَقِّمُ کی م کے اوپر زبر بھی تَشْهَدُ سے پہلے آنے والے اُن کی وجہ سے ہے۔ اصل میں اس کی م کے اوپر بھی پیش تھی۔

تُوْتِي : تو ادا کرے/تو دے۔ اس کی ی کے اوپر زبر بھی اُن کی وجہ سے ہے

تَصُومَ : تو روزے رکھے۔ اس کی م کی زبر کا معاملہ بھی تَشْهَدُ، تُوَقِّمُ اور تُوْتِي جیسا ہے۔

تُحِجَّ : توحج کرے۔ بیت اللہ جا کر حج کے دنوں میں مخصوص مناسک ادا کرے۔ تَحُجُّ کی میم کا معاملہ بھی تَشْهَدُ، تُوَقِّمُ، تُوْتِي اور تَصُومُ جیسا ہے۔

الْبَيْتِ : خاص گھر۔ اس سے مراد بیت اللہ [اللہ کا گھر] خانہ کعبہ ہے۔ ال کی وجہ سے خاص ہو گیا۔ ورنہ ہر گھر کو بیت کہا جاسکتا ہے۔

إِنْ : اگر۔ حرف شرط ہے۔

اسْتَطَعْتُ : تو طاقت/استطاعت رکھے۔ یعنی بدنی اور مالی دونوں اعتبار سے بیت اللہ تک سفر کرنے کی استطاعت رکھتا ہو۔

فَعَجِبْنَا : ہم نے تعجب کیا/ہمیں تعجب ہوا۔ (یہ حضرت عمر بن خطاب کا قول ہے)

الْقَدْرِ : تقدیر

تَعْبُدُ : تو عبادت کرے۔ اس کی د پر زبر بھی پہلے آنے والے اُن کی وجہ سے ہے اصل میں یہ تَعْبُدُ تھا۔

كَأَنَّكَ : گویا/جیسے کہ + كَأَنَّكَ : گویا تو/جیسے کہ تو۔

تَرَاهُ : تری+ہ = تم دیکھتے ہو/تم دیکھ رہے ہو+اے۔ تم اسے دیکھ رہے ہو۔

فَإِنْ لَّمْ : اور اگر۔ لَمْ : نہ/نہیں۔

السَّاعَةِ : مخصوص لمحہ/قیامت۔ یہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

مَا : نہیں۔

الْمَسْئُولُ : جس سے سوال کیا گیا ہو/جس سے پوچھا گیا ہو۔ یہاں مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

أَعْلَمَ : زیادہ علم رکھنے والا۔

- السَّائِلِ : سوال کرنے والا/ پوچھنے والا۔ یہاں حضرت جبریلؑ مراد ہیں۔
- أَمَارَاتِهَا : أَمَارَاتٌ + هَا: علامات/ نشانیاں + اس کی، یعنی قیامت کی نشانیاں۔ أَمَارَاتٌ کی واحد أَمَارَةٌ ہے۔
- تَلَدٌ : جنم دے گی۔ مَوْنٌ، فعل مضارع (ماذہ ولد)
- الْأُمَّةُ : لوٹری/ کثیر۔ لفظ أُمَّة اس سے ملتا جلتا ہے۔ حرکات کافرق ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔
- رَبَّتْهَا : رَبَّةٌ + هَا: مالکہ + اپنی۔ اپنی مالکہ کو۔
- الْحَفَاةُ : حَفِيٌّ کی جمع، ننگے پاؤں والے۔ پاؤں میں جوتے نہ پہننے والے لوگ۔
- الْعُرَاةُ : عُورٌ کی جمع۔ ننگے بدن والے۔ لباس زیب تن نہ کرنے والے۔
- الْعَائِلَةُ : عَائِلٌ کی جمع۔ دولت و ثروت سے تہی دست لوگ۔ فقیر لوگ۔
- رِعَاءُ : رَاعٍ کی جمع۔ چرواہے/ گڈریے۔ چوپایوں کو پال کر اپنی گزر بسر کرنے والے لوگ۔
- الشَّاءُ : شَاءَةٌ کی جمع۔ بھیڑیں۔ مراد بھیڑ بکریاں ہے۔
- يَطْعَاوُلُونُ: ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر بلند کریں گے۔ یہ لفظ باب تفاعل سے ہے۔ جس میں مقابلہ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔
- الْبُنْيَانُ : عمارتیں/ تعمیرات۔
- نَمٌّ : پھر/ اس کے بعد۔
- إِنطَلَقَ : وہ چلا گیا۔
- قَلْبِيَتْ : ق: تو + لَبِيَتْ: میں رکا رہا/ ٹھہرا رہا۔
- مَلِيًّا : کچھ وقت۔
- أَتَدْرِي : کیا + تو جانتا ہے؟/ کیا تجھے معلوم ہے؟
- أَنَا + كُمْ: وہ آیا + تمہارے پاس۔
- يُعَلِّمُكُمْ : تعلیم دینے + كُمْ: تمہیں۔ تمہیں تعلیم دینے کے لیے/ تمہیں سکھانے کے لیے۔
- دِينَكُمْ : دین + كُمْ: تمہارا۔

## شرح الحدیث

### ایمان اور اسلام میں فرق

لغت میں ایمان سے مراد محض تصدیق ہے اور شریعت میں خاص تصدیق کو ایمان کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ، اس کی کتب، اس کے رسل، یومِ آخرت اور اچھی بری تقدیر کو مانا جائے، جبکہ اسلام واجبات پر عمل کرنے کا نام ہے۔ یعنی ظاہری اعمال میں فرمانبرداری اختیار کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی ایمان اور اسلام کے درمیان فرق کیا ہے جیسا کہ اس حدیث میں بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا (الحجرات: ۱۳) ”بدوی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے (اے پیغمبر! ان سے) کہہ دیجیے کہ تم ایمان نہیں لائے، بلکہ یہ کہو کہ ہم اسلام لے آئے۔“ اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لیے فرمائی ہے کہ منافقین نماز پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، صدقات دیتے تھے، لیکن دل سے ان چیزوں کا انکار کرتے تھے۔ لہذا جب انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ صاحب ایمان ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دعویٰ میں جھوٹا قرار دے دیا۔ اس لیے کہ وہ دلی طور پر ایمان کا انکار کرتے تھے، البتہ ان کے دعوے اسلام کی تصدیق کر دی کیونکہ وہ اسلام کے ظاہری اعمال میں فرمانبرداری کا اظہار کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کو ان الفاظ میں بھی بیان فرمایا ہے: إِذَا جَاءَكَ الْمُتُفِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ ط وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُتُفِقِينَ لَكَاذِبُونَ (المتفقون: ۱) ”اے نبی! جب یہ منافق تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ”ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔“ ہاں، اللہ جانتا ہے کہ تم ضرور اس کے رسول ہو، مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعی طور پر جھوٹے ہیں۔“ یعنی وہ رسالت کی گواہی کے دعوے میں اس لیے جھوٹے ہیں کہ ان کے دل اس بات کے مخالف ہیں اور ان کی زبانیں ان کے دلوں سے مطابقت نہیں رکھتیں اور شہادت بالرسالت کے لیے زبان کا دل سے موافق ہونا ضروری ہے۔ لہذا جب وہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جھوٹ کے پل کو کھول کر رکھ دیا۔

جب آدمی کے اسلام کے صحیح ہونے کی شرط ایمان، ٹھہری تو اللہ تعالیٰ نے اس زمرے سے ان لوگوں کو الگ کر کے بیان کر دیا جو مومن بھی ہیں اور مسلم بھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

(الذاریات: ۳۵، ۳۶) ”پھر ہم نے وہاں موجود لوگوں میں سے مومنین کو نکال لیا اور ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا وہاں کوئی گھر نہ پایا“ یہ استثنا شرط اور مشروط کے درمیان اتصال سے وابستہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ”نماز“ کو بھی ”ایمان“ کہا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّعَ إِيمَانَكُمْ ”اور اللہ تعالیٰ (ایسا نہیں) ہے کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے“۔ دوسری جگہ فرمایا: مَا كُنْتُمْ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ (اے نبی!) ”آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہیں جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے“۔ ان دونوں آیات میں ”ایمان“ سے مراد ”نماز“ ہے۔

« ایک دوسری حدیث میں ایمان کے بارے میں یوں آتا ہے:

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ، وَجَدَ بَيْنَهُنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْفُرَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ كَمَا يَكْفُرُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ<sup>(۱)</sup>

”حضرت انسؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں جس شخص کے اندر ہوں گی وہ ان کے ذریعے ایمان کی چاشنی محسوس کرے گا: (۱) جس کو اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ محبوب ہو۔ (۲) اگر کسی آدمی سے محبت کرے تو محض اللہ کی خاطر کرے۔ (۳) اور جس طرح اُسے جہنم میں پھینک دیا جانا ناگوار ہو اسی طرح کفر کی طرف پلٹ جانا اس کو ناگوار ہو جس کفر سے اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دی تھی۔ ایک دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے اسلام اور ایمان کی تشریح یوں فرمائی:

عَنْ عَمْرٍو بْنِ عَبْسَةَ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: طَيْبُ الْكَلَامِ، وَإِطْعَامُ الطَّعَامِ فَقُلْتُ: مَا الْإِيمَانُ؟ قَالَ: الصَّبْرُ وَالسَّمَاخَةُ قُلْتُ: أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لَسَانِهِ وَيَدَيْهِ قُلْتُ: أَيُّ الْإِيمَانِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الْخَلْقُ الْحَسَنُ<sup>(۲)</sup>

”حضرت عمرو بن عبسہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں، میں نے (رسول اللہ ﷺ سے) پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: شاکستہ گفتگو کرنا اور (اللہ کی راہ میں) کھانا کھلانا! (حضرت عمرو

(۱) صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من کره أن يعود فی الکفر کما یکره..... الخ ۲۱

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال من اتصف بہن وجد حلاوة الایمان ۴۳ واللفظ له

(۲) شعب الایمان للبیہقی، حدیث رقم ۷۷۸۷

کہتے ہیں)

پھر میں نے پوچھا: ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: صبر اور ساحت!  
میں نے عرض کیا: کونسا اسلام افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: (اس آدمی کا اسلام) جس کے ہاتھ اور زبان سے  
مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچے!

(حضرت عمرو کہتے ہیں) میں نے پوچھا: افضل ایمان کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا اخلاق! ﴿﴾

### قدر [تقدیر] کا مفہوم

قدر (تقدیر) کو قدر اور قدر دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے۔ اہل حق تقدیر کے اثبات کے قائل ہیں۔  
اثبات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے ازل سے ہی اشیاء کا اندازہ (Precise calculation) قائم کر رکھا ہے  
اور یہ بات اس کے علم میں ہے کہ یہ اشیاء معلوم اوقات اور معلوم مقامات پر اسی طرح واقع ہوں گی جس طرح ان  
کے بارے میں اس نے اندازہ قائم کیا ہے۔ ہر چیز کا وزن، حجم، معین مقدار، اس کی حدود (Limits)، امکانات  
(Scope) وغیرہ سب اللہ کے علم میں ہے۔

### تقدیر کی اقسام

تقدیر کی چار (۴) اقسام ہیں:

پہلی قسم: تقدیر فی العلم ہے: کہا گیا ہے:

”عنایت، ولایت سے پہلے ہوتی ہے“ [یعنی کسی پر توجہ اور مال اس سے دوستی و تعلق ہونے سے پہلے خرچ  
کیا جائے]

سعادت، ولادت سے پہلے ہوتی ہے [یعنی انسان کی خوش بختی یا بد بختی اس کی پیدائش سے پہلے لکھی جا چکی  
ہوتی ہے]

لواحق، سوابق پر مبنی ہوتے ہیں۔ [یعنی بعد میں ہونے والے کام، پہلے کاموں کا نتیجہ ہوتے ہیں]  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **يَوْمَئِذٍ يُنْفِثُ الْوَيْسُفُكَ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ** ”اس کے خلاف اسی شخص کو بہکایا جاسکتا ہے جو پہلے ہی بہکایا  
جا چکا ہے“ یعنی قرآن سننے اور اس پر ایمان لانے سے اسی شخص کو بہکا دھکا اور بہلا پھسلا کر پھیرا جاسکتا ہے

جوازل سے ہی پھیرا جا چکا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: لَا يَهْلِكُ عَلَى اللَّهِ إِلَّا هَالِكٌ..... یعنی اللہ کے علم میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ یہ آدمی ہلاک ہوگا۔

دوسری قسم: تقدیر فی اللوح المحفوظ ہے: یہ وہ تقدیر ہے، جس کا بدلنا ممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّثُ وَ عِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ (الرعد: ۳۹)

”اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے اور ام الكتاب اسی کے پاس ہے۔“

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے: ”اے اللہ! اگر تو نے مجھے شقی لکھ دیا ہے تو اس کو مٹا دے اور مجھے سعید لکھ دے۔“

تیسری قسم: تقدیر فی الرحم ہے: تقدیر فی الرحم یہ ہے کہ آدمی کی پیدائش سے قبل فرشتے کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اس کے رزق، عمر، عمل اور شقی و سعید ہونے کے بارے میں لکھ دے۔

چوتھی قسم: تقدیر: یعنی جن اشیاء کے واقع ہونے کا پلان۔ منسوبہ بندی کیا گیا ہے ان کو مقررہ اوقات تک لے جانا، خیر اور شر کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے، اس چیز کو معلوم و معین اوقات میں بندے تک پہنچنے کا بھی اس نے پلان فرما رکھا ہے۔

خیر اور شر کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: قُلْ أَعُوذُ بِوَجْهِ الْفَلَقِ. مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ”کہہ دیجئے! میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں، اس چیز کے شر سے، جو اس نے پیدا کی ہے۔“

یہ تقدیر کی وہ قسم ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر مہربان ہو جائے تو اسے آدمی تک پہنچنے سے پہلے نال سکتا ہے۔ حدیث رسول کریمؐ ہے: إِنَّ الصَّدَقَةَ وَصَلَةَ الرَّحِمِ يَرْبِذُ اللَّهُ بِهِمَا فِي الثَّمَرِ وَيَذْفَعُ بِهِمَا مِثْقَةَ السُّوءِ وَيَذْفَعُ اللَّهُ بِهِمَا الْمَكْرَةَ وَالْمَحْدُورَ. (۴) ”یقیناً صدقہ اور صلہ رحمی کے ذریعے اللہ تعالیٰ عمر میں اضافہ کرتا ہے اور ان کے ذریعے بُری موت کو نال دیتا ہے اور ان کے ذریعے ناگوار و خطرناک چیز کو دور کر دیتا ہے۔“

ایک بار امام احمد بن حنبل کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: مجھے بصیرت کیجئے۔ امام علیہ الرحمہ نے فرمایا:

(۴) (مجمع الزوائد ۸/۱۵۱) بیہی کہتے ہیں اس کی سند میں صالح المری ضعیف راوی ہے۔

- ☆ اگر تیرے رزق کی ذمہ داری اللہ نے لے رکھی ہے تو تیرا یہ رزق کی تلاش میں مارا مارا پھرنا کیسا؟
  - ☆ اگر اللہ کی طرف سے سخاوت کا بدلہ ملنا برحق ہے تو تیرا یہ بخل کیسا؟
  - ☆ اگر جنت برحق ہے تو دنیا کا یہ آرام کیسا؟
  - ☆ اگر جہنم برحق ہے تو تیری یہ معصیت کیسی؟
  - ☆ اگر منکر نکیر کے سوال برحق ہیں تو دنیا کے ساتھ تیری یہ محبت کیسی؟
  - ☆ اگر دنیا فانی ہے تو تیرا یہاں اطمینان کے ساتھ رہنا کیسا؟
  - ☆ اگر حساب برحق ہے تو یہ دنیا کا مال و دولت جمع کرنا کیسا؟ اور
  - ☆ اگر یہ سب کچھ قضاء و قدر کے مطابق ہے تو پھر تیرا یہ خوف کیسا؟
- مقامات العلماء کے مصنف نے ذکر کیا ہے کہ دنیا کی پچیس اقسام ہیں۔

- ۱- پانچ کا تعلق قضاء و قدر کے ساتھ ہے۔ جن میں رزق، اولاد، اہل، بادشاہی اور عمر شامل ہیں۔
  - ۲- پانچ کا تعلق اجتہاد (کوشش) سے ہے۔ ان میں جنت، دوزخ، عفت، گھڑ سواری اور کتابت شامل ہیں۔
  - ۳- پانچ کا تعلق عادت سے ہے۔ ان میں کھانا، نیند، چلنا پھرنا، قضائے حاجت اور نکاح شامل ہیں۔
  - ۴- پانچ کا تعلق جوہر سے ہے۔ ان میں زہد و تقویٰ، ذہانت، جدوجہد، جمال اور ہیبت شامل ہیں۔
  - ۵- پانچ کا تعلق وراثت سے ہے۔ ان میں دولت، سخاوت، صدق، امانت اور صلہ رحمی شامل ہیں۔
- یہ تمام چیزیں آپ کے اس قول کہ ”ہر چیز قضاء و قدر کے مطابق ہوتی ہے“ کے خلاف نہیں ہیں۔ آپ کے اس قول کے مفہوم میں یہ شامل ہے کہ بعض امور کسی سبب سے واقع ہوتے ہیں اور بعض بغیر سبب کے واقع ہو جاتے ہیں۔ جبکہ ہوتا سب کچھ قضاء و قدر کے مطابق ہی ہے۔
- [قضاء و قدر کی مزید وضاحت کے لیے دیکھیے حدیث ۴]

### عبادت میں احسان کا مفہوم

آپ ﷺ نے احسان کے بارے میں فرمایا ہے: ”احسان یہ ہے کہ تو اس طرح عبادت کرے گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔“ یہ مشاہدہ کا مقام ہے، کیونکہ جو شخص یہ طے کرتا ہے کہ مالک کائنات کا مشاہدہ کرے تو اس کو شرم محسوس ہوتی ہے کہ وہ نماز میں کسی اور کی طرف التفات کرے یا اپنے دل کو کسی اور کے ساتھ مشغول رکھے۔ احسان

کا مقام صدیقین کا مقام ہے۔

آپ ﷺ کے ارشاد: ”وہ (اللہ) تجھے دیکھ رہا ہے“ کا مطلب یہ ہے کہ اگر غفلت کی حالت میں نماز پڑھی جائے تو وہ کیفیت پیدا نہیں ہو سکتی جو انتہائی طور پر مطلوب ہے تاہم اتنا تو ہونا چاہئے کہ آدمی یہ کیفیت پیدا کر کے ہی ادائیگی میں مصروف رہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔ [یہ مراقبہ ہے، جو ایک کم تر درجہ ہے۔]

« قرآن مجید میں احسان کا ذکر کہیں ایمان کے ساتھ ہوا ہے، کہیں اسلام کے ساتھ اور کہیں تقویٰ اور عمل کے ساتھ اس سلسلے کی چند آیات ذیل میں درج کی جا رہی ہیں:

احسان کا ذکر ایمان کے ساتھ:

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (المائدہ: ۹۳)

”جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کرنے لگے انہوں نے پہلے جو کچھ کھایا یا پیا تھا اس پر کوئی گرفت نہ ہوگی بشرطیکہ وہ آئندہ ان چیزوں سے بچے رہیں جو حرام کی گئی ہیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اچھے کام کریں، پھر جس جس چیز سے روکا جائے اس سے رکھیں اور جو فرمان الہی ہو اس پر حقیقی ایمان رکھیں پھر خدا ترسی کے ساتھ احسان کی روش اختیار کریں۔ اللہ نیک کردار (محسنین) لوگوں کو پسند کرتا ہے۔“

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا (الكهف: ۳۰)

”وہ لوگ جو ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں، تو یقیناً ہم نیکو کار (محسن) لوگوں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتے۔“

احسان کا ذکر اسلام کے ساتھ:

بَلَىٰ، مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ (البقرہ: ۱۱۲)

”حق یہ ہے کہ جو بھی مسلم ہو جائے یعنی اپنی ہستی کو اللہ کی اطاعت میں سوپ دے اور عملاً نیک روش پر چلے، اس کے لیے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے۔“

وَمَنْ يُسَلِّمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ (الزمر: ۲۲)

”جو شخص مسلم ہو جائے یعنی اپنے آپ کو اللہ کے حوالہ کر دے اور عملاً وہ محسن یعنی نیک ہو، اس نے فی الواقع ایک بھروسے کے قابل سہارا تھام لیا۔“

احسان کا ذکر تقویٰ کے ساتھ:

لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ (یونس: ۲۶)

”جن لوگوں نے احسان یعنی بھلائی کا طریقہ اختیار کیا، ان کے لیے بھلائی ہے اور مزید فضل بھی۔“

[احسان کی مزید وضاحت کے لیے دیکھیے حدیث ۱۲، ۱۷]

## قیامت کب آئے گی؟

نبی کریم ﷺ نے قیامت کے بارے میں جبریلؑ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ”اس بارے میں مسئول، سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔“ آپ ﷺ کا یہ جواب اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ نہیں جانتے تھے کہ قیامت کب آئے گی، بلکہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی پاس رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ..... (لقمان: ۳۴) ”یقیناً اللہ ہی ہے، جس کے پاس قیامت کا علم ہے۔“ دوسری جگہ فرمایا: نَقُلْتُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ، لَا تَاْتِيكُمْ اِلَّا بَغْتَةً (الاعراف: ۱۸۷) ”آسمانوں اور زمین پر وہ بڑا سخت وقت ہوگا، وہ تم پر اچانک آجائے گا۔“

ایک اور مقام پر فرمایا: وَمَا يُذَرِّبُكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيْبًا..... (الاحزاب: ۶۳) ”اور تمہیں کیا معلوم؟ ہو سکتا ہے قیامت عنقریب واقع ہو جائے۔“

جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ دنیا کی عمر ستر ہزار سال ہے یا ایسی ہی دیگر باتیں کرتے ہیں یہ سب باتیں باطل ہیں، اور جو لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں وہ غیب کی خبر دینے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ ایسا اعتقاد رکھنا جائز نہیں ہے۔

## قیامت کی دو نشانیاں

لوٹھی کا اپنے مالک کو جنم دینا:

”فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا؟ قَالَ: أَنْ قَلِدَ الْأُمَّةَ رَبَّتْهَا فِي لَفْظِ أَمَارَاتٍ، كِي وَاحِدًا أَمَارًا وَأَمَارَةً دُونِ طَرَحٍ آتِيَةٌ هِيَ رِبَّةٌ كِي جَكَ دَبُّ بَعْضِ رَوَايَاتٍ فِي آيَاتِهِ۔ اَكْثَرُ عُلَمَاءَ كَا كَهْتَا هِي كِي يَه لَوْطِيُوں اَوْر اِن كِي اَوْلَاد كِي كَثْرَت كِي بَارِي مِيں خَبْر هِي، اِپْنِي مَالِك كِي نَطْفِي سِي جَنْم لِيْنِي وَالِي اِن كِي اَوْلَاد اِن كِي مَالِك كِي حَيْثِيْت هِي رَكْهْتِي هِي۔ كِيونكِي آدِي كَامَال، اِس كِي اَوْلَاد كُو بِي نَشْطَلِ هُوْتَا هِي۔ يِه بِي كِي كِهَا مِيَا هِي كِه اِس كَا مَطْلَب يِه هِي كِه لَوْطِيَا بَادِشَاهُوں كُو

جنم دیں گی اور ماں ہوتے ہوئے بھی وہ ان کی رعایا میں ہی شمار ہوں گی۔ ایک مفہوم یہ لیا گیا ہے کہ ایک شخص کے ہاں لوٹھی سے بیٹا پیدا ہوا اب وہ آدمی اس لوٹھی کو فروخت کر دیتا ہے تو اس کا بیٹا جوان ہو کر اپنی اس ماں کو خرید کر آزاد کرالیتا ہے تو یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

۲- چرواہوں کا تعمیرات میں مقابلہ بازی کرنا:

آپ ﷺ نے فرمایا ہے: "أَنَّ تَرَى الْحَفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَسْطَاوُلُونَ فِي الْبُنْيَانِ" آپ دیکھیں گے کہ ننگے پاؤں اور ننگے بدن رہنے والے فقیر چرواہے عمارات پر فخر کر رہے ہوں گے۔"

عالة سے مراد فقراء ہیں عائل کا معنی فقیر اور عیلة فقر و تکدستی کو کہتے ہیں۔ رعاء کی جگہ رعایا بھی مستعمل ہے۔ اس سے مراد یہاں قسم کے اہل فقر و فاقہ ہیں کہ یہ لوگ عمارتیں تعمیر کر کے ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ کیونکہ دنیا ان کے لیے کھل جائے گی اور ان کے پاس دولت کی فراوانی ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ وہ عمارتوں کی تعمیر میں مقابلہ بازی کرنے لگیں گے۔

حدیث میں قَلْبِيَتْ مُلِيَا (میں سوال کرنے سے رکا رہا) کے الفاظ قَلْبِيَتْ مُلِيَا (وہ رکا رہا) بھی آئے ہیں یہ دونوں طرح صحیح ہے۔ مُلِيَا کا معنی طویل وقت ہے۔ ابو داؤد، اور ترمذی کی روایت میں تین دن کا ذکر ہے اور بخاری کی شرح السنہ میں تین دن سے اوپر کا ذکر ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ تین راتوں کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو یہ بات بتائی۔

اگر سوال کرنے سے رکے رہنے کی مدت کو تین روز خیال کر لیا جائے تو یہ بات بظاہر حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت کے خلاف جاتی ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے: ثُمَّ أَذْهَبَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رُدُّوْا عَلَيَّ الرَّجُلَ، فَأَخَذُوا يَرُدُّوْنَهُ فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ ﷺ هَذَا جَبْرِيْلُ..... "پھر وہ آدمی چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس آدمی کو واپس میرے پاس بلاؤ، لوگ بلانے کے لیے گئے تو ان کو باہر کوئی چیز نظر نہ آئی (انہوں نے آ کر آپ ﷺ کو بتایا تو) آپ ﷺ نے فرمایا یہ جبریلؑ تھے۔"

ان دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ جب آپ ﷺ نے یہ بات بتائی تھی ممکن ہے حضرت عمرؓ اس وقت وہاں موجود نہ ہوں، بلکہ وہ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے ہوں اور نبی ﷺ نے وہاں موجود لوگوں کو یہ بتا دیا ہو کہ یہ شخص جبریلؑ تھے اور حضرت عمرؓ کو تین روز بعد بتایا ہو۔

دين، تينوں چيزوں ايمان، اسلام اور احسان پر مشتمل ہے۔

”یہ جبریلؑ تھے جو تمہیں تمہارا دين سکھانے آئے تھے“ آپ ﷺ کے اس فرمانِ گرامی میں یہ دليل موجود ہے کہ ايمان، اسلام اور احسان تمام چيزوں کا نام دين ہے۔ اس حديث میں یہ دليل بھی ہے کہ تقدیر پر ايمان رکھنا اور ایسے امور میں غور و خوض کو ترک کر دینا واجب ہے اور قضاء و قدر پر راضی رہنا بھی لازم ہے۔

### فقہ الحدیث

- ۱- ايمان اور اسلام دو الگ الگ کیفیتوں کا نام ہے۔ اسلام اللہ تعالیٰ کی ظاہری فرمانبرداری کا نام ہے اور ايمان دل سے دی جانے والی شہادت یا اقرار کو کہتے ہیں۔
- ۲- اسلام تجھی ذریعہ نجات بنے گا، جب ايمان اس کی تائید کرے۔
- ۳- تقدیر پر ايمان ضروری ہے لیکن اس پر بحث و کرید مناسب نہیں ہے۔
- ۴- احسان دو قلبی احساسات کا نام ہے:
  - ۱- انسان کے اندر یہ طلب اور احساس پیدا ہونا کہ میں عبادت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکوں۔ یہ احسان کا اعلیٰ درجہ ہے، اس کو مشاہدہ کہتے ہیں۔
  - ۲- انسان کا اس احساس کے ساتھ عبادت کرنا کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ احسان کا ادنیٰ درجہ ہے اس کو مراقبہ کہا جاتا ہے۔
- ۵- قیامت کے واقع ہونے کا علم رسول اللہ ﷺ کو بھی نہیں تھا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ البتہ قربِ قیامت کی کچھ نشانیاں ہیں، جن میں سے دو اس حديث میں بیان ہوئی ہیں۔ اس حديث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مکمل اور اکمل علم رکھنے والا عالم الغیب صرف اللہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں ہیں۔
- ۶- اسلام، ايمان اور احسان کا مجموعی نام دين ہے۔





الحدیث الثالث

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ  
عَنْهُمَا قَالَ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ  
شَهَائِدٍ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَأَقَامَ  
الصَّلَاةَ، وَآتَى الزَّكَاةَ، وَحَجَّ الْبَيْتِ، وَصَوْمَ رَمَضَانَ -“  
رواه البخاري ومسلم

## اسلام کی پانچ (۵) بنیادیں

ابو عبدالرحمن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: اسلام کی عمارت پانچ چیزوں پر استوار ہوئی ہے۔ اس گواہی پر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنے پر، اور زکوٰۃ ادا کرنے پر، اور بیت اللہ کا حج کرنے پر اور رمضان کے روزے رکھنے پر“

(اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ  
بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسِ شَهَادَةٍ  
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا  
رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ،  
وَإِتْيَاءُ الزُّكَاةِ، وَحَجُّ الْبَيْتِ،  
وَصَوْمُ رَمَضَانَ،

(رواه البخاری و مسلم)

تفہیم الفاظ

سَمِعْتُ : میں نے سنا۔ فعل ماضی۔

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : رسول اللہ ﷺ / کو۔

- یَقُولُ : فرماتے ہوئے/بیان کرتے ہوئے۔
- بُنِيَ : بنیاد رکھی گئی ہے/بنیاد قائم کی گئی ہے۔
- الاسْلَامُ : اسلام کی۔
- عَلَى خَمْسٍ : علی، پر، خَمْسٍ : پانچ، عَلَى خَمْسٍ : پانچ پر، یعنی پانچ چیزوں پر۔
- شَهَادَةٌ : گواہی، شہادت۔ ایسا بیان جو بصیرت و بصارت سے حاصل ہونے والے علم کی بنیاد پر دیا جائے۔
- أَنَّ : یہ کہ۔
- لَا إِلَهَ : کوئی حقیقی الٰہ نہیں۔
- إِلَّا اللَّهُ : اِلَّا : مگر/سوائے، اللَّهُ : اللہ تعالیٰ۔ اِلَّا اللَّهُ : اللہ کے سوا/مگر اللہ تعالیٰ۔
- أَنَّ : بلاشک و شبہ، یقیناً۔
- رَسُولَ اللَّهِ : اللہ کے رسول ہیں۔ مرکب اضافی۔
- إِقَامَ الصَّلَاةِ : قائم کرنا۔ الصَّلَاةِ : نماز کا۔ اِقَامَ الصَّلَاةِ : نماز کا قائم کرنا۔ یہ بھی مرکب اضافی ہے۔ لفظ الصَّلَاةِ کی ة کے نیچے زیر اسی وجہ سے آئی ہے۔ صَّلَاةٌ کالغوی معنی دعاء، توجہ اور رحمت ہے۔ شرع میں عبادت کا ایک مخصوص طریقہ صَّلَاةٌ کہلاتا ہے۔
- اِيتَاءِ الزَّكَاةِ : اِيتَاءٌ : ادا کرنا۔ الزَّكَاةِ : زکوٰۃ کو۔ یہ بھی مرکب اضافی ہے۔ اِيتَاءِ الزَّكَاةِ : زکوٰۃ کا ادا کرنا۔ لفظ زکوٰۃ کی ة کے نیچے زیر مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ زکوٰۃ کالغوی معنی ترقی، اضافہ، نشوونما اور پاکیزگی ہے۔ شرع میں وہ صدقہ زکوٰۃ کہلاتا ہے، جو ایک مالدار مسلمان پر سال گزرنے کے بعد عاید ہوتا ہے اور غریبوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔
- حَجَّ الْبَيْتِ : حَجَّ : حج کرنا۔ الْبَيْتِ : خاص بیت کا۔ حَجَّ الْبَيْتِ : بیت اللہ کا حج کرنا۔ یہ بھی مرکب اضافی ہے۔ الْبَيْتِ کی ت کے نیچے اسی وجہ سے زیر آئی ہے۔ حج کالغوی معنی قصد اور ارادہ ہے۔ اصطلاح میں خانہ کعبہ پہنچ کر مخصوص ایام میں مخصوص مناسک ادا کرنا حج کہلاتا ہے۔
- صَوْمَ رَمَضَانَ : صَوْمٌ : روزہ رکھنا۔ رَمَضَانَ : رمضان کا۔ صَوْمٌ رَمَضَانَ : رمضان کا روزہ رکھنا۔ مرکب اضافی ہے۔ لفظ رَمَضَانَ کی نون پر لکھنے اور پڑھنے میں زبر ہے، غیر منصرف اسماء پر زیر کے

بجائے زبر آتا ہے۔ صوم کا لغوی معنی رک جانا ہے۔ اصطلاح شریعت میں طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات سے رکنے رہنے کو صوم کہا جاتا ہے۔

## شرح الحدیث

نبی ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ ”اسلام کی عمارت پانچ چیزوں پر استوار ہے“، اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص ان پانچ چیزوں پر عمل کا اہتمام کرے گا اس کا اسلام معتبر ہوگا۔ جس طرح مکان کے وجود کی ابتدا ستونوں اور بنیادوں سے ہوتی ہے اسی طرح عمارت اسلام کے وجود کی ابتدا بھی اس کے ارکان سے ہوتی ہے، اور ان ارکان کی تعداد پانچ بتائی گئی ہے، یہاں پر اسلام کو عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے، یہ ایک معنوی تشبیہ ہے، جو ایک محسوس ہو سکنے والی چیز کے ساتھ دی گئی ہے، یہاں پر اس تشبیہ کا مقصد یہ بات سمجھانا ہے کہ جس طرح کسی عمارت کا کوئی ایک ستون گر جائے تو وہ عمارت مکمل نہیں غیر مکمل ہوگی اور زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکے گی۔ یہی حال ارکان اسلام کا ہے۔

معنوی عمارت کا مفہوم سمجھانے کے لیے کسی شاعر نے کہا ہے:

بَنَّا لِمُؤْمِرٍ بِأَهْلِ الدِّينِ مَا صَلُّوا      وَإِنْ تَوَلَّوْا فَبِالْأَشْرَارِ تُنْقَادُ  
لَا يَصْلُحُ النَّاسُ فَوْضَى لَا سَرَاةَ لَهُمْ      وَلَا سَرَاةَ إِذَا جُهِأَ لَهُمْ سَادُوا  
وَالْبَيْتُ لَا يَتْنَبِي إِلَّا لِعَمَدٍ      وَلَا عِمَادٍ إِذَا لَمْ تُرْمَسْ أَوْ تَادُ

”جب تک اہل دین کا کردار ٹھیک رہے گا، معاملات بھی بہتر طور پر انجام پاتے رہیں گے۔ اگر اہل دین ہی فرض کو ادا کرنے سے منہ پھیر لیں تو معاملات برے لوگوں کے ہاتھ میں چلے جائیں گے۔ اور وہ جیسے چاہیں گے ان کو چلائیں گے۔ ایسے منتشر لوگ ٹھیک نہیں ہو سکتے، جن کا کوئی قائد لگیش ہی نہ ہو اور جب جاہل لوگ ان کی سیادت و قیادت کرنے لگیں گے تو ان کا قائد جیش کیونکر پیدا ہو سکے گا، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ستون کے بغیر مکان کھڑا نہیں ہو سکتا اور جب تک میخیں نہ ٹھونگی جائیں، ستون مضبوط اور قائم نہیں ہو سکتا۔“

اللہ تعالیٰ نے بنیاد یعنی ستونوں کی اہمیت کی مثال مومنین و منافقین کے سامنے یوں بیان کی ہے: اَقْمِنِ

أَسَسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٍ أَمْ مَنْ أَسَسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَالْتَّهَارَ بِهِ فِي نَارٍ جَهَنَّمَ (التوبہ: ۱۰۹) ”کیا وہ شخص انجام کے لحاظ سے کامیاب نہیں جس کے فعل کی بنیاد اللہ کے خوف اور رضا پر رکھی گئی ہو یا وہ جس نے اپنی عمارت ایک وادی کی کھوکھلی بے ثبات گھر پر اٹھائی ہو اور وہ اسے لے کر سیدھی جہنم کی آگ میں جاگری؟“

مومن کی عمارت کو ایک ایسی عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے جو مضبوط پہاڑ کے درمیان چوٹی پر استوار کی گئی ہو، ایسی عمارت کے انہدام کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں جبکہ کافر کی عمارت کو ایک ایسی عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی بنیاد ایک پتے ہوئے دریا کے کنارے رکھی گئی ہو کہ اس عمارت کے قائم رہنے کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی کیونکہ دریا کے کنارے تو اس کی بنیادیں ریت پر ہیں جو نہی یہ کنارے گریں گے عمارت بھی گر جائے گی اور دریا کی نذر ہو کر نیست و نابود ہو جائے گی، مطلب یہ کہ کافر جہنم میں چلا جائے گا۔

## اسلام کی اعلیٰ اور ادنیٰ قسم

حدیث میں ان پانچ چیزوں کو اصل اور بنیاد کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جبکہ باقی فرائض و مستحبات کو عمارت اسلام کو مکمل اور تمام کرنے والے عناصر کہا گیا ہے، ان کی حیثیت ان اشیاء کی ہے، جو عمارت کو مزین کرنے والی ہوتی ہیں۔ حدیث رسول میں وارد ہے کہ: **الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً أَحْلَاهَا قَوْلٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَذْنَاهَا إِمَاطَةٌ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ** (۱) ”ایمان کی اتالی کے قریب اقسام ہیں، ان میں سے اعلیٰ قسم لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور ادنیٰ قسم راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا ہے۔“

اس حدیث میں حج بیت اللہ کا ذکر صوم رمضان سے قبل آیا ہے، یہ صرف ترتیب کے اعتبار سے ہے، جبکہ صوم رمضان کی فرضیت حج سے قبل کی ہے، ایک دوسری روایت میں صوم رمضان کا حج سے قبل ذکر کیا گیا ہے۔

[اس حدیث کی مزید وضاحت کے لیے دیکھیے حدیث ۲۲۰۸]

## فقہ الحدیث

- ۱- اسلام کے بنیادی عناصر، ارکان اور ستون: توحید و رسالت، نماز، زکوٰۃ، حج اور رمضان کے روزے ہیں باقی چیزیں ان عناصر پر قائم ہونے والی عمارت میں ٹھیکیلی کردار ادا کرتی ہیں۔
- ۲- کلمہ شہادت کا تعلق ایمانیات اور عقیدے سے ہے۔
- ۳- نماز ایک بدنی عبادت ہے۔ روزِ حشر سب سے پہلے اسی کے بارے میں پرسش ہوگی۔ یہ فرض عین ہے۔
- ۴- زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے۔ یہ امت محمدیہ کے امیروں سے لے کر غریبوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔ زکوٰۃ معاشی توازن عدل و مساوات (Economic equilibrium) کی ضامن ہے۔ یہ صرف صاحب استطاعت لوگوں پر فرض ہے۔ اسلامی ریاست پر نماز اور زکوٰۃ کے نظام کا قیام لازم ہے۔
- ۵- رمضان کے روزے بھی بدنی عبادت میں شامل ہیں۔
- ۶- حج مالی عبادت بھی ہے اور بدنی عبادت بھی۔ یہ بھی زکوٰۃ کی طرح صرف صاحب استطاعت مسلمانوں پر فرض ہے۔
- ۷- ان میں سے کسی چیز کا انکار بھی اسلام کی عمارت کو منہدم کرنے کے مترادف ہے۔ یعنی کفر کرنے کا ہم معنی ہے۔
- ۸- ہر مسلمان اس آئینے میں اپنے اسلام کا جائزہ لے سکتا ہے۔





الحديث الرابع

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:  
 حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ: إِنَّ أَحَدَكُمْ  
 يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا نُطْفَةً، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ  
 ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يُرْسَلُ إِلَيْهِ الْمَلَكُ  
 فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ وَيُؤَمِّرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: بِكُتْبِ رِزْقِهِ وَ أَجَلِهِ وَ  
 عَمَلِهِ وَ شَقِيٍّ أَوْ سَعِيدٍ فَوَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ إِنَّ أَحَدَكُمْ  
 لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ،  
 فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا، وَإِنْ  
 أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا  
 ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا۔  
 رواه البخاري ومسلم

## تخلیق انسانی کے پانچ (۵) مراحل

”ابو عبدالرحمن عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بتایا اور آپ کی بتائی ہوئی ہر بات برحق ہے کیونکہ آپ ﷺ صادق و صدوق ہیں (آپ ﷺ نے فرمایا):

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ:

تم میں سے کسی کی جب تخلیق ہوتی ہے تو (۱) اس کو چالیس روز ماں کے نطفے میں نطفے کی صورت میں رکھا جاتا ہے،

إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا نُطْفَةً،

(۲) پھر وہ اتنے ہی دن ایک لوتھڑے (جے ہوئے خون) کی صورت میں رہتا ہے،

ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ،

(۳) پھر اتنے ہی دنوں میں بوٹی (گوشت) کی صورت اختیار کیے رہتا ہے،

ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ،

(۴) پھر (120 دن یعنی 4 چار ماہ بعد) اس کی طرف فرشتہ بھیجا جاتا ہے، جو اس میں روح پھونکتا ہے (۵) اور فرشتے کو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے:

ثُمَّ يُرْسَلُ إِلَيْهِ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ

وَيُؤَمَّرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ:

وہ تخلیق پانے والے کے رزق، موت، عمل اور شقی و سعید ہونے کے بارے میں لکھ دے۔

اُس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، بے شک تم میں سے کوئی اہل جنت والے اعمال کرتا رہتا ہے کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر کا لکھا اس پر غالب آ جاتا ہے اور وہ جہنمیوں والا کوئی کام کر بیٹھتا ہے اور جہنم میں چلا جاتا ہے

(اسی طرح) تم میں سے ایک شخص جہنمیوں والے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ باقی رہ جاتا ہے مگر تقدیر کا لکھا اس پر غالب آ جاتا ہے اور وہ اہل جنت کا سا کوئی کام کرتا ہے اور جنت میں چلا جاتا ہے۔

(اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

بِكُتِبَ رِزْقِهِ وَ أَجَلِهِ وَ عَمَلِهِ وَ شَقِيٍّ أَوْ سَعِيدٍ

قَوْلَ اللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا،

وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا، (رواه البخاری و مسلم)

### تفہیم الفاظ

خَدْنَا : خَدْنَا : اس نے بیان کیا ہم سے/ اس نے بتایا ہمیں۔ یہاں بیان کرنے والے

- رسول اللہ ﷺ ہیں لہذا ترجمہ ہوگا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا۔  
 وہ۔ اس سے رسول اللہ ﷺ مراد ہیں۔ لہذا ترجمہ ہوگا: آپ ﷺ۔  
 سچا/راست گواہی بولنے والا۔  
 جسے سچا تسلیم کیا گیا ہو۔
- يَقِينًا بَلْ لَمْ يَكُنْ :  
 اَحَدًا : كَوْنِي / كَسِي / اَيْك، كُنْمُ : تَهَارَا / اَتَمِّ مِي سَع۔  
 يَجْمَعُ : جَمْعُ كِيَا جَاتَا هُ / اَكْثَا كِيَا جَاتَا هُ۔ فَعْلُ مَضَارِعُ مَجْمُول۔  
 خَلَقُهُ + هُ : مَادَةٌ تَخْلُقُ اس كَالْعَيْنِ اس كَعِ وَالِدِيْنَ كَا مَادَةٌ مَنُوِيَّةٌ جَمْعُ رَكَّهَاتَا هُ۔  
 بَطْنٍ : مِرَاةٌ رَحْمٍ هُ۔  
 اُمِّهِ : اُمُّ + هُ : مَاں + اس كِي = اس كِي مَاں۔ لَفْظًا اُمُّ كِي م كَعِ نِجْزِيْرِ بَطْنٍ كَا مَضَافِ اِلَيْهِ هُوْنِي كِي وَجْهٍ سَع هُ۔
- أَرْبَعِينَ : چالیس۔  
 نُطْفَةٍ : نطفے كِي صورت ميں / قطرے كِي صورت ميں / بوند كِي صورت ميں۔  
 ثُمَّ : پھر / اس كے بعد۔  
 يَكُونُ : وہ ہو جاتا ہے / وہ بن جاتا ہے۔  
 عَاقَلَةٌ : لَوْتَهْرَا / جِہَا هُوَا تَرِخُونُ جَوْرَحْمٍ مِيں لَمَكُ جَاتَا هُ۔  
 وَمِثْلَ ذَلِكَ : وَمِثْلَ / طَرَحٍ + اس = اس كِي مَانِدَةٌ، اِن لَفْظُوْنَ كَا اِشَارَةُ يُوْمَا كِي طَرَفٍ هُ۔  
 یعنی جس طرح مادہ منویہ چالیس روز نطفہ كِي صورت ميں ماں كے رحم ميں جمع رہتا ہے اتنی ہی مدت وہ علقہ كِي صورت ميں رہتا ہے۔ اس طرح كُلِّ اِسِي (۸۰) دِنٍ هُوْنِي۔  
 مِضْفَةٌ : بُوْتِي، كُوْشَتُ كَا اِيْرَا كَلْرَا جِس مِيں ہڈِي نہ ہو۔  
 يُرْسَلُ : وہ بھیجا جاتا ہے۔  
 الْمَلَكُ : فرشتہ / امور كَا نَاتِ اِنْجَامِ دِيْنِي وَالِي مَخْلُوْق۔  
 فَيَنْفُخُ : فُ / پھر + وہ پھونکتا ہے۔

- فِيهِ : فِي + وِ : میں + اس = اس میں۔
- الرُّوحُ : رُوح : روح
- يَوْمًا : اس کو حکم دیا جاتا ہے۔
- بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ : ب : ساتھ/یہاں معنی ”کا“ ہوگا۔ أَرْبَعِ : چار۔ كَلِمَاتٍ : باتیں = بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ : چار باتوں کا۔
- بَكْتَبُ : لکھنے کا/کتابت کا۔
- رِزْقِهِ : رِزْق + وِ : روزانہ کا کھانا/سامان دنیا سے میسر آنے والا حصہ + اس کا = رِزْقِهِ : اس کا رزق۔
- أَجَلِهِ : أَجَلَ : مقررہ مدت/ستین وقت/عمر + وِ : اس کی۔ أَجَلِهِ : اس کی عمر۔
- عَمَلِهِ : عَمَلَ + وِ : فعل + اس کے = عَمَلِهِ : اس کے عمل۔
- حَقِيٌّ : بُرَا۔ بد بخت۔
- سَعِيدٌ : اچھا۔ خوش بخت۔
- فَوَاللَّهِ : ف + وَاللَّهِ : تو + اللہ کی قسم۔
- الَّذِي : جِس / جو۔
- غَيْرُهُ : غَيْرٌ : سوائے۔ هُ : اس کے = غَيْرُهُ : اس کے سوائے۔
- لَيَعْمَلُ : لَ : یقیناً، تاکید کے لیے آیا ہے + يَعْمَلُ : وہ عمل کرتا ہے۔
- أَهْلِ الْجَنَّةِ : اہل جنت/جنتی لوگ۔ أَهْلُ كِلِ ل کے نیچے زیر مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے ہے۔
- حَتَّى : یہاں تک کہ۔
- مَا يَكُونُ : مَا : نہیں۔ يَكُونُ : وہ ہوتا۔
- بَيْنَهُ : بَيْنَ : درمیان۔ هُ : اس شخص کے = اس شخص کے درمیان۔
- بَيْنَهَا : بَيْنَ : درمیان۔ هَا : اس کے۔ هَا سے مراد جنت ہے۔ یعنی جنت کے درمیان۔
- إِلَّا : مگر/صرف۔
- ذِرَاعٌ : ہاتھ۔ بازو کی کہنی سے لے کر ہاتھ کی ہتھیلی تک کی لمبائی کو عربی میں ذراع کہتے ہیں۔ اردو میں اس لمبائی کو ”ہاتھ“ کا نام دیا جاتا ہے۔

- فَيْسَبِقُ : وہ سبقت لے جاتا ہے/ وہ غالب آ جاتا ہے۔  
 الْكِتَابُ : لکھا ہوا/ نوشتہ۔  
 فَيَذُخُلُهَا : لہذا/ تو۔ يَذُخُلُ : وہ داخل ہو جاتا ہے۔ ہا: اس میں یعنی جنت میں۔

### شرح الحدیث

اس حدیث میں آدمی کی تخلیق کے پہلے مرحلے سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ اس دوران مرد اور عورت کے پانی (مادہ منویہ) کو رحم مادر میں اکٹھا رکھا جاتا ہو، جس سے بچے کی تخلیق ہوتی ہے، قول الہی بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے: خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ ذَافِقٍ (الطَّارِق: ۶) ”انسان نلکنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے“ دوسرا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ یہ پانی (نطفہ) مرد اور عورت کے پورے جسم سے اکٹھا کیا جاتا ہے اور پھر عورت کے رحم میں رکھا جاتا ہے۔ اس بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ عورت کے ایام حمل کے پہلے مرحلے میں چالیس روز نطفہ پورے جسم میں گردش کرتا ہے، پھر اس کو جمع کیا جاتا ہے اور اس پر تربیت مولود ڈالی جاتی ہے جس سے وہ علقہ (لوٹھڑا) بن جاتا ہے۔ مرحلہ ثانی کے چالیس روز اسی حالت میں پڑے رہنے کے بعد وہ ذرا بڑا ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ مضغہ (بوٹی) بن جاتی ہے۔ اس کو مضغہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا وزن اور حجم ایک لقمے جتنا ہوتا ہے اور یہ تیسرا مرحلہ ہے اس دوران اللہ تعالیٰ اس مضغہ کو صورت عطا کرتا ہے، اس کا چہرہ، ناک، کان اور آنکھیں وغیرہ بناتا ہے، جسم کے اندرونی نظام میں انتڑیاں وغیرہ تشکیل پاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں فرمایا ہے۔ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ (ال عمران: ۶) ”وہ اللہ ہی ہے، جو ماؤں کے رحموں میں جیسے چاہتا ہے تمہاری صورت گری کرتا ہے۔“ جب یہ تیسرا مرحلہ بھی جو چالیس روز پر محیط ہوتا ہے مکمل ہو جاتا ہے تو مولود کی تخلیق کے چار ماہ گزر چکے ہوتے ہیں۔ اب اس کے اندر روح پھونکی جاتی ہے۔

« قرآن مجید میں بھی ان مراحل تخلیق کا تفصیلی ذکر آیا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ (۱۲) ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ (۱۳) ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظْمًا فَكَسَوْنَا الْعِظْمَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ وَتَبَرَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (۱۴) [المؤمنون]

”ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا، پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کر دیا، پھر اس بوند کو

لوٹھڑے کی شکل دی، پھر لوٹھڑے کو بوٹی بنا دیا، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کھڑا کیا، پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ، سب کاریگروں سے اچھا کاریگر! اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے اس طریقے کو انسان کے لیے قابل فہم بنانے کے لیے فرمایا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُّخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقَرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَاءُ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نَخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِيَبْلُغُوْا اَشُدَّكُمْ وَاَشَدُّكُمْ مِّنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَلَّىٰ وَاَشَدُّكُمْ مِّنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلَىٰ اَرْضٍ لِّلْعُمُرِ لِيَكِيْلًا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا (اٰح: ٥)

”اے لوگو! اگر تم قیامت کے روز اٹھائے جانے پر شک میں مبتلا ہو تو یہ بات یقینی ہے کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے پھر نطفے سے، پھر خون کے لوٹھڑے سے، پھر گوشت کی بوٹی سے جو شکل والی بھی ہوتی ہے اور بے شکل بھی۔ (یہ ہم اس لیے بتا رہے ہیں) تاکہ تم پر حقیقت واضح کر دیں۔ ہم جس (نطفے) کو چاہتے ہیں ایک وقت خاص تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ پھر تم کو ایک بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں (پھر تمہیں پرورش کرتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو۔ اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلا لیا جاتا ہے اور کوئی بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے۔“

اس آیت میں یہاں مٹی سے تخلیق کا اشارہ حضرت آدم کی طرف ہے اور نطفہ سے ذریت آدم کی تخلیق مراد ہے۔ نطفہ سے مراد مٹی ہے اور یہ تھوڑے سے پانی کو کہتے ہیں اس کی جمع نطفاتف ہے۔

علقہ سے مراد جما ہوا سخت خون ہے اور یہ نطفہ سے بنتا ہے۔

مضغہ سے مراد گوشت (بوٹی) ہے اس کا اطلاق بچے کے پورے جسم پر ہوتا ہے خواہ وہ مخلقہ ہو یا غیر مخلقہ ہو۔ ابن عباسؓ نے مخلقہ کا معنی مکمل اور غیر مخلقہ کا نامکمل بلکہ ناقص الخلقیت کیا ہے۔

مجاہد کہتے ہیں مخلقہ سے مراد صورت پا جانے والا اور غیر مخلقہ سے مراد صورت نہ پانے والا مولود

ہے۔

ابن مسعود کہتے ہیں:

اِنَّ النُّطْفَةَ اِذَا اسْتَقَرَّتْ فِي الرَّحْمِ اَخَذَهَا الْمَلَكُ بِكَفِّهِ فَقَالَ: يَا رَبِّ مُخَلَّقَةٌ اَوْ غَيْرُ مُخَلَّقَةٍ، فَاِنْ قَالَ غَيْرُ مُخَلَّقَةٍ قَدْ لَقِيَ فِي الرَّحْمِ دَمًا وَاِنْ قَالَ مُخَلَّقَةٌ قَالَ

الْمَلَكُ: أَيْ رَبِّ اذْكُرْ أَمْ أَنْفِي؟ أَمْ سَعِيدٌ؟ مَا الرِّزْقُ؟ وَمَا الْأَجَلُ؟ وَيَأْتِي أَرْضِ تَمُوتُ؟ فَيَقَالُ لَهُ اذْهَبْ إِلَى أُمِّ الْكِتَابِ فَإِنَّكَ تَجِدُ فِيهَا كُلَّ ذَلِكَ، فَيَذْهَبُ فَيَجِدُهَا فِي أُمِّ الْكِتَابِ فَيَنْسُخُهَا فَلَا تَزَالُ مَعَهُ حَتَّى يَأْتِيَ آخِرَ صَفْتِهِ.....<sup>(۱)</sup>

”جب رحم میں نطفہ قرار پکڑتا ہے تو فرشتہ اس کو اپنی مٹھی میں لے کر پوچھتا ہے: یارب! مخلقہ یا غیر مخلقہ؟ اگر اللہ تعالیٰ فرمائے کہ غیر مخلقہ! تو فرشتہ اس نطفہ کو رحم کے اندر خون کی صورت میں پھینک دیتا ہے اور وہ جسم کی صورت اختیار نہیں کر سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ فرمائے کہ یہ وجود مخلقہ ہوگا تو فرشتہ پوچھتا ہے: یارب! مرد ہو یا عورت؟ شقی ہو یا سعید؟ اس کا رزق کیا ہو؟ اس کی عمر کتنی ہو؟ اور یہ کس زمین میں مرے؟ اس کے جواب میں اس سے کہا جاتا ہے اُم الکتاب دیکھو! تمہیں وہاں یہ ساری باتیں لکھی مل جائیں گی۔ فرشتہ جاتا ہے اور سب کچھ وہاں لکھا ہوا پاتا ہے اور اس کو نقل کر لیتا ہے اس کے بعد یہ نطفہ اسی طرح پرورش پاتا رہتا ہے تا آنکہ اپنی آخری کیفیت تک پہنچ جاتا ہے۔“

اسی لیے کہا گیا ہے کہ السعادة قبل الولادة ”سعادت ولادت سے قبل طے ہو چکی ہوتی ہے۔“ تقدیر کے قالب آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہی کچھ ہوتا ہے جو پہلے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، یا جو کچھ لوح محفوظ میں پہلے سے موجود ہے یا ماں کے بطن میں ہوتے وقت ہی لکھ دیا گیا ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا ”جہنم یا جنت اور آدمی کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔“ یہاں سمجھانے کے لیے ”ہاتھ“ کا ذکر کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ آدمی کی عمر میں سے بہت تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہوتا ہے کہ وہ کوئی ایسا عمل کر بیٹھتا ہے جو اس کو جنت یا جہنم میں لے جاتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک کافر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہے اور مر جاتا ہے تو جنت میں چلا جاتا ہے اور ایک مسلمان آخری عمر میں کوئی کلمہ کفر کہہ دیتا ہے تو جہنم میں چلا جاتا ہے۔

اس حدیث کے مفہوم میں یہ بات موجود ہے کہ کسی کے تمام تر نیک اعمال اس کو جہنم میں جھونکے جانے سے نہیں روک سکتے اور کسی کے تمام تر فاسقانہ اعمال اس کو جنت میں داخلے سے نہیں روک سکتے۔ یہاں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ آدمی اپنے عمل پر نگیہ کر کے نہ بیٹھا رہے، نہ عمل کی خود فریبی میں مبتلا ہو کیونکہ اس کو معلوم نہیں کہ خاتمہ اچھا ہوگا یا بُرا۔ لہذا ہر کسی کو اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ کی توفیق اور بُرے انجام سے ہناہ ماگنی چاہیے۔

یہاں ذہن میں یہ سوال آسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے: **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا (الکہف: ۳۰)** ”یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور صالح اعمال انجام دیتے رہے، ہم عمل کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کریں گے جو بھی اچھا عمل کرے گا۔“

بظاہر تو اس آیت سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ایک مخلص آدمی کا صالح عمل مقبول ہوگا لیکن کیا اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ قبولیت اعمال کے باوجود بھی ایک نیک آدمی کا خاتمہ اور انجام برائی ہوگا؟  
اس سوال کے جواب کی دو صورتیں ہیں:

۱- یہ بات اس سے مشروط ہے کہ آدمی کا عمل قبول ہو گیا ہو اور اس کا انجام اچھا ہوا ہو۔

۲- اس بات کا بھی امکان ہے کہ آدمی ایمان لائے اور عمل بھی خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کرتا رہے تو اس کا خاتمہ باخیر ہو۔

برے انجام کا تعلق تو اس شخص کے ساتھ ہے، جو برے عمل بھی کرتا رہا اور نیک کام بھی، لیکن اس نیک عملی میں اس نے کچھ ریاکاری و شہرت پسندی کا عنصر شامل کر لیا تھا۔ ایک دوسری حدیث میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔  
« تقدیر سے متعلق جو کچھ اس حدیث میں آیا ہے۔ اس میں ایک مسلمان کے لیے تشویش کا پہلو موجود ہے۔ جو اس کو اپنے رب کی طرف رجوع ہونے اور اس سے بار بار اپنے اصلاح حال اور اصلاح اعمال کی توفیق مانگنے پر ابھارتا ہے۔ رسول اللہ اکرمؐ یہ دعا کیا کرتے تھے:

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ اجْبُثْ لِقَلْبِي عَلَى دِينِكَ ا

”اے دلوں کو الٹ پلٹ کرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھا!“

صحابہؓ نے جب یہ کلمات سنے تو عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے اور اس چیز پر بھی جو آپ ﷺ لے کر آئے ہیں۔ تو کیا آپ ﷺ کو ہمارے بارے میں کوئی خطرہ ہے؟

رسول اللہؐ نے فرمایا:

نَعَمْ إِنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ أَصْبَعِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ شَاءَ (۲)

”ہاں ادل تو رحمن عزوجل کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہوتے ہیں، وہ جیسے چاہے ان کو الٹ پلٹ کرے!“

تقدیر کا مسئلہ چونکہ انسان کی آزادی و اختیار اور پابندی و اجبار سے متعلق ہے، اس لیے اس پر سوالات کا پیدا ہونا طبعی امر ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ انسان کو اس کے افعال و اعمال میں آزاد چھوڑا گیا ہے، لیکن اچھے برے دونوں طرح کے اعمال کا انجام بتا دیا گیا ہے۔ جنت و دوزخ میں داخلے کا فیصلہ اس کے انہی اعمال کی بنیاد پر ہوگا۔ اس میں کسی قسم کا کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ البتہ ایک چیز انسان کے عمل کی سمت متعین کرنے میں معاون و مددگار ضرور ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے کی گئی دعا کے نتیجے میں حاصل ہونے والی توفیق و عنایت ربانی ہے جس سے اعمال صالحہ پر کار بند رہنے اور موت کے وقت کلمہ کفر یا عمل کفر سے بچ جانے کی نعمت نصیب ہوتی ہے۔ اللہ سے یہ دعا کرنی چاہیے: زَيْنًا لَا تَنْزِعُ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ [آل عمران: ۸] ”پروردگار! جب تو ہمیں سیدھے رستہ پر لگا چکا ہے، تو پھر کہیں ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر دیجو۔ ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا کر کہ تو ہی فیاض حقیقی ہے!“

تقدیر کا مضمون حدیث ۲ میں ایمانیات کے تحت بھی آچکا ہے ملاحظہ کیجیے۔ ▶

### فقہ الحدیث

- ۱- انسان اپنی تخلیق کے عمل سے لے کر موت کے روز تک تدریجی مراحل سے گزرتا ہے۔
- ۲- انسان کی نیک عملی اور بد عملی کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ازل سے ہے۔
- ۳- انسان کے جنتی یا دوزخی ہونے کا انحصار اس کے خاتمہ بالا ایمان یا خاتمہ بالکفر پر ہے۔
- ۴- تقدیر چونکہ مخفی چیز ہے، اس لیے انسان جدوجہد کا پابند ہے۔
- ۵- 120 دن یعنی چار ماہ بعد ماں کے پیٹ کے اندر بچے میں روح ڈالی جاتی ہے۔





الحديث العاس

عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ عَبْدِ اللَّهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

”مَنْ أَحَدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ“

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ:

”مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ“ -

## دین میں نئی چیز پیدا کرنا

عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ عَبْدِ اللَّهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا  
قَالَتْ:؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

”جس نے ہمارے اس (دین) میں کوئی نئی  
چیز پیدا کی، جو اس (دین) میں سے نہ ہو تو  
وہ مسترد کر دی جائے گی“

”مَنْ أَحَدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا  
مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ“

[اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے مسلم کی ایک روایت  
میں ہے]

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ مُسْلِمٌ وَ فِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ:

”جس نے کوئی ایسا کام کیا، جس پر ہمارا امر  
(حکم) نہیں تو وہ کام مردود ہے“

”مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا  
فَهُوَ رَدٌّ“

شرح الحدیث

## دین مکمل ہے

« اس حدیث میں اَمْرُنَا سے مراد دین ہے اور دین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور رسول جناب محمد ﷺ سے عبد اللہ کے ذریعے تکمیل کو پہنچایا اور آسمان سے ترسیل ہدایت کا سلسلہ بند کر دیا۔ قرآن کے الفاظ میں اس بات کو یوں بیان کیا گیا ہے: الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِينًا [المائدہ: ۳] ” آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔“

حضرت ابووردادہ فرماتے ہیں:

”اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسی صاف اور روشن شاہراہ پر چھوڑا ہے، جس کی رات کی تاریکی بھی دن کی مانند روشن اور واضح ہے۔“ [ابن ماجہ]

اللہ کے رسول ﷺ نے ان تمام احکامات کو من و عن امت تک پہنچا دیا، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کے ذمے لگائے گئے تھے کہ آپ ﷺ انہیں امت تک پہنچادیں، رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ سے یہ شہادت لی تھی کہ کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا تو اس جم غفیر نے یک زبان و یک آواز ہو کر کہا کہ ہاں آپ ﷺ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔

## دین کے مقابلے میں رائے نہیں چل سکتی

اس حقیقت کے بعد یہ بات قانونی اور دستوری حیثیت اختیار کر جاتی ہے کہ جس شخص کو بھی اس دین کو اپنانا ہے، وہ کسی پس و پیش اور رد و قدح کے بغیر اس کو حتمی و قطعی قانونی سمجھتے ہوئے اپنی زندگی کے تمام شعبوں پر نافذ کرے۔ کسی جدی پشتی عالم دین، نسل در نسل مسجد اقصیٰ پر فائز چلے آنے والے کسی خاندان، کسی سیدزادے اور کسی بڑے سے بڑے مفسر قرآن اور شیخ الحدیث کے لیے یہ رواد اور جائز نہیں کہ وہ دین کے کسی معاملے میں اپنی رائے اور خواہش نفس سے کسی چیز کو دین قرار دے۔ کسی بھی مسئلے کی متعین کی گئی شرعی حیثیت اس وقت تک ہرگز قابل قبول اور لائق عمل قرار نہیں دی جاسکتی، جب تک اسے دین کے مسلمہ اصولوں پر جانچ اور پرکھ نہ لیا جائے۔

قرآن اور حدیث دو ایسے پیمانے اور معیار ہیں، جن کے ذریعے ہر مسئلے کی دینی اور شرعی حیثیت کا تعین کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان دونوں چیزوں کو چھوڑ کر اپنی رائے سے کسی چیز کو دین قرار دیتا ہے تو اللہ کے رسول ﷺ

نے اسے باطل، ناقابل قبول اور مردود قرار دیا ہے۔

## دین و شریعت کے دائرے اور ان میں اضافوں کا مسئلہ

حدیث میں اُخْدَثُ کا جو لفظ استعمال ہوا ہے، اس کا معنی ہے کوئی نئی بات یا شے ایجاد کرنا۔ دین کے معاملے میں اس نئی ایجاد [اُخْدَاثُ] کا اطلاق چار طرح کے اعمال پر ہوتا ہے:

(۱) اعتقادات، (۲) عبادات، (۳) معاملات، (۴) عادات

### 1- اعتقادات میں اضافہ بدعت ہے

دین اسلام کی بنیادوں میں عقیدہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ عقیدے کے اجزاء توحید و رسالت کے تصور کو اسلام نے اس قدر نکھار اور نتھار کا پیش کیا ہے کہ ان میں کوئی ابہام و اشکال نہیں رہا۔ عقیدہ میں احداث [بدعت] کی بھی ایک پوری تاریخ ہے، جس میں مسلمان دیگر مذاہب کے پیروکاروں اور ان کے فلسفوں سے متاثر نظر آئے ہیں۔ ان میں وحدت الوجود، وحدت الشہود، اتحاد و حلول، اولیاء و صلحاء کو یوں باختیار سمجھنا گویا نظام کائنات انہی کا مرہون ہو۔ رسول ﷺ کو اللہ کے مقابلے میں باختیار ثابت کرنا۔ اہل قبور کے بارے میں حاجت براری کا عقیدہ رکھنا۔ یہ ایسے نظریات و عقائد ہیں، جو امت میں نیک جذبات کے لبادے میں در آئے ہیں۔ لیکن قرآن و حدیث میں ان عقائد و نظریات کے درست ہونے کی کوئی شہادت نہیں ملتی۔ یہ انسانی فکر کی جولانیوں کے کرشمے ہیں۔ دوسری طرف امت کے اندر کچھ ایسے گروہ پیدا ہوئے جنہوں نے تصدایسے عقیدے ایجاد و اختیار کیے جو توحید و رسالت کے تصور سے صریح طور پر متضاد تھے جیسے قدریہ، جبریہ، مرجہ، بہائیت، اسماعیلیہ، قادیانیہ وغیرہ اور اسی طرح بے شمار فرقے ہیں۔ ان کے تصورات و عقائد دین کی مسلمہ تعلیمات سے متضاد ہیں۔ ان کی فکر و عقیدے میں بدعت کو بنیادی عنصر کی حیثیت حاصل ہے۔ دور حاضر میں عقیدہ توحید کے حوالے سے جو بدعات رواج پا چکی ہیں، ان کے شمار کی حدود بہت وسیع ہو گئی ہیں۔ قرآن و حدیث میں عقیدہ توحید و رسالت کے حوالے سے دی گئی رہنمائی ہی اس طرح کی اعتقادی آلائشوں سے ایک مسلمان کو محفوظ رکھ سکتی ہے۔

## 2- عبادات میں اضافہ بھی بدعت ہے

عبادات میں وہی طریقہ قابل قبول ہوگا جو دین میں بیان کیا گیا ہے مثلاً فرض نمازوں کی تعداد پانچ ہے تو کوئی شخص نماز کی رکعات کو اپنے خواب کی خاطر بڑھا نہیں سکتا کسی بھی ضرورت کے پیش نظر اس تعداد کو چھو نہیں کر سکتا۔ روزوں کی فرضیت ماہ رمضان میں ہے کوئی شخص اس فرضیت کو کسی اور ماہ میں مستقل نہیں کر سکتا کوئی روزوں کی تعداد میں اضافہ نہیں کر سکتا۔ نماز مکمل طور پر سنت کے مطابق ادا کرنا ہوگی روزے مکمل طور پر سنت کے مطابق رکھنا ہوں گے۔ حج کے مناسک بالکل اسی طرح ادا کرنا ہوں گے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے بتائے اور سکھاتے ہیں۔ ان میں رد و بدل اور کمی بیشی کا کسی شخص کو ہرگز کوئی اختیار نہیں اور نہ کسی ایسے شخص کے ان اعمال کو قبول کیا جائے گا جو ان میں کمی بیشی کر کے ادا کرے گا۔

## 3- معاملات میں قرآن و سنت سے متضاد مضابطے بدعت متصور ہوں گے

معاملات کا دائرہ بہت وسیع ہے، لیکن اس میں بھی کسی شخص کو یہ اتھارٹی اور حق حاصل نہیں ہے کہ وہ انی طرف سے کوئی ایسا مضابطہ وضع کر کے دین کے طور پر رائج کر دے جس کا دین کے اصولوں سے کوئی جوڑا اور ربط نہ ہو۔ ہر دور کے مسائل اپنے ہوتے ہیں لیکن ان سب کا حل قرآن و حدیث کو سامنے رکھ کر تلاش کیا جائے گا۔ اگر قرآن و حدیث میں کوئی واضح رہنمائی موجود نہ ہو تو پھر دین کے مسلمہ اصولوں کے پیش نظر رکھ کر اس مسئلہ پر اجتہاد کیا جائے گا اس کے لیے بھی بہتر اور محتاط طریقہ یہی ہے کہ اجتہاد کی یہ کوشش انفرادی اور شخصی نہ ہو بلکہ اجتماعی اور جمہوری ہو۔ معاملات میں کوئی نیا طریقہ رائج کرنے کو مثال کے طور پر یوں سمجھیے کہ دین میں زنا کی سزا رجم یا کوڑے ہے لیکن کوئی شخص اس بدنی سزا کو مالی سزا میں بدل کر یہ کہے کہ اتنی رقم بطور سزا یا جرمانہ دے دو۔ کوئی شخص دوران عدت نکاح کو جائز قرار دے یا کوئی اس پر عمل کرے کیونکہ حدیث کے مطابق یہ جائز نہیں۔ عورت کو تین طلاق ہو جانے کے بعد کوئی شخص چھ پہلے خاندان سے دوبارہ نکاح کرانے کی غرض سے کسی دوسرے شخص سے عورت کا نکاح عارضی طور پر کرانے کا فتویٰ دے یا کوئی اس پر عمل کرے۔ حدیث رسول کے مطابق یہ بھی جائز نہیں۔ وراثت میں کوئی شخص ہر وارث کے لیے شریعت کے مقرر کردہ حصول کو بڑھائے یا کم کرے۔ تجارت میں بخش [نیلام کے لیے جھوٹی بولی] کو جائز سمجھے۔ زکوٰۃ کی شرح میں اضافہ کا قائل ہو۔

یہ تمام معاملات ایسے ہیں، جن کو قرآن و حدیث نے متعین کر دیا ہے اگر کوئی شخص یہاں اپنی ذاتی رائے اور

عمل کو دین قرار دینے کی کوشش کرے گا تو وہ دین قرار نہیں پاسکتا۔

4- عادات میں اصولوں کی خلاف ورزی بدعت ہوگی،

جزئیات میں اضافہ بدعت نہیں کہلائے گا

اعمال کی تیسری قسم عادات ہیں۔ عادات میں ہر نئی چیز کو دین کے منافی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس میں بنیادی اصولوں کی پیروی لازمی ہوتی ہے جزئیات کی نہیں۔ اگر بنیادی اصولوں کو بھی ٹھوٹھ نہ رکھا جائے اور ان کی پیروی نہ کی جائے یہ چیز دین کے منافی ہوگی اور احداث [بدعت] میں شامل ہوگی۔

مثلاً لباس میں بنیادی اصول یہ ہے کہ ستر پوشی ہو، موٹا ہو، باریک نہ ہو، ڈھیلا ڈھالا ہونگ نہ ہو، کفار سے مشابہ نہ ہو [اسی طرح لباس اگر عورت کا ہو تو مردوں سے مشابہ نہ ہو اور مردوں کا لباس عورتوں سے مشابہ نہ ہو]۔ اب اس میں جزئیات یہ ہیں کہ جیب ایک بھی ہو سکتی ہے۔ دو بھی اور تین بھی۔ کالر بھی ہو سکتا ہے۔ بٹن ایک دو یا زیادہ بھی ہو سکتے ہیں یہ قمیض بھی ہو سکتا ہے اور کرتہ بھی۔

اس طرح گھڑی، موبائل، کمپیوٹر، کھانے کی چیزیں اور اوقات وغیرہ یہ سب چیزیں وسائل ہیں ان میں بدعت والی کوئی بات نہیں یہ مسلمان کے لیے بھی مفید ہیں اور غیر مسلم کے لیے بھی البتہ ان کا استعمال میں بنیادی اصولوں کو پیش نظر رکھنا ہوگا کہ، اسراف نہ ہو، غلط استعمال نہ ہو، وقت اور صلاحیت کا ضیاع نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ غسل و وضو اور صوم و صلاۃ جیسی عبادات جب خلاف شریعت طریقے کے مطابق کی جائیں گی تو وہ اس کے کرنے والے پر ہی واپس دے ماری جائیں گی۔ اس حدیث سے یہ دلیل بھی ملتی ہے کہ جو شخص دین میں کوئی ایسا نیا عمل رائج کرتا ہے جو شرع کے مطابق نہ ہو تو اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا اور اس کا یہ عمل اس پر لوٹا دیا جائے گا اور وہ وعید کا مستحق ٹھہرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ أَحَدَثَ حَدَثًا أَوْ آدَمِيًّا مُحَدَّثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ (جو شخص کوئی نیا عمل رواج دیتا ہے یا کسی ایسے شخص کی پشت پناہی کرتا ہے جو ایسا کام کرے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے)۔

[اس حدیث کی مزید تشریح کے لیے دیکھیے حدیث ۲۸ کی تشریح]

### فقہ الحدیث

- ۱- دین واضح اور شفاف ہے، اس میں کوئی ابہام نہیں۔
- ۲- دین کو مکمل طور پر اللہ کے رسول ﷺ نے انسانیت تک پہنچا دیا۔
- ۳- دین مکمل ہے، اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا جاسکتا۔
- ۴- دین کی حیثیت ایسے قانون اور دستور پر زندگی کی ہے، جس میں کوئی ترمیم و تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔
- ۵- اگر کوئی شخص قرآن و سنت کو چھوڑ کر اپنی رائے سے کسی چیز کو دین قرار دے تو وہ ناقابل قبول ہے۔
- ۶- احداث [بدعت] کا اطلاق اعتقادات، عبادات، معاملات اور عادات سب پر ہوتا ہے۔
- ۷- اعتقادات میں قرآن و سنت کی پیروی اور اجراع تمام چیزوں پر مقدم ہے۔ اعتقادات میں ہر قسم کا اضافہ بدعت ہوگا۔
- ۸- عبادات میں قرآن و سنت کی من و عن پیروی فرض ہے۔ عبادات میں ہر قسم کا اضافہ بدعت ہوگا۔
- ۹- معاملات میں بھی قرآن و سنت کے اصولوں کی پیروی لازم ہے۔
- ۱۰- عادات میں بنیادی اصولوں کی پیروی لازم ہے، جزئیات میں ضروری نہیں۔ عادات میں ہر اضافہ بدعت قرار نہیں دیا جائے گا۔
- ۱۱- یہ حدیث دین کی بنیادوں میں سے ایک بہت بڑی بنیاد ہے۔





الحديث السادس

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ:  
 سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَإِنَّ  
 الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ  
 مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ، فَقَدْ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَ  
 عِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِي  
 يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ. أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ  
 مَلِكٍ حِمَى. أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللَّهِ مَحَارِمُهُ. أَلَا وَإِنَّ فِي  
 الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا  
 فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ  
 رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ

اصول - دنیا کی جیسی بھی چیزیں ہیں اسی میں ستریت کے  
 چیزیں بیان کر دی ہیں  
 اَرْبَعِينَ مِنَ الشَّيْءِ الْعِبَادَةِ



الحديث السادس

بیان کا مطلب جس میں لفظ اور معنی واضح ہو۔

## مشتبہ چیزیں اور دل کا معاملہ

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ:

”ابو عبد اللہ نعمان بن بشیر سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ،

”یقیناً حلال بھی واضح ہے

وَأَنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ،

اور یقیناً حرام بھی واضح ہے

وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ

اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں

لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ،

جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

فَمَنْ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ،

پس جو شخص ان مشتبہات سے بچ کر رہا،

فَقَدْ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعَرْضِهِ،

اس نے اپنا دین بھی بچالیا

وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ

اور جو شخص ان مشتبہات میں پڑ گیا

وَقَعَ فِي الْحَرَامِ

وہ حرام کا مرتکب ہو گیا

وَقَعَ فِي الْحَرَامِ

جیسے کوئی چرواہا (اپنے مویشیوں کو) کسی  
کھیت کی) باڑ کے قریب چرائے تو ممکن  
ہے کہ اس کے مویشی اس کھیت سے چر چک  
لیں۔

آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی ایک باڑ (حد)  
ہوتی ہے  
اور جان رکھو کہ اللہ کی باڑ اس کی حرام کردہ  
چیزیں ہیں۔

جان لو کہ جسم میں ایک لوتھڑا ہے، جب یہ  
درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا  
ہے اور جب یہ فساد کا شکار ہو جائے تو سارا  
جسم فساد میں مبتلا ہو جاتا ہے،  
جان لو کہ یہ لوتھڑا دل ہے“

(اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى  
يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ.

أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمَى.

أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللَّهِ مَحَارِمُهُ.

أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً

إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ

وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ،

أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ)

### تفہیم الفاظ

- بَيْنَ : واضح / جس میں کسی قسم کا ابہام نہ ہو۔  
بَيْنَهُمَا : بَيْنَ + هُمَا : درمیان + ان دونوں کے = ان دونوں کے درمیان۔ یعنی حلال اور حرام کے  
درمیان۔  
أُمُورٌ : اُمُورٌ کی جمع ہے۔ معاملات / کام۔

مُشْتَبِهَاتٌ : مُشْتَبِهَةٌ کی جمع۔ وہ چیزیں یا کام جن کے حلال یا حرام ہونے کی شریعت میں وضاحت نہیں۔  
 لَا يَعْلَمُهُنَّ : لَا : نہیں۔ يَعْلَمُ : وہ جانتا ہے، یہاں اس کا قائل كَيْبَرٌ مِنَ النَّاسِ ہے لہذا ترجمہ جمع کے  
 صیغے میں کریں گے: وہ جانتے۔ هُنَّ : ان کو یعنی مشتبهات کو۔ دونوں لفظوں کا ترجمہ ہوگا:  
 نہیں جانتے انہیں۔

كَيْبَرٌ : بہت سے۔

مِن : سے / میں سے۔

النَّاسُ : لوگ / لوگوں۔

إِنْقَى : وہ محفوظ رہا / وہ بچ گیا۔

فَقَدْ : یقیناً

إِسْتَبْرَأَ :

اس نے بچالیا۔ اس لفظ کے اصل حروف ب. ر. ا ہیں۔ یہ عربی گرامر کے باب یعنی سانچے  
 [Die] مَسْمُوعٌ يَسْمَعُ کے وزن پر ہوا ہے۔ جس کے معنی کسی کیفیت سے باہر نکل آنے  
 کے ہیں۔ اور یہی باب جب گرامر کے ایک اور سانچے اِسْتَفْعَلَ يَسْتَفْعَلُ اِسْتَفْعَالٌ میں  
 ڈھلتا ہے تو اس کے معنی میں طلب کا مشہوم شامل ہو جاتا ہے۔ یعنی اس کا قائل اپنے آپ کو  
 یا کسی چیز کو محفوظ کرنے اور بچانے کا داعیہ رکھتا ہے اور اس کے لیے کوشش کرتا ہے۔

لِ + دِينَ + ه = کو + دین + اپنے۔ یعنی اپنے دین کو۔ دین کی ن کی زیر کی وجہ سے ہے۔

عَرَضٌ + ه = عزت + اپنی = اپنی عزت۔ عرض کی ض کے نیچے زیر بھی لفظ دین کے

ساتھ لگی ہوئی ل کی وجہ سے ہے۔

وَقَعَ : پڑ گیا / مرتکب ہو گیا۔ فعل ماضی،

كَ + الرَّاعِي = مانند + راعی = چرواہے کی مانند۔ یہ ک تشبیہ کے لیے ہے۔

يَرْطِي : وہ چراتا ہے۔ جانوروں کو گھاس پھوس چرنے کے لیے چھوڑ کر ان کی نگرانی کرتا ہے۔

حَوْلٌ : ارد گرد۔ اس کے ساتھ ما لگانے سے لفظ ماحول بنا ہے۔ جو ہماری روزمرہ گفتگو میں عام

استعمال ہوتا ہے۔

الْحِمَى : چراگاہ / کسی شخص کا وہ مخصوص قطعہ زمین، جہاں اس شخص کے جانوروں کو چرنے کے لیے

چھوڑا جاتا ہے۔ عموماً یہ بادشاہوں کے لیے مخصوص ہوتی تھیں۔

قریب ہے/ ممکن ہے۔

: يُوْشِكُ

وہ چرنے لگے۔ یہ لفظ بھی یوزعی کے اصل حروف ر. ع. ی سے ہی بنا ہے۔ لیکن گرامر کے

: يَزْوَعُ

ایک اور سانچے افتعال میں چلے جانے کی وجہ سے اس کے معنی بدل گئے۔

رَظِي يَزْوَعِي رِعَايَةَ میں چرانے اور چرنے دونوں معانی پائے جاتے ہیں۔

جبکہ اَزْوَعِي يَزْوَعِي اَزْوَعًا میں صرف چرنے کا مفہوم ہے۔

خبردار/ آگاہ رہو/ ہوشیار۔

: اَلَا

بادشاہ۔ مَلِكِ كِي ك کے نیچے زیر لُكَلِي كَا مضاف اليه ہونے کی وجہ سے ہے۔

: مَلِكِ

حَمِي: چراگاہ۔ اَللّٰهُ: اللّٰهُ كِي = اللّٰهُ كِي چراگاہ، مرکب اضافی۔

: حَمِي اللّٰهِ

مَحَارِمٌ + هُ = حرام کردہ اشیاء و کام + اس کے = اس کے حرام کردہ کام اور اشیاء۔

: مَحَارِمُهُ

جسم/ گوشت پوست سے بنا ہوا وجود۔ جَسَدٌ كِي د کے نیچے زیر فہی كِي وجہ سے ہے۔

: الْجَسَدِ

گوشت کا ٹکڑا/ بوٹی۔ مُضَغَةٌ كِي ة پر زبر ان كِي وجہ سے ہے۔

: مُضَغَةٌ

جب

: اِذَا

وہ درست ہو گیا۔ یہ لفظ مونث کے لیے ہے اور ماضی ہے۔ جب ماضی سے پہلے اِذَا آجائے

: صَلَحَتْ

تو ماضی کا معنی مستقبل میں ہو جاتا ہے۔ جیسے اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ جب اللّٰهُ كِي مدد

اور فتح آجائے۔

وہ درست ہو گیا۔ فعل ماضی،

: صَلَحَ

كُلُّ + هُ = تمام + اس کا۔ یعنی مکمل طور پر/ سارے کا سارا/ پورے کا پورا۔

: كُلُّهُ

مونث، جب وہ فساد زدہ ہو جائے/ جب وہ خراب ہو جائے۔

: اِذَا فَسَدَتْ

وہ فساد زدہ ہو گیا/ خراب ہو گیا۔

: فَسَدَ

وہ [مونث]

: هِيَ

دل۔ جسم کا ایک اہم عضو۔

: الْقَلْبُ

## شرح الحدیث

علماء نے حرام و حلال کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حلال وہ ہے، جس کو دلیل حلال قرار دے۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں: حرام وہ ہے، جس کو دلیل حرام قرار دے۔ (اور یہی صحیح ہے)

حرام اور حلال کے درمیان مشتبہ امور کا مطلب یہ ہے کہ کچھ امور کا حلال ہونا واضح نہیں ہوتا، اس لیے جہاں

شبہ پیدا ہوتا ہے وہاں کراہت پیدا ہو جاتی ہے۔

## مشتبہات سے بچنا چاہیے

دین کو محفوظ کرنے کا مطلب ہے، دین کو شبہات سے محفوظ کر لیا، آبرو کے محفوظ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر

آدمی مشتبہ امور نہیں چھوڑتا تو احمق لوگ اس کی غیبت کریں گے اور اسے حرام کا مرتکب قرار دیں گے۔ اس طرح وہ

ان لوگوں کے گناہ کے ارتکاب کا بھی سبب بنے گا۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

الْآخِرِ فَلَا يَفْقَهُنَّ مَوَاقِفَ التَّهْمِ (۱) ”جو شخص اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ مشکوک جگہوں پر کھڑا نہ ہو“

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ”ایسے کاموں سے بچو، جو دلوں کو ناپسند ہوں خواہ تمہارے پاس ان کا عذر موجود ہو، کتنے ہی

لوگ ایسے ہیں جو کسی ناپسند بات کو سن لیتے ہیں مگر آپ ان کو اس بات کا کوئی عذر سنانا چاہیں تو وہ نہیں سنیں گے۔“

## مشتبہات حرام تک پہنچا سکتی ہیں

”جو شبہات میں پڑا وہ حرام میں پڑا۔“ نبیؐ کے اس فرمان میں دو باتیں ہیں پہلی یہ کہ ممکن ہے وہ کام حرام ہو،

جبکہ آدمی اس کو حلال سمجھ رہا ہو۔ دوسری یہ کہ ممکن ہے وہ شخص اس کام کے ذریعے حرام کے ارتکاب کے قریب ہو رہا

ہو۔ کہتے ہیں: الْمَعَاصِي بَرِيذَةُ الْكُفْرِ ”گناہ کفر کی ڈاک ہے“۔ کیونکہ انسان کا نفس جب الٹی راہ پر چل نکلتا ہے

تو وہ ایک خرابی کے بعد دوسری کا مرتکب ہوتا جاتا ہے۔ علماء کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اس طرف اشارہ

موجود ہے: وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ (النساء: ۱۵۵) ”(بنی

اسرائیل) نافرمانیاں کیا کرتے تھے اور ظلم و زیادتی کے مرتکب ہوتے تھے، بالآخر وہ ناحق قتل انبیاء کے عظیم گناہ کے

بھی مرتکب ہو گئے۔“ حدیث رسول ﷺ میں ہے لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرُقُ الْبَيْضَةَ فَيَقْطَعُ يَدَهُ، وَيَسْرُقُ

(۱) المقاصد الحسنیة ۱/۲۱۸، کشف الخفاء ۲/۲۵۲

الْحَبْلَ فَتُقَطَّعُ يَدُهُ (۲) ”اللہ تعالیٰ کی اس چور پر لعنت ہو جو ایک انڈا چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے، یا ایک رسی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے“، یعنی وہ انڈے اور رسی کی چوری سے آگے بڑھتے، بڑھتے ایسی چیزوں کی چوری تک پہنچ جاتا ہے جن کے چرانے پر قطع ید کی سزا عائد ہوتی ہے۔

## حرام کردہ چیز ایک باڑ ہے

باڑ اس حد کو کہتے ہیں، جو کوئی شخص اپنی جائز زمین کو محفوظ کرنے کے لیے مقرر کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس باڑ کے قریب مویشی چرائے گا تو بعید نہیں کہ اس کے مویشی اس باڑ کو تجاوز کر کے کھیت میں داخل ہو جائیں اور فصل کو نقصان پہنچائیں لیکن اگر وہ اپنے مویشیوں کو اس باڑ سے دور رکھ کر چراتا ہے تو یہ امکان ختم ہو جائے گا کہ مویشی کھیت میں داخل ہوں۔

معلوم ہوا کہ ہر حرام کردہ چیز کی ایک باڑ ہوتی ہے، جو اس کو گھیرے ہوتی ہے۔ شرم گاہ حرام کردہ ہے اور دونوں رانیں اس کی باڑ ہیں، کیونکہ یہ اس حرام کردہ چیز کی حفاظت کرتی ہیں۔ اسی طرح کسی غیر محرم کے ساتھ تنہا ہونا بھی ایک باڑ (حد) ہے، لہذا ہر کسی کے لیے واجب ہے کہ وہ باڑ اور حرام کردہ چیز، دونوں سے دور رہے۔ حرام کردہ چیز تو حرام ہونے کی بنا پر حرام ہے اور باڑ (حد) اس لیے حرام ہے کہ وہ حرام کردہ چیز کی حفاظت پر متعین ہے۔ وہ پامال ہو جائے گی تو حرام کا ارتکاب بھی ممکن ہو جائے گا۔

## سلطنت بدن کا مرکزی شہر دل ہے

جسم میں ایک لوتھڑا ہے، جب یہ خشوع کی روش اختیار کر لے تو بقیہ اعضاء و جوارح اس کی پیروی کرتے ہیں اور یہ غرور و تکبر کا رویہ اپنالے تو سارا جسم اس کا تابع ہوتا ہے۔ اگر یہ عضو فساد میں مبتلا ہو جائے تو دیگر اعضاء بھی مبتلائے فساد ہو جاتے ہیں۔ علماء کہتے ہیں: بدن ایک مملکت ہے اور نفس اس کا شہر ہے۔ دل اس مملکت کا مرکز ہے۔ اعضاء خادم و ملازم اور باطنی تو تیس اس شہر کی روشنیاں ہیں، عقل خیر خواہ اور مشفق وزیر ہے، شہوت (طلب) ان ملازمین مملکت کے رزق کا انتظام کرتی ہے۔ غصہ پولیس کا آدمی ہے یہ مکار اور خبیث غلام ہے جو ایک خیر خواہ کی صورت اپنالیتا ہے، مگر اس کی یہ خیر خواہی سم قاتل ہوتی ہے اس کی روش ہمیشہ وزیر ناصح کے خلاف ہوتی ہے۔ خیالات پیدا کرنے والی قوت دماغ کے اگلے حصے میں ہوتی ہے جو وزیر خزانہ کی حیثیت رکھتی ہے، سوچنے کی قوت

(۲) صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب لعن السارق إذا لم یسقم ۶۷۸۳

دماغ کے وسط میں اور حافظے کی قوت دماغ کے پچھلے حصے میں ہوتی ہے۔ زبان ترجمان کی مانند ہے، حواس خمسہ جاسوس ہیں، ان میں سے ہر کسی کو ایک صنعت سپرد کی گئی ہے، آنکھوں کو عالم آلوان (رنگوں کی دنیا) اور کانوں کو عالم اصوات (آوازوں کی دنیا) کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ بقیہ حواس کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ یہ حواس خبریں دینے والے نمائندے ہیں، کہا گیا ہے کہ یہ حواس چوکیدار ہیں، یہ جو کچھ بھی محسوس کرتے ہیں فوراً جسم کو اس کی خبر دیتے ہیں۔

### سلطنت بدن کا بادشاہ دل ہے

یہ بھی کہا گیا ہے کہ سماعت و بصارت اور قوت شامہ وہ روزن ہیں، جن میں سے جسم دیکھتا ہے اور دل اس مملکت کا بادشاہ ہے، جب بادشاہ درست ہوگا تو رعایا بھی درست ہوگی اور جب یہ خرابی کا شکار ہوگا تو رعیت بھی خرابی میں مبتلا ہو جائے گی۔ اس بادشاہ (دل) کی درستی اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ یہ حسد، کینہ، بغض، بخیلی و کنجوسی، تکبر، شہرت پسندی اور یا کاری، مکر و فریب، حرص و طمع اور قسمت پر راضی نہ رہنے جیسے باطنی امراض سے محفوظ رہے۔ امراض قلب چالیس کے قریب بیان کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے محفوظ رکھے اور ان لوگوں میں شامل کر لے جو قلب سلیم کے ساتھ اس کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ آمین!

[اس حدیث کی مزید وضاحت کے لیے دیکھیے حدیث ۱۰، ۳۰ کا مضمون]

### فقہ الحدیث

- ۱- حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ اس لیے حرام کا ارتکاب اللہ کی حدوں کو توڑنا ہے۔
- ۲- جس چیز کا حلال و حرام ہونا واضح نہیں ہے اس سے بچنا اپنے دین و عزت کو بچالینا ہے۔
- ۳- مشتبہ افعال کا ارتکاب حرام کے ارتکاب کی طرف لے جاتا ہے۔
- ۴- چھوٹے گناہ بڑے گناہوں کا سبب بنتے ہیں۔ لہذا حرام سے دور رہنے کی خاطر مشتبہ سے بھی دور رہا جائے۔
- ۵- اکلی حلال سے دل روشن اور اعضاء و جوارح درست ہو جاتے ہیں۔
- ۶- اکلی حرام دل کو تاریک کر دیتا ہے اور اعضاء و جوارح فساد زدہ ہو جاتے ہیں۔
- ۷- حرام کا مرتکب ہو جانے کے خوف سے بعض مباحات کو چھوڑ دینے کا نام تقویٰ ہے۔
- ۸- مسلمان کو اصلاح قلب پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔





عَنْ أَبِي رُقَيْبَةَ تَمِيمِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ:  
الَّذِينَ النَّصِيحَةُ، قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ  
وَلِرَسُولِهِ وَلِأَيِّمَةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ

رواه مسلم



## دین اسلام خالص وفاداری اور خیر خواہی کا نام ہے

عَنْ أَبِي زُرَيْبَةَ تَجِيمِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ  
النَّبِيَّ ﷺ قَالَ:  
الَّذِينَ النَّصِيحَةُ،  
”ابورقیہ تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
”دین اخلاص مندی اور خالص وفاداری ہی  
کا نام ہے“

قُلْنَا: لِمَنْ؟  
قَالَ: لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ  
وَلِلْأُمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ  
ہم نے عرض کیا: کس سے اخلاص مندی؟  
آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ سے، اس کی  
کتاب قرآن مجید سے، اس کے رسول  
محمد ﷺ سے، مسلم حکمرانوں سے اور مسلم عوام  
سے۔“ (اس کو مسلم نے روایت کیا ہے)

### تفہیم الفاظ

الَّذِينَ النَّصِيحَةُ: دین، مراد دین اسلام ہے۔ لفظ دین کی تشریح اربعین کی حدیث ۲ میں گزر چکی ہے۔  
الَّذِينَ النَّصِيحَةُ: خیر خواہی/خالص وفاداری/اخلاص مندی۔ اللہ اور رسول کے لیے نصیحت سے مراد ان کی

خالص و قیاداری ہے اور اسلامی حکومت و عام مسلمانوں کے لیے نصیحت کو اصلی معنی میں ہی لیا جائے گا۔

فَلَمَّا : ہم نے کہا/ ہم نے پوچھا۔  
 لِمَنْ : کے لیے + مَنْ : کس کے لیے؟ سوالیہ انداز میں۔  
 لِلَّهِ : اللہ کے لیے: یہ لفظ لِي + اللہ ہے۔ ل کی وجہ سے لفظ اللہ کی کہ کے نیچے زیر آئی ہے۔ آگے لفظ کتاب، رسول، ائمة اور عامیہ میں سے ہر ایک کے آخری حرف کی زیر ل ہی کی وجہ سے ہے۔

لِكِتَابِهِ : لِي + كِتَابٍ + هِ = کے لیے + کتاب + اس کی = اس کی کتاب کے لیے۔  
 لِرَسُولِهِ : لِي + رَسُولٍ + هِ : کے لیے + رسول + اس کے = اس کے رسول کے لیے۔  
 لِأَيِّمَةٍ : لِي + أَيِّمَةٍ = کے لیے + حکمرانوں / ائمہ = حکمرانوں کے لیے۔ (امام کی جمع)  
 الْمُسْلِمِينَ : یہ لفظ ائمة کا مضاف الیہ ہے اس لیے الْمُسْلِمُونَ سے الْمُسْلِمِينَ ہو گیا ہے۔ لِأَيِّمَةِ الْمُسْلِمِينَ کا ترجمہ ہوگا ”مسلمانوں کے حکمرانوں کے لیے“۔  
 عَامِيَهُمْ : عَامِيَةٌ + هُمْ = عوام + ان کے۔ هُمْ [ان کے] سے مراد مسلمین ہیں۔ یعنی مسلمان عوام کے لیے۔

## شرح الحدیث

### نصیحت کا مفہوم

امام خطابی کہتے ہیں کہ ”نصیحت ایک جامع لفظ ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ جس ذات کے لیے بھی نصیحت کا عمل انجام دیا جائے اس کا پورا پورا حق ادا کیا جائے۔“  
 یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لفظ نَصَحَ الرَّجُلُ تَوْبَةً إِذَا خَاطَبَهُ سے ماخوذ ہے۔ ناصح کے فعل کو اس جملہ کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح آدمی کپڑے کے دکھانے کو بہتر بنا دیتا ہے، اسی طرح ناصح بھی منصوص کو نصیحت کر کے اس کی بھلائی و بہتری کرتا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ لفظ نَصَحَتِ الْعَسَلِ إِذَا صَفَيْتَهُ مِنَ الشَّمْعِ سے ماخوذ ہے۔ یہاں اس جملہ کے ساتھ تشبیہ یہ ہے کہ ناصح اپنی بات کو ملاوٹ اور آمیزش سے اسی طرح پاک صاف اور خالص رکھتا ہے، جس طرح شہد کو موسوم کی ملاوٹ سے خالص کر لیا جاتا ہے۔

### اللہ سے وفاداری اور اخلاص مندی

علماء کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نصیحت کا معنی یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے، اس کی صفات میں الحاد شامل نہ ہونے دے۔ اس کو کمال و جلال کی صفات سے متصف جانے، ہر قسم کے نقص و عیب سے اس کو منزہ و مبرا سمجھے۔ اس کی اطاعت کا دم بھرے، اس کی معصیت سے دور رہے۔ اسی کے لیے محبت کرے اور اسی کی خاطر بغض رکھے۔ جو اس کا مطیع و فرمانبردار ہو، اس سے محبت کرے اور جو اس کا نافرمان ہو اس سے دشمنی رکھے۔ جو اس کا کفر کرے، اس سے جہاد کرے۔ اس کی نعمتوں کا اعتراف کرتا رہے اور ان پر اس کا شکر ادا کرے۔ اس کے تمام معاملات میں اخلاص سے کام لے اور دوسروں کو اس کی ان تمام صفات کے ماننے کی ترغیب و دعوت دے۔ تمام لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار کرے یا کم از کم جن کے ساتھ ایسا سلوک کر سکتا ہے، کرے۔

ان تمام اوصاف کو ماننے کا فائدہ دراصل بندے کا اپنا فائدہ ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ تو وفاداروں کی وفاداری سے بے نیاز ہے۔

### کتاب اللہ سے وفاداری اور اخلاص مندی

کتاب اللہ سے وفاداری یہ ہے کہ یہ ایمان رکھا جائے کہ یہ کلام اللہ ہے، اس کی نازل کردہ ہے۔ انسانوں کا کوئی کلام اس کی نظیر نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی انسان ایسا کلام تیار کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ پھر اس کی تعظیم و تلاوت کا حق بہترین انداز میں ادا کرنا۔ اس کے سامنے عجز و انکسار اختیار کرنا۔ تلاوت میں اس کے حروف کی صحیح ادائیگی کرنا۔ محرفین کے خود ساختہ معانی کو اپنانے سے بچنے رہنا۔ اس کے اندر جو کچھ بیان ہوا ہے اس کی تصدیق کرنا، اس کے احکام پر عمل پیرا رہنا۔ اس کے علوم و امثال کو سمجھنے کی کوشش کرنا۔ اس کے مواعظ سے عبرت پکڑنا۔ اور اس کے عجائب میں غور و فکر کرنا۔ اس کی آیات و حکمت پر عمل کرنا اور تشابہات کے سامنے سر تسلیم خم کیے رکھنا۔ اس کے عموم و خصوص اور ناسخ و منسوخ کی تحقیق کرنا اور اس کے علوم کو عام کرنا اور دوسروں کو اس کی طرف بلانا۔

## رسول اللہ ﷺ سے اخلاص مندی

رسول ﷺ سے اخلاص مندی کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی جائے۔ آپ جو کچھ لائے ہیں اس پر ایمان رکھا جائے۔ آپ کے اوامر و نواہی کو مانا جائے۔ ہر حال میں آپ کی نصرت و تائید کی جائے۔ جو آپ ﷺ سے دشمنی رکھے اس کے ساتھ دشمنی رکھی جائے اور جو دوستی رکھے اس کو دوست رکھا جائے۔ آپ ﷺ کی دعوت و سنت کو عام کیا جائے۔ اس پر پیدا کیے جانے والے شبہات کا ازالہ کیا جائے اور سنت کے علوم کو پھیلا دیا اور ان میں تفقہ پیدا کیا جائے۔ اس کی تعلیم و تعلم اور اعظام و اجلال میں عاجزی اختیار کی جائے۔ اس کی قرأت کے آداب ملحوظ رکھے جائیں اور بغیر علم اس کے بارے میں کوئی بات نہ کی جائے۔ اس کا علم رکھنے والوں کی عزت و توقیر کی جائے۔ اس کے بیان کردہ اخلاق و آداب کو اپنایا جائے۔ آپ کے اہل بیت و اصحاب سے محبت کی جائے۔ آپ ﷺ کی سنت میں بدعت پیدا کرنے والوں اور اہل سنت سے تعرض کرنے والوں سے دور رہا جائے۔

## مسلم حکمرانوں سے خیر خواہی

ائمہ مسلمین کی خیر خواہی یہ ہے کہ حق پران کی معاونت اور طاعت کی جائے ان کو نرمی کے ساتھ تذکیر کی جائے، نیکی کا حکم اور برائی سے منع کیا جائے۔ حق بات سے وہ غفلت برتیں تو ان کو یاد دہانی کرائی جائے۔ عوام کے حقوق سے ان کو مطلع رکھا جائے۔ عوام کو ان کے خلاف مسلح بغاوت سے روکا جائے اور مسلمانوں کو ان کی اطاعت پر آمادہ کیا جائے۔ امام خطابی کہتے ہیں: ان کے پیچھے نماز پڑھنا، ان کے ساتھ جہاد میں مصروف رہنا، صدقات و زکوٰۃ ادا کرنا، ان کے خلاف مسلح بغاوت سے باز رہنا، خواہ ان میں دسیوں خرابیاں کیوں نہ رونما ہو جائیں، ان کے منہ پر جھوٹی تعریفیں نہ کرنا اور ہمہ وقت ان کو بہت اچھا نہ کہتے رہنا اور ان کے لیے بہتری کی دعا کرتے رہنا ان کی خیر خواہی ہے۔

ابن بطلال کہتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ دلیل ملتی ہے کہ 'نصیحت' کو دین اسلام کا نام دیا گیا ہے اور دین جس طرح عمل پر لاگو ہوتا ہے، اس طرح قول پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں: نصیحت ایسا فرض ہے، جو ایک آدمی ادا کر دے تو باقی لوگوں پر اس کو ادا کرنا فرض نہیں رہتا۔

وہ کہتے ہیں: جب ناصح محسوس کرے کہ اس کی نصیحت مانی جائے گی اور اس کے حکم کی تعمیل کی جائے گی اور اس کو اپنی جان کا بھی کوئی خطرہ نہ ہو تو نصیحت حسب طاقت فرض ہو جاتی ہے۔ اگر اسے کوئی خوف ہو تو پھر اس کو اپنی طاقت کے مطابق جو درست نظر آئے کرنا چاہئے۔

## عام مسلمانوں سے اخلاص مندی

« احمد بن رجب حنبلیؒ نے اپنی ”جامع العلوم والحکم“ میں عام مسلمانوں سے اخلاص مندی یہ بیان کی ہے کہ ان کے لیے وہی چیز پسند کی جائے جو اپنے لیے پسندیدہ ہے اور وہ چیز ان کے لیے ناپسند ہو، جو اپنے لیے ناپسند ہے۔ ان کے ساتھ شفقت و نرمی کا رویہ اختیار کیا جائے۔ ان کے چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی عزت کی جائے۔ ان کے غم کو اپنا غم اور ان کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھا جائے۔ خواہ اس چیز سے آدمی کو دنیاوی اعتبار سے نقصان ہی پہنچے، مثلاً وہ ان کے لیے نرغ کم سے کم رکھے خواہ اس کو اپنی تجارت میں کچھ کم نفع کیوں نہ ملے۔ اسی طرح ان تمام چیزوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے جو ان کو نقصان پہنچاتی ہیں اور ان چیزوں سے محبت رکھی جائے جو ان کے فائدے میں ہوتی ہیں۔ ان کے لیے اللہ کی نعمتوں کے تسلسل کی خواہش کی جائے۔ دشمن کے خلاف ان کی مدد کی جائے اور ان کے خلاف ہر ناگوار و ناروا عمل کو روکنے کی کوشش کی جائے۔

ابو عمرو بن صلاح عامۃ المسلمین سے اخلاص مندی کے تحت ذکر کرتے ہیں ”عام مسلمانوں کے لیے اخلاص مندی یہ ہے: ان کے مصالح کی طرف ان کی رہنمائی کرنا، ان کے دین و دنیا کے معاملات میں ان کو تعلیم دینا، ان کے برے افعال پر ان کی پردہ دردی نہ کرنا، ان کے عمل میں بد عملی کے شکاف بند کرنا، دشمن کو ان سے دفع کرنا اور اس کے مقابلے میں ان کی نصرت کرنا، ان کو فریب دینے اور ان سے حسد کرنے سے بچنا۔“

ان کے فقراء و مساکین کے لیے ایثار کرنا، جاہلوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا، جو اپنے قول و فعل میں حق سے روگردانی کرنے کی کوشش کرے اس کو نرمی اور پیار سے حق کی طرف مائل کرنا، ان کو نیکی کرنے اور برائی سے رکنے کی ترغیب دہشتی سے نہیں، بلکہ درمندی سے دینا اور ان کے فساد کا ازالہ، محبت کے جذبات سے کرنا بھی عام مسلمانوں سے اخلاص مندی میں شامل ہے۔

حدیث میں اس جذبہ اخلاص و خیر خواہی کو مسلمان کے اوپر مسلمان کا حق قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ حَقِّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ أَنْ يَنْصَحَ لَهُ إِذَا غَابَ ①

”مسلمان کا مسلمان پر حق ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں بھی اس کا خیر خواہ رہے۔“

نصیحت کا حق ادا کرنے کو رسول اللہ ﷺ نے یہ فرما کر اہم بنا دیا ہے کہ:

إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ. (۲)

”جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے مخلص مشورہ طلب کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو مخلصانہ مشورہ دے۔“  
دور حاضر میں جب امت مسلمہ کے ہمہ پہلو فساد پر نگاہ ڈالی جائے تو اس حدیث کا عملی مصداق بنے بغیر کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ لہذا دین کا پیغام اور انسانیت کی خیر خواہی کا جذبہ رکھنے والے ہر گروہ، جماعت اور تنظیم کو اس حدیث کی روشنی میں اپنا کام کرنا چاہیے۔»

### فقہ الحدیث

- ۱- دین اخلاص و وفاداری ہی کا نام ہے۔ مسلمان کی وفاداری ہر قسم کی ملاوٹ اور آمیزش سے پاک ہوتی ہے۔ وہ کامل مخلص ہوتا ہے۔ مسلمان میں نفاق اور دو رنگی نہیں پائی جاتی۔
- ۲- اللہ تعالیٰ سے خالص وفاداری و اخلاص مندی مطلوب ہے، ایسی عبادت جو ریا سے پاک ہو۔ نماز قربانی اور جینا مرنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو۔
- ۳- اللہ کی کتاب سے اخلاص مندی اور وفاداری بھی مطلوب ہے۔ قرآن سے محبت کی جائے، تنظیم کی جائے، اس کی اطاعت کی جائے۔ قرآن کی لفظی اور معنوی تحریف سے بچا جائے۔ امت مسلمہ کا عروج و زوال تمسک بالقرآن سے وابستہ ہے۔
- ۴- محمد رسول اللہ ﷺ کو آخری رسول تسلیم کیا جائے۔ صحابہ، تابعین، فقہاء، محدثین اور اولیاء وغیرہ سے زیادہ رسول ﷺ سے محبت کی جائے۔ آپ سے ثابت شدہ صحیح اقوال و اعمال کو ترجیح دی جائے۔ منکرین حدیث کا مقابلہ کرے اور آپ کی سنتوں پر عمل کرتے ہوئے احادیث کا دفاع کرے۔
- ۵- مسلم عوام اور مسلم حکمرانوں کے درمیان سمع و طاعت کا مضبوط نظام قائم کیا جائے۔ دونوں اپنے اپنے حقوق و فرائض سے پوری طرح باخبر رہیں اور اپنے حقوق ادا کریں۔ اسلامی ریاست اور اسلامی اجتماعیت کو مضبوط و مستحکم کیا جائے۔
- ۶- عام مسلمانوں کی خیر خواہی اختیار کی جائے۔ لسانیت، نسب، رنگ و نسل، صوبہ پرستی، قومی تعصب اور برادری کے تعصب سے بالاتر ہو کر دنیا کے ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی اختیار کی جائے۔
- ۷- دین ایک بہت بڑا حق ہے جس کو ادا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔



(۲) صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ہل بیع حاضر لباد بغیر أجر..... تعلیقاً لحدیث ۲۱۵۷



عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:  
”أُمِرْتُ أَنْ أَقَابِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا  
اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا  
الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَائِهِمْ وَ  
أَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابِهِمْ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى“  
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ

## اسلامی حکومت کی طرف سے جان و مال کی ضمانت کب حاصل ہوتی ہے؟

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:

”أَمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ“

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں، جب تک وہ یہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ یہ کام کرنے لگ جائیں گے تو وہ مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال محفوظ کر لیں گے الا یہ کہ اسلام کا کوئی حق ہو۔“

وَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى“ (باقی) ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔“  
(بخاری اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے)  
(زَوَاهِ النَّبَخَارِيُّ وَ مُسْلِمٌ)

### تفہیم الفاظ

- أَمْرٌ : مجھے حکم دیا گیا۔ امر، امور، مامور الفاظ کا تعلق انہیں حروف سے ہے۔  
 أَنْ : یہ کہ۔  
 أَقْبَلَ : میں لڑوں گا/ میں جنگ کروں گا، أَقْبَلَ کے بعد حقی آنے کی وجہ سے اس کے معنی میں استمرار/تسلل پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے ترجمہ ”میں لڑتا رہوں گا/ میں جنگ کرتا رہوں گا“ کیا گیا۔ أَقْبَلَ کی ل پر زبر اُن کی وجہ سے ہے۔  
 حَتَّى : یہاں تک کہ/ تا آنکہ۔ یہ لفظ جب کسی اسم سے پہلے آئے تو اس کے آخری حرف کو زبر دیتا ہے اور جب فعل مضارع سے پہلے آئے تو اس کے بعد اُن مخفی ہوتا ہے جو مضارع میں دو تبدیلیاں کرتا ہے۔ (۱) واحد حاضر اور واحد غائب کے صیغوں کے آخری حرف کو زبر دے دیتا ہے۔ (۲) جمع حاضر اور جمع غائب کے صیغوں کے آخر سے نون گرا دیتا ہے۔ یہاں اس نے یہی عمل کیا ہے۔ آگے آنے والے لفظ يَشْهَدُوا کو دیکھیے۔  
 يَشْهَدُوا : وہ عہدات دیں/ وہ گواہی دیں۔ یہ لفظ دراصل يَشْهَدُونَ تھا۔ حَتَّى کی وجہ سے اس کی نون گر گئی اور یہ يَشْهَدُوا رہ گیا۔  
 يُقِيمُوا : وہ قائم کریں/ وہ ادا کریں۔ یہ لفظ بھی يُقِيمُونَ تھا۔ حَتَّى کی وجہ سے يُقِيمُوا رہ گیا۔  
 الصَّلَاةُ : نماز۔ اس کی ة کے اوپر زبر يُقِيمُوا کا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے۔  
 يُؤْتُوا : وہ ادا کریں۔ یہ بھی يُؤْتُونَ تھا۔ حَتَّى کی وجہ سے يُؤْتُوا رہ گیا۔  
 الزَّكَاةُ : زکوٰۃ اس کی ة پر زبر يُؤْتُوا کا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے۔  
 فَإِذَا : ف + إِذَا: لہذا+ جب۔

- فَعَلُوا : انہوں نے کر لیا/ انہوں نے کیا۔ یہ فعل ماضی ہے اور پیچھے ہم پڑھ آئے ہیں کہ فعل ماضی سے پہلے اِذَا آجائے تو ترجمہ ماضی میں نہیں مستقبل میں کرتے ہیں۔ لہذا اس کا ترجمہ ہوگا ”وہ کر لیں گے/ وہ کریں گے۔“
- ذَلِكْ :: یہ۔ اسم اشارہ ہے۔ فَاِذَا فَعَلُوا سے پہلے ذکر کیے گئے افعال کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔
- عَصَمُوا : انہوں نے محفوظ کر لیا/ انہوں نے بچا لیا۔
- مِنِّي : مِن + نَبِيٌّ : سے + مجھ: مجھ سے۔
- دِمَاءَهُمْ : دِمَاءٌ [دَمٌ كِي جَمْع] + هُمْ : خون + اپنے = اپنے خون دِمَاءٌ كِي ہمزہ پر زبر عَصَمُوا كَا مفعول ہونے كِي وجہ سے ہے۔
- أَمْوَالَهُمْ : أَمْوَالٌ [مَالٌ كِي جَمْع] + هُمْ : مال + اپنے = اپنے مال۔ اَمْوَالٌ كِي ل پر زبر بھی عَصَمُوا كَا مفعول ہونے كِي وجہ سے ہے۔
- إِلَّا : مگر/ سوائے/ علاوہ۔
- بِحَقِّي : بِ + حَقِّي : كے + حق:
- الْإِسْلَامُ : اسلام۔ یہ بِحَقِّي كَا مضاف الیہ ہے اس لیے م كے نیچے زیر ہے اِلَّا بِحَقِّي الْإِسْلَامُ كَا ترجمہ ”اسلام كے حق كے سوا“ ہوگا۔
- حِسَابُهُمْ : حِسَابٌ + هُمْ : حساب + ان كَا = ان كَا حساب

## شرح الحدیث

اس حدیث میں اَمْرٌ كَا صیغہ اور اس میں امر (حکم) كَا پایا جانا، اس كام كے واجب ہونے كِي طرف دلالت كرتا ہے۔ قرآن مجید نے اس بات كیوں بیان كیا ہے:

وَقِيلُوا لَهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ لِلدِّينِ لِلَّهِ ۗ فَاِنِ اَنْتَهُوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظَّالِمِيْنَ [البقرہ: ۱۹۳]

”تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک كہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ كے لیے ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو سمجھ لو كہ ظالموں كے سوا اور كسی پر دست درازی روا نہیں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب لوگ توحید و رسالت کی گواہی دے دیں اور صلوة و زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو سمجھ لیں کہ اب میری ان کے ساتھ جاری جنگ ختم ہو چکی۔

« یہ حدیث سورۃ التوبہ کی دو آیات کی تفصیل میں ہے وہاں مشرکین مکہ کے ایمان کو اس وقت تک معتبر قرار نہیں دیا گیا، جب تک وہ پہلے رکن شہادت کے بعد دوسرے رکن نماز اور تیسرے رکن زکوٰۃ کا اہتمام نہ کریں۔  
 ”اگر وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو (فعلوا سبیلہم) تب ان کا راستہ چھوڑ دو۔“ (یعنی جنگ نہ کرو)  
 ”اگر وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو (فاسخوا انکم فی الدین) تب وہ دین میں آپ کے بھائی بنیں گے۔“

حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ارکانِ خمسہ میں سے پہلے تین کو بقیہ دو پر ترجیح حاصل ہے۔  
 یہاں ایک اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ روزہ اور حج بھی تو اسلام کے ارکان میں سے ہیں ان کا یہاں ذکر کیوں نہیں کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ روزہ نہ رکھنے کے جرم میں کسی انسان سے لڑائی نہیں کی جائے گی بلکہ اسے قید کر دیا جائے گا اور اس کا کھانا پینا بند کر دیا جائے گا۔ رہا حج کا معاملہ تو یہ اس آدمی پر فرض ہے جو خوشحال ہو لہذا اس سے بھی مقاتلہ نہیں کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے تین چیزوں کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ ان کے تارک سے لڑائی کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بھی ان چیزوں کا ذکر نہیں کیا تھا جب انہیں یمن کا گورنر بنا کر بھیج رہے تھے۔ بلکہ ان تین ارکانِ اسلام، شہادت، نماز اور زکوٰۃ کا ذکر کیا تھا۔

« اس حدیث میں غیر مسلموں کے خلاف اعلانِ جنگ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ایک اسلامی حکومت کب تک کافروں اور باغیوں کے خلاف لڑ سکتی ہے۔ صحیح بخاری کی حضرت انسؓ سے مروی حدیث سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ الناس سے مراد مشرکین ہیں۔ اس حدیث میں کچھ امور کا اضافہ بھی ہے۔

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أَمَرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فَإِذَا شَهِدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنْ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ وَصَلُّوا صَلَوَاتِنَا وَاسْتَقْبَلُوا قِبَلَتَنَا وَأَكَلُوا ذَبِيحَتَنَا فَقَدْ حُرِّمَتْ عَلَيْنَا دِمَاءُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا،<sup>(۱)</sup>  
 ”حضرت انسؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں (یعنی مشرکین) سے اس وقت تک لڑوں کہ وہ یہ شہادت دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور محمد اللہ

(۱) صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب فضل استقبال القبلة، ۳۹۲، نسائی، ۳۹۰۳۔

کے بندے اور رسول ہیں۔ جب وہ یہ گواہی دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور ہماری طرح نماز پڑھنے لگیں، ہمارے قبلے کو قبلہ تسلیم کر لیں، ہمارے ذبیحہ کو کھانے لگیں تو پھر ہمارے اوپر ان کے خون اور مال حرام ہیں مگر اسلام کے حق کے ساتھ۔“ ﴿۱﴾

الإِبْحَاقُ الْإِسْلَامُ ”مگر اسلام کے کسی حق کی بنا پر“ کا مطلب اسلام کے واجبات ہیں اور جو شخص ان واجبات کو ترک کرے اس سے جنگ کرنا جائز ہے۔ جیسے باغی عناصر، راستوں میں بیٹھ کر لوگوں کو لوٹنے اور ہراساں کرنے والے اور قاتل اور زکوٰۃ نہ دینے والے اور پیاسے مسافروں اور جانوروں کو پانی پلانے کے کاموں سے روکنے والے اور جرائم پیشہ اور طاقت کے باوجود قرض واپس نہ کرنے والے، شادی شدہ زانی اور جمعہ اور وضو کو چھوڑنے والے۔ (سود کھانے والوں سے بھی اللہ اور رسول ﷺ کا اعلان جنگ ہے) ان تمام صورتوں میں ان لوگوں سے لڑائی کرنا جائز ہے۔ اسی طرح ان لوگوں سے لڑنا بھی اس ضمن میں آتا ہے جو جماعت کو چھوڑ جائیں۔ (اسلامی ریاست اور اسلامی اجتماعیت کے باغی ہو جائیں مثلاً خوارج) ہم کہتے ہیں کہ یہ فرض عین ہے۔ اگر فرض عین نہیں تو فرض کفایہ ضرور ہے۔

﴿۱﴾ الإِبْحَاقُ الْإِسْلَامُ ..... مگر اسلام کے کسی حق کے بدلے۔ اسلام کے اس حق کی تصریح بھی حدیث رسول میں موجود ہے آرٹھین کی حدیث ۱۲ ملاحظہ کیجیے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ”لَا يَجِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِأَخْذِي ثَلَاثٍ: الثَّيْبُ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِذِيْنِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ“<sup>(۲)</sup>

”ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کسی مسلمان کا خون حلال نہیں، مگر ان تین وجوہات کی بنا پر (یعنی) وہ شادی شدہ زنا کار ہو، کسی جان کو قتل کر بیٹھا ہو، یا اپنا دین ترک کر کے جماعت سے علیحدہ ہو گیا ہو“ ﴿۲﴾

وَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ ”اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے“ یعنی جو لوگ توحید و رسالت کی گواہی دے دیں۔ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں وہ اپنا خون اور مال بچالیں گے۔ یعنی ان سے جنگ نہیں کی جائے گی۔ اگر انہوں نے یہ کام نیک نیتی اور خلوص سے کیا ہوگا تو وہ مومن ہوں گے اور اگر منافقوں کی طرح کسی خوف کے مارے یا جان بچانے کی خاطر کریں گے تو ان سے اللہ تعالیٰ حساب لے کر رہے گا۔ کیونکہ وہ رازوں کو خوب جاننے

(۲) صحیح بخاری، کتاب الديات، باب قول الله تعالى (أَنِ النَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ) ۶۸۷۸، صحیح مسلم، کتاب القسامۃ باب ما یباح بہ دم المسلم ۱۶۷۶۔

والا ہے۔ (اسلامی حکومت ان سے تعرض نہیں کرے گی) اسی طرح وہ شخص جو وضو یا غسل جنابت کیے بغیر نماز پڑھے یا وہ شخص جو اپنے گھر میں تو کھائے پیے، لیکن باہر یہ دعویٰ کرے کہ وہ روزے سے ہے، اس کی یہ بات مان لی جائے گی مگر اس کا حساب بھی اللہ ہی لے گا۔

«وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ كَقُرْآنِ مجید کی سورۃ غاشیہ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

فَلَذِكْرًا <sup>بِنَفْسِ</sup> إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ (۲۱) لَنْسُتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ (۲۲) إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ (۲۳)  
فِيَعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ (۲۴) إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ (۲۵) ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (۲۶) [الغاشیہ]  
” (اے نبی!) نصیحت کیے جاؤ، تم بس نصیحت ہی کرنے والے ہو، کچھ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہو۔ البتہ جو شخص منہ موڑے گا اور انکار کرے گا تو اللہ اس کو بھاری سزا دے گا۔ ان لوگوں کو پلٹنا ہماری طرف ہی ہے، پھر ان کا حساب لینا ہمارے ہی ذمہ ہے۔“

اس حدیث میں قتل و مقاتلہ کا جو اصول بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بھی دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو کا تعلق غیر مسلموں سے ہے اور دوسرے پہلو کا تعلق مسلمانوں سے ہے۔ کفار کے بارے میں تو صورت حال دو ٹوک انداز میں واضح ہے۔ البتہ مسلمان کا معاملہ نازک ہے۔ مسلمان سے اس طرح کھلی جنگ نہیں کی جاسکتی جب تک وہ ”اسلام کے حق“ کی زد میں آکر مستوجب سزا نہیں بنا اور حدیث نے اسلام کا حق تین چیزوں کو قرار دیا ہے۔ ان میں نماز، زکوٰۃ کا ذکر نہیں ہے البتہ الفارک لِدِينِهِ الْمُفَارِقِ لِلْجَمَاعَةِ کا اگر اس کے اوپر اطلاق ہوتا ہے اور وہ ارتداد و بغاوت کے نقطہ نظر سے نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیتا ہے تو وہ اس لائق ہے کہ اس سے جنگ کی جائے یہاں تک کہ وہ اسلامی حکومت کا مطیع فرمان بن کر اسلام کے مطابق زندگی گزارے یا جان سے ہاتھ دھو بیٹھے البتہ توبہ کا دروازہ اس کے لیے بھی اسی طرح ہمہ وقت کھلا ہے جس طرح پوری نسلی انسانی کے لیے کھلا ہے۔ قرآن مجید کا اس بارے میں ارشاد ہے: فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ (التوبہ: ۱۱) ”پس اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔“ واللہ اعلم بالصواب

## فقہ الحدیث

۱- کافروں سے اس وقت تک جنگ کرنا فرض ہے جب تک وہ تین ارکان، توحید و رسالت کا اقرار اور

- صلوٰۃ و زکوٰۃ ادا کرنے پر عمل پیرا نہ ہو جائیں۔
- ۲- جب کوئی شخص توحید و رسالت کا اقرار کر کے نماز قائم کرنے لگے اور زکوٰۃ دینے لگے تو اس کا خون اور مال حرام ٹھہر جاتا ہے۔
- ۳- اسلام کا اقرار کر لینے کے بعد بظاہر عبادات بجالانے والے کے خلاف جنگ نہیں کی جاسکتی، خواہ وہ اندر سے اس چیز کا منکر ہی کیوں نہ ہو۔ یہ منافقین کا طرز عمل ہے۔
- ۴- کھلی بغاوت اور ارتدادی حرکات کے مرتکب اس اعلان جنگ کے مخاطب ہیں۔
- ۵- مسلمان کا قتل اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ:
- a..... وہ شادی شدہ ہوتے ہوئے زنا کا ارتکاب کرے۔
- b..... کسی انسان کو ناحق قتل کر دے
- c..... اسلامی ریاست اور سوسائٹی سے غداری کا مرتکب ہو۔
- d..... دین اسلام کو قبول کرنے کے بعد دوبارہ کافر (مرتد) ہو جائے۔
- e..... فسادی الارض دہشت گردی وغیرہ کا مرتکب ہو۔
- ۶- جو شخص ”اسلام کے حق“ کی زد میں آجائے مگر توبہ کر لے تو اس کے خلاف بھی جنگ جائز نہیں۔





## الحديث التاسع

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:  
 سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ  
 فَاجْتَنِبُوهُ، وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَأَتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَإِنَّمَا  
 أَهْلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ  
 عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ".

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ

## احادیثِ رسول ﷺ کی آئینی حیثیت

”ابو ہریرہ عبدالرحمن بن صخرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ:  
”میں تمہیں جس چیز سے منع کروں اس سے دور رہو،

اور جس چیز کا حکم دوں، اپنی استطاعت کے مطابق اس پر عمل کی کوشش کرو،

تم سے پہلے لوگوں کو کثرتِ سوال اور انبیاء سے اختلاف نے ہی تباہی تک پہنچایا تھا“

(اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ:  
”مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوهُ،

وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَأَتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ،

فَإِنَّمَا أَهْلَكَ الدِّينَ مِنَ قَبْلِكُمْ  
كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلَيَّ  
أَنْبِيَائِهِمْ“.

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ)

### تفہیم الفاظ

- مَا : جس/ جو
- نَهَيْتُكُمْ : میں منع کروں/ روکوں+ تمہیں: میں تمہیں منع کروں۔
- عَنْهُ : عَنْ+وہ: سے+اُس: اس سے
- فَاجْتَنِبُوهُ : ف+اجْتَنِبُو+وہ: لہذا+اجتناب کرو تم/ دور رہو+اس سے: لہذا اجتناب کرو تم اس سے۔
- أَمْرُكُمْ : أَمْرٌ+كُمْ: میں حکم دوں+ تمہیں۔
- بِ : ب+وہ: کا+اس/ جس: جس کا۔
- فَاتُوا مِنْهُ : فَاتُوا: پس آؤ تم۔ مِنْهُ: اس سے۔ مراد اس کام کا بجالانا ہے۔
- مَا اسْتَطَعْتُمْ : مَا: جس قدر/ جو۔ اسْتَطَعْتُمْ: تم طاقت رکھو/ تم قدرت رکھو۔
- فَإِنَّمَا : کسی چیز کو مٹا کر کے پیش کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور صحر پیدا کرتا ہے۔
- أَهْلَكَ : اس نے ہلاک کیا/ اس نے برباد کیا۔ اس کا فاعل آگے كَفْرَةٌ مَسَائِلِهِمْ ہے۔
- الَّذِينَ : جو لوگ/ وہ لوگ۔ یہ أَهْلَكَ کا مفعول ہے۔
- قَبْلُكُمْ : قَبْلُ+كُمْ: پہلے+تمہارے/ تم=تم سے پہلے۔ قَبْلُ كِل مِّنْ كِبْرٍ سے مجرور ہے۔
- كَثْرَةٌ : کثرت۔
- مَسَائِلِهِمْ : مَسَائِلُ + هُمْ: سوالات+ ان کے= ان کے مسائل کی۔ كَفْرَةٌ كُو اس کے ساتھ ملا کر ترجمہ کریں تو ترجمہ ہوگا: "ان کے سوالات کی کثرت نے" یہ مرکب اضافی ہے۔
- إِخْتِلَافِهِمْ : إِخْتِلَافٍ + هُمْ: اختلاف+ ان کے= ان کے اختلاف نے مَسَائِلُ اور إِخْتِلَافٍ دونوں كَفْرَةٌ کے مضاف الیہ ہیں۔ اس لیے ان کے آخری حروف کے نیچے زیر ہے۔ إِخْتِلَافِهِمْ بھی مرکب اضافی ہے۔
- الْأَنْبِيَاءِ هُمْ : الْأَنْبِيَاءُ + هُمْ: انبیاء+اپنے= اپنے انبیاء۔ الْأَنْبِيَاءِ كِبْرٍ عُلَى کی وجہ سے مجرور ہے
- الْأَنْبِيَاءِ هُمْ : الْأَنْبِيَاءِ هُمْ بھی مرکب اضافی ہے۔

## شرح الحدیث

### رسول ﷺ کا امر ونہی

نبی کریمؐ کے قول: ”میں جس چیز سے تمہیں منع کروں اس سے دوڑ رہو“۔ کا مطلب یہ ہے کہ اس کام سے مکمل طور پر بچو۔ یہاں بیان کی گئی نبی، تحریم کا درجہ رکھتی ہے یعنی اگر کوئی شخص ایسا کام کرے گا جس سے نبی کریمؐ نے منع فرمایا ہے تو وہ حرام کا مرتکب ہوگا۔ اسی طرح آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ ”جس چیز کا تمہیں حکم دوں اس کو اپنی استطاعت کے مطابق کر گزرو“ کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو وہ کام کرنے کے لیے اپنی آخری کوشش کرنی چاہیے جن کے کرنے کا نبی کریمؐ نے حکم دیا ہے۔

« یہ حدیث سورۃ الحشر کی اس آیت کی تشریح کرتی ہے:

وَمَا اَنْتُمْ بِالرُّسُولِ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَكُم عَنْهُ فَانْتَهُوا (۷)

”جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ۔“

قرآن مجید نے متعدد مقامات پر رسول اللہ ﷺ کے امر ونہی کے اتباع کو نہایت مؤکد انداز میں پیش کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی زبانی ہی یہ اعلان کرایا ہے:

وَ اَنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ [الانعام: ۱۵۲]

”بیش اس کی ہدایت یہ ہے کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے، لہذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کر دیں گے۔“

اس آیت میں رسول ﷺ کے متعین کردہ راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستوں پر چلنے کا انجام یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ راستے تمہیں رسول ﷺ کے راستے سے دور لے جائیں گے۔

دوسرے مقام پر اسی انجام کو فتنے اور عذاب الیم کے نام سے یوں بیان فرمایا:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ اَمْرِ اَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ (النور: ۶۳)

”رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا

ان پر دردناک عذاب نہ آجائے۔“

## بے مقصد سوالات کی ممانعت

حدیث میں بہت زیادہ سوالات کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ سوال کی کئی قسمیں ہیں:

۱- ایک جاہل کا اپنے دین کے مسائل جاننے کے لیے سوالات کرنا۔ مثلاً وضو، نماز، روزہ اور معاملات وغیرہ کے احکامات۔ اس طرح کے سوالات کرنا تو مسلمان پر واجب ہے۔ نبی کریم کا فرمان ”طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ“<sup>(۱)</sup> میں اسی چیز کی ترغیب دی گئی ہے اور ایک مسلمان تو ایسے سوالات کرنے سے خاموش بھی نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل: ۴۳) ”اہل ذکر (یعنی اہل علم) سے پوچھ لو اگر تمہیں کوئی بات معلوم نہ ہو تو۔“

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ”مجھے سوال کرنے والی زبان اور عقل رکھنے والا دل عطا کیا گیا ہے۔“  
۲- دین میں تقفہ حاصل کرنے کی غرض سے سوال کرنا نہ کہ صرف عمل کے لیے، مثلاً قضا و فتویٰ۔ اس قسم کے سوالات اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت آجاتے ہیں: فَلَوْ لَا نَفَرْنَا مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّينِ (التوبہ: ۱۲۲) ”ہر گروہ میں سے چند لوگ ایسے کیوں نہ نکلے جو دین میں تقفہ حاصل کرتے۔“

نبی کریم نے بھی فرمایا ہے: ”أَلَا فَلْيُعَلِّمِ الشَّاهِدُ مِنْكُمْ الْغَائِبَ“ ”خبردار اتم میں سے حاضر، غیر حاضر کو جا کر یہ مسائل بتادے۔“

۳- یہ کہ آدمی ایسے سوالات کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر فرض نہیں کیے۔ اس حدیث میں اسی قسم کے سوالات کے بارے میں منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس طرح کے سوالات کرنا دراصل اپنے آپ کو ایسی پابندیوں میں جکڑنا ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزاد رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وَسَكَّتَ عَنْ أَشْيَاءَ رَحْمَةً لَكُمْ فَلَا تَسْأَلُوا عَنْهَا ”کچھ چیزوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تم پر ترس کھاتے ہوئے خاموشی اختیار کی ہے لہذا تم ان چیزوں کے بارے میں کریدانہ کرو۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ”لوگوں پر فرض ہے کہ جو شخص بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھے وہ حج کرے“ نازل ہوئی تو ایک آدمی

نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہر سال حج کیا جائے؟ آپ ﷺ نے اس کا یہ سوال سن کر رخ پھیر لیا، اس آدمی نے دو یا تین بار یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہوسکتا ہے مجھے ہاں کہنا پڑے۔ اللہ کی قسم! اگر میں ہاں کہہ دوں گا تو یہ ہر سال فرض ہو جائے گا۔ اور اگر یہ فرض ہو گیا تو تم اس کی ادائیگی کی طاقت نہ رکھو گے، لہذا مجھے اس چیز کے بارے میں نہ پوچھو جس کے بارے میں میں نے تمہیں کچھ بتایا نہیں، تم سے پہلے لوگوں کو بہت زیادہ سوال کرنے اور انبیاء سے اختلاف نے تباہی تک پہنچا دیا تھا۔ میں جب تمہیں کوئی حکم دوں تو مقدور بھر اس پر عمل کی کوشش کرو اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اس سے بچو“۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں فرمایا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَن أَشْيَاءَ إِن تُبَدَّ لَكُمْ تَسْأَلُكُمْ (المائدہ: ۱۰۱) ”اے اہل ایمان! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو (جن کا کوئی حکم نہیں دیا گیا) اگر تمہیں ان کے بارے میں کچھ بتا دیا جائے تو تمہیں برا لگے گا“

علماء کے ایک گروہ نے آیات تشابہات کے معانی سے متعلق سوال کرنے کو مکروہ خیال کیا ہے۔ امام مالکؒ سے ”الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ الْمُسْتَوِيِّ“ ..... (طہ: ۵) ”رحمن عرش پر مستوی ہے“ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ”اللہ تعالیٰ کا عرش نشین ہونا معلوم ہے اور وہ کس طرح عرش نشین ہے یہ کیفیت معلوم نہیں، لیکن اس پر ایمان رکھنا واجب ہے اور اس سے متعلق سوال کرنا بدعت ہے، میرے خیال میں یہ سوال کرنے والا برا آدمی ہے، اس کو میرے پاس سے باہر نکال دو۔“

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ سلف کا طریقہ احتیاط پر مبنی تھا اور خلف کا طریقہ علم پر مبنی ہے اور وہ ہے سوال کرنا۔ آج کل لایعنی سوالات، عوام خصوصاً بدنیت لوگوں کی عادت بن گئی ہے۔ کچھ تو ایسے ہیں جو فضول سوال چھیڑ کر اس پر ہونے والے رد عمل کے محض تماشائی ہوتے ہیں اور کچھ یہود و ہنود کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے امت کے اندر متفقہ موضوعات اور مسائل کو از سر نو چھیڑتے ہیں اور پھر اپنے مطلب کے نام نہاد علماء کو بھی اپنے ساتھ ملا لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں کو بدترین لوگ قرار دیا ہے۔ مسند احمد کی روایت ہے:

سَيَكُونُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَتَعَاطَوْنَ فُقَهَاءَهُمْ عَضَلِ الْمَسَائِلِ، أُولَئِكَ شَرَّارُ أُمَّتِي (۲)

”عنقریب میری امت میں سے ایک گروہ ایسا نمودار ہوگا جو جنگلک مسائل میں اپنے فقہاء کو الجھائے رکھے گا۔

یہ لوگ میری امت کے بدترین لوگ ہوں گے۔“

## فقہ الحدیث

- ۱- رسول اللہ کے منع کردہ کام سے اجتناب کرنا، فرض ہے۔
- ۲- رسول اللہ کے حکم کو بجالانا بقدر استطاعت فرض ہے۔
- ۳- رسول کے منہیات کا ارتکاب حرام ہے۔
- ۴- رسول کے امر و نہی پر عمل کرنا اتباع رسول ہے۔
- ۵- رسول کے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستوں پر چلنا راہ صواب سے دوری کا باعث ہے۔
- ۶- رسول کے حکم [امر و نہی] سے روگردانی کرنے کا انجام فتنہ اور عذاب الیم ہے۔
- ۷- رسول کا حکم دل و جان کی خوشی کے ساتھ قبول کرنا فرض ہے۔
- ۸- رسول اللہ کے بیان کردہ احکام کی ایسی توضیح طلب کرنا جائز نہیں جو کسی مزید پابندی کا باعث بنے۔
- ۹- بے جا، غیر ضروری اور لائینی سوالات سے اجتناب واجب ہے۔ زیادہ سوال کرنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔
- ۱۰- افہام و تفہیم اور تعلیم و تعلم کے تحت آنے والے سوالات اس دائرے میں شامل نہیں یہ بعض اوقات فرض، بعض اوقات، مستحب اور بعض اوقات مستحسن ہوتے ہیں۔
- ۱۱- سوال کرتے وقت ایمان کے مقتضیات کو پیش نظر رکھا جائے۔
- ۱۲- مشابہات سے متعلق بے فائدہ سوال کرنا امام مالک کے نزدیک بدعت ہے اور حرام ہے۔
- ۱۳- مخلصانہ اتباع کے بجائے انبیاء سے غیر ضروری اور لائینی سوالات اور انبیاء کے احکامات سے اختلاف انسان کو ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے۔



لَا يَسْتَوِيانِ

«بَلَّغُوا نَبَأَ اللَّهِ إِلَى قَوْمِهِمْ وَلَوْ كَرِهَ الْغَافِلُونَ»  
 وَإِلَى قَوْمٍ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولَئِكَ يَجْزِي اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ  
 كَمَا يَجْزِي قَوْمَهُمْ الَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولَئِكَ يَجْزِي اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ  
 «بَلَّغُوا نَبَأَ اللَّهِ إِلَى قَوْمِهِمْ وَلَوْ كَرِهَ الْغَافِلُونَ»  
 «بَلَّغُوا نَبَأَ اللَّهِ إِلَى قَوْمِهِمْ وَلَوْ كَرِهَ الْغَافِلُونَ»  
 :إِلَى قَوْمٍ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولَئِكَ يَجْزِي اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ  
 :بَلَّغُوا نَبَأَ اللَّهِ إِلَى قَوْمِهِمْ وَلَوْ كَرِهَ الْغَافِلُونَ  
 :بَلَّغُوا نَبَأَ اللَّهِ إِلَى قَوْمِهِمْ وَلَوْ كَرِهَ الْغَافِلُونَ

بَلَّغُوا نَبَأَ اللَّهِ إِلَى قَوْمِهِمْ



بَلَّغُوا نَبَأَ اللَّهِ إِلَى قَوْمِهِمْ

## حلال و حرام کا قبولیت دعا پر اثر

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: **إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ**

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب (پاک) چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مومنین کو بھی وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے۔“

فَقَالَ تَعَالَى: **”يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا“**.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **”یَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا“**.

وَقَالَ تَعَالَى: **”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُّوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ“**

رسولو! پاک و طیب چیزیں کھاؤ اور صالح عمل کرو“ (دوسری جگہ) فرمایا: **”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُّوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ“** (البقرہ: ۱۷۲) ”اے اہل ایمان! ہم نے تمہیں جو پاکیزہ رزق دیا ہے اس سے کھاؤ“

پھر آپ نے اس شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے۔ جس سے اس کے بال پراگندہ اور جسم غبار آلود ہو جاتا ہے، وہ اسی حالت میں آسمان کی طرف متوجہ ہو کر دستِ دعا دراز کرتا ہے، کہتا ہے: اے رب! اے رب! (جبکہ اس کی حقیقی صورت حال یہ ہوتی ہے کہ) اس کا کھانا حرام کا، اس کا پینا حرام کا، اس کا لباس حرام کا اور اس کی پرورش ہی حرام غذا سے ہوئی ہوتی ہے

تو پھر کیسے اس کی دعا قبول ہوگی؟“  
(مسلم نے اس کو روایت کیا ہے)

ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلُ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَخْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ: يَا رَبُّ يَا رَبُّ،

وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَ مَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغَدِي بِالْحَرَامِ،

فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لَهُ؟“

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

### تفہیم الفاظ

- لَا يَقْبَلُ : لا: نہیں + يقْبَلُ: وہ قبول کرتا ہے/ وہ منظور کرتا ہے۔  
وہ قبول نہیں کرتا ہے/ وہ منظور نہیں کرتا ہے۔
- أَمَرَ : اس نے حکم دیا ہے۔ اس کا فاعل لفظ اللہ اس سے پہلے آ گیا ہے۔  
المُؤْمِنِينَ: المؤمنین کی جمع، اہل ایمان۔ اصل میں المؤمنون تھا اَمَرَ کا مفعول ہونے کی وجہ سے المؤمنین ہو گیا۔
- بِمَا : ب + ما: کا + جس/ جو = جس کا۔  
بِهِ : ب + ه: کا + اس/ جس = جس کا۔
- المُرْسَلِينَ: رسول مرسَل کی جمع۔ اصل میں المرسلون تھا یہاں اَمَرَ کا مفعول ہونے کی وجہ سے

- المُرْسَلِينَ ہو گیا۔
- اَيُّهَا : اے۔ یہ حرف ندا ہے پکارنے کا لفظ ہے۔
- كُلُوا : کھاؤ! فعل امر جمع ہے۔
- مِنَ الطَّيِّبَاتِ : مِّنَ: سے + الطَّيِّبَاتِ: پاکیزہ چیزیں = پاکیزہ چیزوں سے۔
- اعْمَلُوا صَالِحًا : اِعْمَلُوا: تم عمل کرو + صَالِحًا: نیک / بھلے = تم نیک عمل کرو۔
- ذَكَرَ الرَّجُلَ : ذَكَرَ: اس نے ذکر کیا۔ اشارہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے لہذا ترجمہ ہوگا۔ آپ ﷺ نے ذکر کیا۔ الرَّجُلَ: ایک آدمی کا، یہ ذَكَرَ کا مفعول ہے اس لیے ل پر زبر ہے۔
- يُطِيلُ السَّفَرَ : يُطِيلُ: وہ لمبا کرتا ہے / وہ طویل کرتا ہے + السَّفَرَ: سفر: وہ لمبا سفر کرتا ہے / وہ طویل سفر کرتا ہے۔ یہاں السَّفَرَ يُطِيلُ کا مفعول ہے جس کی وجہ سے د پر زبر ہے۔
- أَشَعَتْ : وہ پراگندہ ہوا۔
- أَغْبَرَ : وہ غبار آلود ہوا۔
- يَمُدُّ : وہ پھیلاتا ہے۔ [دعا کی غرض سے]
- يَدِيهِ : يَدِي + و: دونوں ہاتھ + اپنے۔ يَدِي اصل میں يَدَيْنِ تھا، جوۃ کا مضاف ہونے کی وجہ سے نون گر گیا۔
- إِلَى السَّمَاءِ : طرف آسمان کی / آسمان کی طرف۔
- يَا رَبِّ : اے رب / اے پروردگار۔ یا حرف ندا ہے۔
- مَطْعَمُهُ : مَطْعَمٌ + و: کھانا / خوراک + اس کی = اس کی خوراک۔
- مَشْرَبُهُ : مَشْرَبٌ + و: پینا / پینے کی چیز + اس کی = اس کی پینے کی چیزیں۔
- مَلْبَسُهُ : مَلْبَسٌ + و: لباس / جسم ڈھانکنے کا کپڑا + اس کا = اس کا لباس۔
- غُدِي : فعل مجہول اس کو غذا دی گئی۔ اس کو خوراک دی گئی یعنی اس کی پرورش ہوئی۔
- بِالْحَرَامِ : ب + الحَرَام: ساتھ / سے + حرام = حرام سے ہی۔
- فَانِي : ف + اَنِي: پس + کیسے / کس طرح / کیونکر = پس کس طرح۔
- يُسْتَجَابُ : اس کو جواب دیا جائے / اس کی بات مانی جائے۔

## شرح الحدیث

طیب کا معنی نقائص و خباثت سے پاک ہونا ہے، یعنی لفظ طیب لفظ قدوس کا مفہوم رکھتا ہے۔ عارفین کے نزدیک اللہ تعالیٰ طیبُ النَّسَاءِ اور مُسْتَلْدُ الْأَسْمَاءِ (جو پاکیزہ حمد و ثناء کا اہل ہو اور جس کے ناموں کے واسطے سے اس کی پناہ طلب کی جائے) ہے وہ طیبِ عباد بھی ہے کہ وہ اپنے بندوں کے اعمالِ صالحہ کے موجب ان کو جنت میں داخل کرتا ہے اور طیبِ جنت بھی کہ اس بہترین و پاکیزہ مقام کو اس نے اپنے بندوں کے لیے تیار کیا ہے۔ اسی طرح لا الہ الا اللہ کو کلمہ طیبہ کہا گیا ہے۔

طیب اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا کرتے سنا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِاسْمِکَ الطَّاهِرِ، الطَّیِّبِ الْمُبَارِکِ الْاَحَبِّ اِلَیَّکَ الَّذِیْ اِذَا دُعِیْتَ بِہٖ اُجِبْتَ وَاِذَا سُئِلْتَ بِہٖ اَعْطِیْتَ وَاِذَا اسْتُوْجِبَتْ بِہٖ رَحِمْتَ وَاِذَا اسْتَفْرَجَتْ بِہٖ فَرَجْتَ (۱) ”اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیرے طاہر اور طیب و مبارک محبوب نام کے واسطے سے سوال کرتا ہوں، جس کا واسطہ دے کر تجھ سے دعا کی جائے تو اس دعا کو قبول کرتا ہے۔ کچھ مانگا جائے تو عطا کرتا ہے، رحمت طلب کی جائے تو رحمت فرما دیتا ہے اور کسی مصیبت سے نجات مانگی جائے تو چھٹکارا عطا کر دیتا ہے۔“

## حرام اور ردی اشیاء اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا

”اللہ تعالیٰ طیب کے سوا کوئی چیز قبول نہیں کرتا“ کا مطلب یہ ہے کہ کسی حرام چیز کو صدقہ کر کے اللہ کا تقرب حاصل نہیں کیا جاسکتا اور ردی و غیر معیاری اناج مثلاً گھن زدہ غلہ وغیرہ کا صدقہ کرنا مکروہ ہے جس میں ناپاکی کا شبہ ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَّمِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوْا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَّلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَاَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (البقرہ: ۲۶۷)

(۱) ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب اسم اللہ الأعظم ۲۸۵۹

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو مال تم نے کمائے ہیں اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لیے نکالا ہے، اس میں سے بہتر حصہ راہ خدا میں خرچ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی راہ میں دینے کے لیے بری سے بری چیز چھانٹنے کی کوشش کرنے لگو، حالانکہ وہی چیز اگر کوئی تمہیں دے تو تم ہرگز اسے لینا گوارا نہ کرو گے والا یہ کہ اس کو قبول کرنے میں اغماض برت جاؤ۔ تمہیں جان لینا چاہیے کہ اللہ بے نیاز ہے اور بہترین صفات سے متصف ہے۔“

### حرام کی آلاش ہو تو نیک اعمال بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا

جس طرح اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے اسی طرح وہ اعمال بھی پاکیزہ ہی قبول کرتا ہے یعنی ایسے اعمال جو ریا کاری و شہرت پسندی اور خود فریبی و خود ستائی کے شائبہ سے پاک ہوں۔

« مؤمن کا ہر وہ عمل جس پر اسے اللہ کے ہاں سے اجر کی امید اور تمنا ہو، اس عمل کے اندر طہارت و نفاذ کا اہتمام اور حرام اور مشتبہات سے پاک ہونا ناگزیر ہے۔ حدیث سے ہی یہ بات ثابت ہے کہ طہارت کے بغیر نماز مقبول نہیں ہوتی اور حرام کی آلاش سے آلودہ مال کا صدقہ منظور نہیں ہوتا۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ بَغْيٍ طُهُورٍ وَلَا صَدَقَةَ مِنْ غُلُولٍ» (۲)  
 ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) پاکیزگی حاصل کیے بغیر (پڑھی گئی) نماز اور خیرات کے مال کا صدقہ اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔“

ایک دوسری حدیث ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ كَسَبَ مَالًا حَرَامًا فَتَصَدَّقَ بِهِ لَمْ يَكُنْ فِيهِ أَجْرٌ وَكَانَ إِضْرًا عَلَيْهِ» (۳)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حرام مال کمایا پھر اس میں سے صدقہ دیا، اس میں اس کے لیے کوئی اجر نہیں بلکہ اس کا وبال اس کے اوپر پڑے گا۔“  
 مسند احمد کی ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے:

(۲) صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب وجوب الطہارۃ للصلاۃ، ۲۲۳، صحیح ابن حبان، ۱۷۳۳

(۳) صحیح ابن حبان، ۱۱/۸، جامع العلوم والحکم، ۱۰۲/۱ (ابن حبان بنی (من جمع) اور جامع میں من کسب کے الفاظ ہیں اور من کسب کے الفاظ صرف جامع میں ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ <sup>ؓ</sup> قَالَ: مَنْ اشْتَرَى ثَوْبًا بِعَشْرَةِ دَرَاهِمَ وَفِيهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ لَهُ صَلَاةَ مَا دَامَ عَلَيْهِ <sup>(۳)</sup>

”حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ: جو آدمی دس درہم کا کوئی کپڑا خرید لے اور اس کی قیمت (کی رقم) میں ایک درہم بھی حرام ہو تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی نماز قبول نہیں کرتا جب تک یہ کپڑا اس کے جسم پر ہے۔“

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال کر کہا: ”یہ بہرے ہو جائیں اگر میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے نہ سنی ہو۔“ تاہم اس حدیث کی سند میں کچھ کلام ہے لیکن حضرت علیؓ سے مروی اس مفہوم کی مرفوع حدیث اس کو تقویت دیتی ہے۔ ▶

اللہ تعالیٰ نے رسولوں اور اہل ایمان کو جو طیب چیزیں کھانے کا حکم دیا ہے اس میں طیب سے مراد حلال چیزیں ہیں۔ اس حدیث پاک میں یہ نکتہ بھی موجود ہے کہ آدمی جب طاعتِ الہی کی خاطر تقویٰ اختیار کرتے ہوئے یا احیائے نفس کی خاطر کوئی چیز کھاتا ہے تو اس پر اس کو اجر و ثواب بھی ملتا ہے اور یہ کام واجبات میں سے بھی ہے جبکہ اگر یہی کھانا وہ محض اپنی اشتہا یا عیش پسندی کی نیت سے کھائے گا تو اجر و ثواب سے محروم رہے گا۔

### حرام قبولیت دعا میں رکاوٹ بن جاتا ہے

اگر کوئی آدمی پیٹ بھر کر حرام کھاتا ہو، حرام پیتا ہو، حرام لباس پہنتا ہو اور ہر وقت حرام میں لٹ پٹ رہتا ہو تو ایسے آدمی کی دعا کا قبول ہونا کوئی حتمی بات نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نیک بندوں کی دعاؤں کی قبولیت کی شرط اکل حلال ہے۔

« قرآن مجید میں یہ اصول بڑی جامعیت کے ساتھ بیان ہوا ہے:

وَإِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ [فاطر: ۱۰]

”اس کے ہاں جو چیز اوپر چڑھتی ہے وہ صرف پاکیزہ قول ہے، اور عمل صالح اس کو اوپر چڑھاتا ہے۔“

یہ آیت صاف صاف بتا رہی ہے کہ وہی کلمات اور الفاظ اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچنے کی طاقت رکھتے ہیں جو پاکیزہ ہوں، یہ کلمات اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کے بھی ہو سکتے ہیں اور انسان کی اپنی بے بسی کا اظہار بھی ہو سکتے ہیں۔

مقصود اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے رحمت و خیر طلب کرنا ہوتا ہے۔ آیت میں یہ بات بھی کھول دی گئی ہے کہ ان کلمات کو اوپر لے جانے اور پہنچانے کا ذریعہ عمل صالح ہے اگر عمل صالح نہیں ہے تو حمد و تسبیح کے یہ کلمات بھی حضور رب نہیں پہنچ سکتے۔

اعمال کے صالح اور پاکیزہ ہونے کا زیادہ تر انحصار انسان کے حلال و حرام پر ہے۔ کیونکہ اگر انسان حلال کھائے اور حلال پیے گا تو اس کے عمل کے اندر صلاح و پاکیزگی پیدا ہوگی اور اگر حرام کی غذا سے پیٹ بھرے گا تو اس سے عمل میں فساد کے علاوہ کیا چیز پیدا ہو سکتی ہے۔

طبرانی میں ابن عباس کی روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں: يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا. آیت رسول اللہ ﷺ کے سامنے تلاوت کی گئی تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے مستجاب الدعایا بنا دے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: يَا سَعْدُ أَطْبَ مَطْعَمَكَ تَكُنْ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنْ الْعَبْدَ لَيَقْدِفَ اللَّقْمَةَ الْحَرَامَ فِي جَوْفِهِ، مَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ عَمَلًا أَرْبَعِينَ يَوْمًا، وَ أَيُّمَا عَبْدٍ نَبَتْ لِحْمُهُ مِنْ سُحْتٍ فَالِنَارُ أَوْلَى بِهِ (۵)

”اے سعد! اپنا طعام پاکیزہ کر لے، تو مستجاب الدعایا ہو جائے گا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ بندہ جب ایک لقمہ حرام اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا اور جس شخص کا گوشت پلا بڑھائی حرام سے ہو، اس کے لیے آگ ہی زیادہ مناسب ہے۔“

ایک شاعر نے حدیث کی اس تعلیم کو اپنے اشعار کے قالب میں یوں ڈھالا ہے:

نَحْنُ نَدْعُو الْإِلَهَ فِي كُلِّ كَرْبٍ      ثُمَّ نَنْسَاهُ عِنْدَ كَشْفِ الْكَرْوَبِ  
كَيْفَ نَرْجُو إِجَابَةَ لِدَعَاءٍ      قَدْ سَدَدْنَا طَرِيقَهَا بِالذُّنُوبِ

”ہم ہر مصیبت میں اللہ کو پکارتے ہیں اور مصیبت کے ٹل جانے پر اس کو بھول جاتے ہیں۔ ایسے میں

ہم قولیت دعا کی امید کیے رکھیں جبکہ دعا کے راستے کو ہم نے گناہوں سے مسدود کر دیا ہو۔“

[حرام کی مزید توضیح کے لیے دیکھیے اربعین کی حدیث ۳۰، ۶]

## فقہ الحدیث

- ۱- اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ پسند بھی صرف پاکیزہ چیزیں اور نیک عمل ہی کرتا ہے۔
- ۲- پاکیزہ کلمات اللہ کے دربار تک پہنچ جاتے ہیں۔
- ۳- ان کلمات کو اوپر لے جانے کا ذریعہ اعمال صالح ہیں۔ اعمال سیئہ اور بدعات مسترد کر دی جاتی ہیں۔
- ۴- انسان اللہ کے ہاں اپنی دعاؤں کی قبولیت چاہتا ہے تو اس کو اپنا کھانا پینا اور قول و فعل ہر قسم کی آلائشوں سے پاک صاف کر لینا چاہیے۔
- ۵- اللہ کے ہاں ردی اور کھلی چیز کا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا، اس لیے بہتر سے بہتر چیز راہ خدا میں دی جائے۔
- ۶- حرام کمائی کے مال سے دیا جانے والا صدقہ، ثواب کے بجائے عذاب کا موجب ہوگا۔
- ۷- حرام، قبولیت دعا ہی نہیں، قبولیت اعمال میں بھی رکاوٹ بن جاتا ہے۔
- ۸- انسان حلال اور پاکیزہ چیز اس نقطہ نظر کے ساتھ کھائے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا اتباع ہو تو اس کا یہ عمل بھی اس کے لیے باعث اجر ہوگا اگرچہ اس نے اپنے نفس کی ایک ضرورت پوری کی ہے۔
- ۹- اگر حلال اور پاکیزہ چیزیں محض عیش و محم اور خواہش نفس کی پیروی میں کھائے تو یہ اسراف و تبذیر کے دائرے میں آکر اس کے لیے باعث سزا بھی بن سکتی ہیں۔
- ۱۰- مسافر کی دعا قبول کی جاتی ہے لیکن یہ بھی اس صورت میں ہے جب وہ حرام چیزوں سے بچا رہے۔
- ۱۱- نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ پیغمبروں کو بھی پاکیزہ اشیاء کے کھانے کا حکم دیا گیا ہے۔





الحدث الحادى عشر

عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ مِبِطِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ  
وَرِثَانِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ:

”دَعْ مَا يَرِيْبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيْبُكَ“

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

أَرْبَعِينَ



الحديث الحادى عشر

## تقوے کی اعلیٰ منزل

”نواسہ رسول ﷺ ابو محمد حسن بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ

عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ  
سَبَطِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَرِئَحَانِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا  
قَالَ:

میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث محفوظ رکھی ہے

حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

”شک میں مبتلا کرنے والی چیز کو چھوڑ کر  
شک سے پاک چیز اختیار کرو“

”دَعْ مَا يَرِيكَ إِلَى مَا لَا  
يَرِيكَ“

ترمذی اور نسائی نے اس کو روایت کیا ہے، ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ  
حَسَنٌ صَحِيحٌ

### تفہیم الفاظ

سَبَطِ : بٹی کی اولاد/نواسہ۔

رِئَحَانِيهِ : خوشبو+ آپ ﷺ کی۔ مراد حضرت حسنؑ ہیں۔

- حَفِظْتُ : میں نے حفظ کی / میں نے ازبر کی / میں نے دل میں محفوظ کی۔  
 دَعُ : چھوڑ دے / قریب نہ جا۔ فعل امر  
 مَا : اس چیز کو جو  
 يَرِيئُكَ : يَرِيئُ + كَ: وہ شک میں مبتلا کرتی ہے + تجھے = وہ تجھے شک میں مبتلا کرتی ہے۔  
 لَا يَرِيئُكَ : لَا: نہیں۔ يَرِيئُكَ = وہ تجھے شک میں مبتلا نہیں کرتی۔

### شرح الحدیث

اس حدیث میں یہ رہنمائی اور دلیل موجود ہے کہ ایک متقی شخص کے شایان شان یہ ہے کہ جس طرح حرام خوری اس کے لیے ممنوع ہے اسی طرح وہ مشتبہ مال بھی نہ کھائے، بلکہ ایسا مال کھائے جس کے حرام ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہ ہو اور دل اس پر مطمئن ہو۔ [اس حدیث کی تشریح کے لیے دیکھیے اربعین کی حدیث ۶]

### فقہ الحدیث

- ۱- رسول ﷺ نے اعلیٰ درجات کے حصول کے لیے مشتبہ اور متشکک چیزوں کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو اختیار کرنے کی نصیحت کی ہے جس میں کسی قسم کے حرام کا شائبہ نہ پایا جاتا ہو۔ یہ تقوے کی اعلیٰ منزل ہے۔
- ۲- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کی تربیت کا خاص اہتمام فرماتے۔ حضرت حسنؓ کی عمر وفات رسول ﷺ کے وقت صرف ۶، ۷ سال تھی۔
- ۳- بچوں کو چھوٹی عمر ہی میں اعلیٰ اخلاقی تعلیمات کا درس دینا چاہیے۔ جامع اور مختصر چیزیں زبانی یاد کرانا چاہیے۔
- ۴- کم الفاظ میں گہری بات کہنا کلام کو بلیغ کر دیتا ہے۔





الحدث الثاني عشر

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

”مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ“

حديث حسن رواه الترمذي وغيره هكذا

## فضولیات سے کنارہ کشی مسلمان کو محسن بنا دیتی ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: **”مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ“**  
 (حدیث حسن زوآہ الترمذی وغیرہ ہکذا)

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی کے بہترین اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ فضولیات سے کنارہ کش رہے۔“  
 (حسن حدیث جسے ترمذی اور دیگر نے اسی طرح روایت کیا ہے)

### تفہیم الفاظ

مِنْ : سے/میں سے۔  
 حُسْنِ : حسن/خوب صورتی/بہتری/کمال  
 إِسْلَامِ الْمَرْءِ : إِسْلَام: اسلام۔ الْمَرْءِ : آدمی کا = آدمی کے اسلام کی/کا۔ یہ مرکب اضافی ہے اسی وجہ سے الْمَرْءِ کاء کے نیچے زیر آئی ہے۔ إِسْلَامِ کیم کی زیر حُسْنِ کا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے اور حُسْنِ کن کی زیر مِنْ کی وجہ سے ہے۔  
 تَرْكُهُ : تَرْكٌ + هُ: چھوڑ دینا/ترک کر دینا + اس کا یعنی آدمی کا، یہ بھی مرکب اضافی ہے۔  
 لَا : نہ/نہیں۔

يَعْنِيهِ : یعنی +۰: وہ توجہ دیتا ہے + اس پر/ وہ مطلب رکھتا ہے اس سے: نما اور لا کو ساتھ ملا کر ترجمہ ہوگا ”جس سے وہ غرض نہیں رکھتا۔“

## شرح الحدیث

آپ ﷺ کے اس ارشاد مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی دین و دنیا کے معاملے میں ان امور سے سروکار نہ رکھے، جو کسی اہمیت کے حامل نہ ہوں، یہ امور خواہ افعال سے متعلق ہوں یا اقوال سے۔

## ترکِ مالا یعنی کا مفہوم

۴۱ اس حدیث میں جس طرح ایک مسلمان کے کمالِ اسلام کی ایک علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ لایعنی افعال و اعمال اور اقوال و مقالات سے گریز کرتا ہے اس طرح اس میں یہ نکتہ بھی موجود ہے کہ مسلمان محض فضولیات اور بے معنی افعال و اقوال سے اپنا دامن ہی نہیں الجھاتا بلکہ اپنی نگاہ بھی اپنے نصب العین پر جمائے رکھتا ہے۔ جادہ حق پر اس کا سفر یکسو ہو کر جاری رہتا ہے۔ راستے میں کئی ایسے مناظر ہوتے ہیں جو اس کی توجہ اپنی طرف کھینچتے ہیں مگر وہ ان کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھتا اور اپنا سفر جاری رکھتا ہے۔

مسلمان کے اس طرزِ زندگی کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ وہ دنیا کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جائے اور دنیا کے جن حالات میں رہ کر اسے خود کو بندۂ خدا ثابت کرنا ہے اور جو حالات اس کے لیے اجر و ثواب کا باعث بنتے ہیں ان سے بھی دامن بچا کر اپنی ذات کے حصار میں بند ہو جائے اور یہ سمجھے کہ اس نے زہد و تقویٰ کے اعلیٰ درجات حاصل کر لیے ہیں۔ اسلام کا مطلوب یہ نہیں ہے بلکہ اسلام کا تقاضا اور دین کا منشا تو یہ ہے کہ انسانوں کے درمیان رہتے ہوئے انسان اپنی پاک دامنی ثابت کرنے کے لیے مصروفِ عمل رہے اور محض اپنی ذات کی نجات کے لیے فکر مند نہ ہو بلکہ انسانیت کی خیر خواہی کا جذبہ دل میں لیے اپنا فرض پورا کرے۔ اسلام کا یہ تقاضا ہر اس شخص کی نگاہ سے اوجھل نہیں ہونا چاہیے جو دینِ اسلام کو بحیثیتِ نظامِ زندگی اور باعثِ نجات سمجھتا ہو۔

یہ حدیث بھی احسان کی ایک قسمِ مراقبہ سے متعلق ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان زندگی کا ہر عمل اس احساس کے ساتھ بجالائے کہ مجھے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے جس کی نگاہ دور میں سے میرا ہر عمل ہی نہیں پوری کائنات کا کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں۔ قرآن مجید میں اس ضمن کی متعدد آیات ہیں تفہیم مدعا کے لیے صرف ایک آیت درج

کی جاتی ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعَلْمَ مَا تَوْسُوْسُ بِهِ نَفْسُهُ جَسَدًا وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (۱۶) إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدًا (۱۷) مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيْدٌ (۱۸) [سج]

”ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں ابھرنے والے دوسوں تک کو ہم جانتے ہیں۔ ہم اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔ (اور ہمارے اس براہ راست علم کے علاوہ) دو کاتب اس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ہر چیز ثبت کر رہے ہیں۔ کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا، جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو۔“

### ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں کے مشتملات

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ابراہیم علیہ السلام کے صحف سے متعلق آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ صحیفے سارے کے سارے ضرب الامثال پر مشتمل تھے۔ ان میں یہ باتیں تھیں کہ:

☆ اے مغرور حکمران! میں نے تجھے اس لیے حکمران نہیں بنایا کہ تو مال پر مال جمع کرتا رہے بلکہ اس لیے تجھے سلطنت دی ہے کہ تو میری طرف سے مظلوم کی پکار پر لبیک کہے اور اس کی بات سنے۔ میں تو کسی مظلوم کی پکار کو لوٹاتا نہیں خواہ وہ کافر ہی ہو۔

☆ جب تک کوئی شخص اپنی عقل مندی کے پندار میں مبتلا نہیں ہوتا۔ اس کے اوپر چار لمبے ایسے گزرنے چاہئیں کہ ایک لمبے میں وہ اپنے رب سے مناجات کرے، ایک لمبے میں رب کی تخلیق میں غور و فکر کرے، ایک لمبے میں اپنے نفس سے مخاطب ہو اور ایک لمبے اللہ صاحب جلال و اکرام کے ساتھ تجھائی میں گزارنے کے لیے مخصوص کرے۔ یہ لچر اس کے دیگر لحاظ کے لیے معاون و مددگار ہوگا۔

☆ عقل مند جب تک عقلمندی کے ذم میں مبتلا نہیں ہوتا، تین چیزوں کی سعی میں مشغول رہے۔ (۱) توشہ آخرت کی تیاری، (۲) زندگی کی بقا کے لیے نان و نفقہ کی فراہمی اور (۳) حلال چیز کی لذت۔

☆ عقل مند کے لیے ضروری ہے کہ وہ عقلمندی سے مغلوب ہونے سے پہلے پہلے اپنے کردار کا جائزہ لے اور زبان کی حفاظت کرے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ لائینی باتوں سے محفوظ رہے گا۔

## موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں کے مشتملات

- میں (ابو ذرؓ) نے کہا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، یہ بتائیے کہ صحف موسیٰ علیہ السلام میں کیا لکھا تھا؟ آپ نے جواب میں فرمایا:
- وہ صحیفے مکمل طور پر بصیحت و عبرت پر مشتمل تھے، ان میں یہ لکھا تھا کہ:
- ☆ ..... تعجب ہے اس شخص پر جو جنہم پر ایمان رکھنے کے باوجود ہنستا ہے۔
- ☆ ..... جو موت پر ایمان رکھنے کے باوجود خوش رہتا ہے۔
- ☆ ..... جو اہل دنیا کو الٹ پلٹ ہونے دیکھتا ہے مگر خود مطمئن و بے خوف رہتا ہے۔
- ☆ ..... جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے مگر پھر بھی غضبناک ہوتا ہے۔
- ☆ ..... جو آنے والے لکل [قیامت کے روز] کے حساب کتاب پر یقین رکھتا ہے مگر عمل نہیں کرتا۔

## ان صحیفوں کی تعلیمات

میں (ابو ذرؓ) نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا ان صحیفوں میں مذکور تعلیمات میں سے کچھ محفوظ ہے؟

آپ نے فرمایا: ہاں: اے ابو ذر! اَللّٰھُ الَّذِیْ مَنْ تَزَكٰی. وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلٰی. بَلْ تُؤْمِنُوْنَ بِالْحَیٰوَةِ الدُّنْیَا. وَ الْآخِرَةِ خَیْرًا وَ اَنْتُمْ اَنْتُمْ. اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُولٰٓئِی. صُحُفِ اِبْرٰہِیْمَ وَ مُوسٰی. (الاعلیٰ: ۱۳-۱۹) انہی صحیفوں کی تعلیمات ہیں۔

میں (ابو ذرؓ) نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، مجھے کوئی بصیحت کیجئے! آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تجھے اللہ سے ڈرنے کی بصیحت کرتا ہوں۔ کیوں کہ یہ ڈرتیرے تمام معاملات کی اصل ہے۔“

ابو ذرؓ کہتے ہیں، میں نے کہا: (یا رسول اللہ ﷺ) اور بصیحت کیجئے!

آپ ﷺ نے فرمایا: ”تلاوت قرآن کو اپنے اوپر لازم کر لو، اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو۔ وہ آسمان پر تمہارا تذکرہ کرے گا۔“

میں (ابو ذرؓ) نے کہا: (یا رسول اللہ ﷺ) اور بصیحت کیجئے!

۱۳۳۸ هـ ق ۱/۷/۱۳۳۸

- ۱- ...
- ۲- ...
- ۳- ...
- ۴- ...
- ۵- ...

تجدید الحیات

- ۱- "این سخن بختی است که ..."
- ۲- "بختی که در ..."
- ۳- "بختی که در ..."
- ۴- "بختی که در ..."
- ۵- "بختی که در ..."
- ۶- "بختی که در ..."
- ۷- "بختی که در ..."
- ۸- "بختی که در ..."
- ۹- "بختی که در ..."
- ۱۰- "بختی که در ..."

- ۵- نیکی اور گناہ سے متعلق احکامات کے بنیادی تقاضوں کو ذہن میں رکھ کر زندگی گزارے۔
- ۶- ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی موجودگی کے احساس کے ساتھ عمل کرے۔
- ۷- مالا یعنی سے اجتناب کا مطلب، زندگی کے تقاضوں سے فرار ہرگز نہیں۔
- ۸- اسلام انسان کو مقصدیت کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہے لہذا انسان بھی با مقصد زندگی کا مظاہرہ کرے۔
- ۹- مسلمان کی نشست و برخاست اور قول و فعل اسلامی تعلیمات کے آئینہ دار ہوں۔
- ۱۰- بعض چیزیں حرام نہیں ہوتیں، بلکہ مباح اور جائز ہوتی ہیں لیکن ان میں بہت زیادہ مشغولیت سے آدمی احسان کے درجے سے محروم ہو جاتا ہے۔ جیسے کسی کھیل کو روزانہ آدھے گھنٹے یا گھنٹے کے لیے بطور تفریح طبع و لطف اختیار کیا جاسکتا ہے۔ لیکن آٹھ آٹھ، دس دس گھنٹے انہماک خلاف تقویٰ اور خلاف احسان ہے۔
- ۱۱- متقی اور محسن آدمی اپنے اوقات کی تنظیم (Time Management) کا خاص خیال رکھتا ہے۔
- ۱۲- تقویٰ اور احسان کی منزلوں کو سر کرنے کے لیے لایعنی، فضول، واہیات، بے مقصد، لہجہ اور لغو چیزوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔
- ۱۳- بے فائدہ جھگڑے، کلامی مباحث، بحث برائے بحث، گپ شپ، گھٹیا اشعار کی سماعت، غیر مفید رسائل و اخبارات کا مطالعہ، بے مقصد ٹی وی پروگراموں کا مسلسل مشاہدہ، لطیفہ گوئی اور متبادل مزاح کی محفلوں میں شرکت، فلمی ستاروں اور کھلاڑیوں کی ذاتی زندگی کی جزئیات سے متعلق معلومات پر مذاکرے وغیرہ مالا یعنی میں شامل ہیں۔
- ۱۴- تزکیہ نفس اور منزل احسان کے حصول کے لیے اور بھی مسنون تدبیریں ہیں جنہیں اپنا کر ایک مسلمان اپنی شخصیت کو مزید نکھار سکتا ہے۔ ترک لایعنی واحد تدبیر نہیں ہے، اس لیے حدیث میں 'ومن' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔





الحدیث الثالث عشر

عَنْ أَبِي حَمْزَةَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه خَادِمِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم عَنِ  
النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:

”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ

لِنَفْسِهِ“

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ مُسْلِمٌ

## مسلمان بھائی کے لیے سچی اخلاص مندی

عَنْ أَبِي حَمْزَةَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
خَادِمِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:  
”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ  
لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ“  
”خادم رسول ﷺ ابو حمزہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے  
روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:  
تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل)  
مومن نہیں ہو سکتا، جب تک اپنے (انسان)  
بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو  
اپنے لیے پسند کرتا ہے“  
(رواہ البخاری و مسلم)

(اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے)

### تفہیم الفاظ

لا يُؤْمِنُ : لا: نہیں۔ يُؤْمِنُ: وہ مومن ہو سکتا ہے۔  
لا يُؤْمِنُ: وہ مومن نہیں ہو سکتا۔  
أَحَدُكُمْ : أَحَدٌ + كُمْ: کوئی + تمہارا = تم میں سے کوئی۔ یہ لا يُؤْمِنُ کا فاعل ہے اس لیے أَحَدُ كُمْ  
پر پیش ہے۔  
حَتَّى : یہاں تک کہ/حتیٰ کہ/تا آنکہ۔  
يُحِبُّ : وہ محبت کرتا ہے/وہ محبت کرے۔ يُحِبُّ كَيْبِ كَيْبِ حَتَّى كَيْبِ سے ہے۔

لِأَخِيهِ : لِ + أَخِي + هِ : کے لیے + بھائی + اپنے = اپنے بھائی کے لیے۔ اُنْخِي دراصل اُنْخ تھا۔ لِ  
آنے کی وجہ سے مجرد ہو اور اُنْخِي ہو گیا۔  
لِنَفْسِيهِ : لِ + نَفْسِي + هِ : کے لیے + جان + اپنی = "اپنی جان کے لیے"، یعنی اپنے لیے۔

### شرح الحديث

اس حدیث میں اخوت (بھائی چارگی) سے مراد عام اخوت ہے جس میں مسلم وغیر مسلم سب برابر ہیں، اخوت کے اس مفہوم کی روشنی میں جس طرح ایک مسلمان چاہتا ہے کہ اس کا مسلمان بھائی اسلام پر قائم رہے اس طرح وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کا غیر مسلم بھائی دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ کافر کے لیے ہدایت کی دعا کرنا مستحب ہے۔

حدیث مبارک کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کے لیے وہ چیز پسند نہیں کرتا، جو اپنے لیے پسند کرتا ہے تو وہ کامل مؤمن نہیں۔ یہاں "پسند کرنے" سے مراد دوسرے کے لیے خیر و منفعت چاہنا ہے۔ پھر اس کا مفہوم دینی پسند ہی ہو سکتا ہے نہ کہ "انسانی پسند"۔ چونکہ انسانی طبیعت دوسروں کے لیے خیر کو پسند نہیں کرتی اور انسان پر لازم ہے کہ وہ اس انسانی طبیعت کے خلاف عمل کرے، اپنے بھائی کے لیے دعا گو رہے اور اس کے لیے بھی اسی چیز کی خواہش کرے جس کو اپنے لیے چاہتا ہے۔ جب آدمی اپنے بھائی کے لیے وہ چیز نہیں چاہے گا، جو اپنے لیے چاہتا ہے تو وہ حسد میں مبتلا ہو جائے گا۔

امام غزالی کے قول کے مطابق حسد کی تین اقسام ہیں:

- (۱) آدمی دوسروں کی نعمت کے زوال اور اسے اپنے لیے حاصل کرنے کی خواہش رکھے۔
- (۲) دوسروں کی مانند آدمی کے پاس کوئی نعمت ہو یا نہ ہو، پھر بھی ان کی نعمت کے زوال کی خواہش کرنا، خواہ اس کو خود اس سے کچھ فائدہ نہ ہو۔ یہ چیز تو پہلی قسم سے بھی بدتر ہے۔
- (۳) آدمی دوسروں کی نعمت کے زوال کی خواہش تو نہ کرے، لیکن اس کے بڑھنے اور ترقی پانے کو ناپسند کرے۔ وہ خواہش کرے کہ اس چیز میں دوسرا اس سے آگے نہ بڑھ جائے، بلکہ برابر ہی رہے۔ اس طرح کی خواہش بھی ایک مسلمان کے لیے حرام ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے:  
أَهُمْ بِأَنْفُسِهِمْ أَرْحَمُونَ رَحْمَةً رَبِّكَ، نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ لِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا  
(الزخرف: ۳۲) "کیا تیرے رب کی نعمتیں یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے

ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیے ہیں۔“

جو شخص اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی اور خوش نہ ہو گویا وہ اللہ کی تقسیم و حکمت کے مد مقابل آنے کی کوشش کر رہا ہے، انسان پر یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کو رضا بالقضا کا خوگر اور عادی بنائے اور اپنے نفس کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے دشمن کے لیے بھی خیر و بھلائی کی دعا کرے۔ [اس حدیث کی مزید توضیح کے لیے دیکھیے اربعین کی حدیث کے کی شرح]

### فقہ الحدیث

۱- یہ ایمان کامل کی علامت ہے کہ:

..... انسان دوسروں کے لیے بھی وہی چیز پسند کرے، جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

..... جس طرح اپنے لیے کسی نعمت کے زوال کا خیال نہیں کر سکتا، دوسروں کے لیے بھی ایسا نہ

سوچے۔

..... یہ خواہش نہ رکھے کہ دوسروں کا مال، اُن سے چھین کر میرے پاس آجائے۔

..... یہ بھی تمنا نہ کرے کہ کسی کا مال مجھ سے زیادہ نہ ہو۔

۲- کسی کے لیے برا سوچنا مسلمان کا شیوہ نہیں۔

۳- اس حدیث میں انسان کی خود غرضی اور حرص و ہوس کی مذمت کی گئی ہے۔

۴- مسلمان جس طرح اپنے لیے ہدایت و نجات کا متمنی ہوتا ہے، اسی طرح وہ تمام نسل انسانی کے لیے اس

نعمت کا خواہش مند ہو۔ مسلمان کو ایک ایسا دائمی اور مبلغ ہونا چاہیے، جو کافروں کے اسلام قبول کر لینے کی

شدید تمنا رکھتا ہو۔

۵- اس حدیث میں انسانی رویوں (Attitudes) کی اصلاح کا زبردست سامان موجود ہے۔ رویوں کی

تہدیلی سے اعمال بدلتے ہیں اور شخصیت دن بدن نکرتی اور سنورتی چلی جاتی ہے۔

۶- مسلمان کو خود غرض نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اُسے پوری جماعت، پوری آبادی، پوری بستی، پورے شہر،

پورے ملک، اور پوری دنیا کی فلاح اور کامیابی کے بارے میں متشکر ہونا چاہیے۔

۷- ہر مسلمان چاہتا ہے کہ وہ خوش و خرم رہے، ذہنی اور مالی آسودگی حاصل رہے۔ صحت نصیب ہو دنیادی اور

آخری کامیابیاں نصیب ہوں۔ آفات سے محفوظ رہے۔ دوزخ کی آگ اور قبر کے عذاب سے بچا

رہے اسی طرح اسے ہر انسان کافر و مسلم کا بھی اپنی ذات ہی کی طرح خیر خواہ ہونا چاہیے۔





الحديث الرابع عشر

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:  
”لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مَسْلُومٍ إِلَّا بِأَحَدٍ ثَلَاثٍ: الثَّيِّبُ  
الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ  
لِلْجَمَاعَةِ“

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ

## تین صورتوں ہی میں مسلمان کو قتل کیا جاسکتا ہے

- عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: قَالَ:
- ”كَيْفَ يَكُونُ قَتْلُ الْمُسْلِمِ؟ قَالَ: بِأَحَدٍ ثَلَاثٍ: الْقَيْبِ الزَّانِي، وَالنَّفْسِ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكِ لِدِينِهِ الْمُفَارِقِ لِلْجَمَاعَةِ“
- ”ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
- ”کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں مگر ان تین وجوہات میں سے کسی ایک کی بنا پر:
- (۱) وہ شادی شدہ زانی ہو،  
 (۲) یا کسی جان کو قتل کر بیٹھا ہو  
 (۳) یا اپنا دین ترک کر کے ”الجماعت“ سے علیحدہ ہو گیا ہو“
- [اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے] (رواه البخاری و مسلم)

## تفہیم الفاظ

لا يَحِلُّ : لا نہیں۔ يَحِلُّ: وہ حلال ہوتا ہے/ وہ جائز ہوتا ہے۔ یعنی وہ حلال نہیں [جو چیز حلال نہیں اس کا ذکر آگے دَمِ امْرِيءٍ مُسْلِمٍ کے الفاظ کی صورت میں آیا ہے اور یہی لا يَحِلُّ کا فاعل ہے۔

دَمٌ : خون۔ مراد قتل کرنا ہے

امْرِيءٍ مُسْلِمٍ: امْرِيءٍ: آدمی۔ مُسْلِمٍ: مسلمان = مسلمان آدمی کا۔ اس وقت یہ مرکب تو صغی ہے اور یہ دَمٌ سے مل کر مرکب اضافی بنتا ہے۔ یعنی مسلمان آدمی کا خون/قتل۔

إِلَّا : سوائے۔

بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: ب کے ساتھ + إِحْدَى: ایک [واحد کی مونث ہے] ثَلَاثٍ: تین۔ إِلَّا کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو ترجمہ ہوگا: سوائے تین میں سے ایک کے ساتھ۔ یعنی تین میں سے کسی بھی ایک صورت میں قتل جائز ہو سکتا ہے۔

الزَّانِيَةُ الزَّانِيَةُ: الزَّانِيَةُ: شادی شدہ۔ الزَّانِيَةُ: زنا کار۔

النَّفْسُ بِالنَّفْسِ: جان کے بدلے جان۔ یعنی وہ کسی کو قتل کرے تو اس کو بھی قتل کیا جاسکتا ہے۔

التَّارِكُ لِدِينِهِ: التَّارِكُ: چھوڑ دینے والا/ پھر جانے والا۔ لِ دِينِهِ: کو + دین + اپنے = اپنے دین کو چھوڑ دینے والا۔

الْمَفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ: الْمَفَارِقُ: جدا ہونے والا/ چھوڑ جانے والا۔ لِلْجَمَاعَةِ: جماعت کو = جماعت کو چھوڑ کر الگ ہو جانے والا۔

## شرح الحدیث

۱- ”شادی شدہ زانی“ سے مراد وہ شخص ہے، جو شادی شدہ ہو اور اپنی خواہش جائز طریقے سے پوری کر رہا ہو لیکن پھر بھی زنا کرے تو اس کو جرم کیا جائے گا۔ (غیر شادی شدہ زانی کی سزا قرآن نے (۱۰۰) سو کوڑے بتائی ہے..... النور: ۲) دونوں میں سے ایک شادی شدہ ہو اور دوسرا کنوارا یا کنواری تو ایک کو جرم کیا جائے گا

- اور دوسرے کو (۱۰۰) سو کوڑے لگائے جائیں گے۔
- ۲- کسی جان کو قتل کر بیٹھا ہو تو اس جان کے بدلے اسے قتل کیا جائے گا۔ شافیہ اور حنفیہ کے نزدیک مسلم کو کافر کے بدلے اور آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ کتب علیکم القصاص فی القتل کا حکم قرآن میں بھی موجود ہے۔
- ۳- تارک دین اور مفارقتی جماعت شخص مرتد ہے اور بسا اوقات یہ شخص جماعت سے وابستہ رہ سکتا ہے، لیکن پھر بھی اسے قتل کر دیا جائے گا کیونکہ اس نے دین کو چھوڑ دیا ہے۔ اس بارے میں دو آراء ہیں۔ صحیح قول یہ ہے کہ ایسے شخص کو قتل نہ کیا جائے بلکہ جیل میں بند کر دیا جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ اس نے اس دین کے باطل ہونے کا عقیدہ اپنا لیا ہے اور اس دین کی طرف چلا گیا ہے جس کو پہلے باطل سمجھتا تھا حالانکہ وہ دین حق نہیں ہے پھر بھی وہ اس طرف جا رہا ہے۔ ایسے شخص کو چھوڑا نہ جائے گا۔ اگر وہ دوبارہ مسلمان نہیں ہوتا تو اس کو قتل کر دیا جائے۔ [اس حدیث کی مزید توضیح کے لیے دیکھیے اربعین کی حدیث ۸ کی شرح]

### فقہ الحدیث

- ۱- مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے، لیکن صرف تین صورتوں میں اس کی جان لی جاسکتی ہے۔
- ۲- مسلمان اگر شادی شدہ زانی ہو تو بطور سزا اس کو قتل کیا جائے گا۔
- ۳- مسلمان اگر کسی مسلمان کو قتل کر دے تو اس کے بدلے میں بھی اسے قتل کیا جائے گا۔
- ۴- اسلام کو چھوڑ کر مسلمانوں سے الگ ہو جانے والے کو قتل کیا جائے گا۔
- ۵- قتل اسلامی حکومت اور اس کی مشنری (پولیس اور عدلیہ) کی نگرانی میں ہوگا۔ کسی فرد کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت ہرگز نہیں دی جائے گی۔
- ۶- الجماعت سے مراد، مختلف دینی جماعتیں نہیں ہیں بلکہ امت مسلمہ ہے، جب وہ ایک امیر اور خلیفہ کے تحت مجتمع ہو۔
- ۷- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلامی ریاست کو کھوکھلا کرنے والے باغی افراد اور منافقین و مفسدین کے خلاف بھی جنگی کارروائی کی جاسکتی ہے۔



عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:

”مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكُلْ خَيْرًا أَوْ  
لِيَصُمْتُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ  
جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ“  
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ

## ایمان کے تین اخلاقی تقاضے

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا:

”جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو، اسے بھلی بات کرنی چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے۔

اور جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو، اسے اپنے ہمسائے کا اکرام کرنا چاہیے۔

اور جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو، اسے اپنے مہمان کی تواضع کرنی چاہیے“

(اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:

”مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ  
الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ،

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ  
الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ،

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ  
الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ“

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ)

## تفہیم الفاظ

مَنْ	:	جو
كَانَ	:	ہے
يُؤْمِنُ	:	ایمان رکھتا ہے۔
بِاللَّهِ	:	اللہ پر
الْيَوْمِ الْآخِرِ:		یوم آخر/آخری دن/آخرت کے دن [پر]
فَلْيَقُلْ	:	ف+ل+يَقُلْ: تو+چاہیے کہ+وہ کہے="تو اُسے کہنا چاہیے"۔ امر کا صیغہ ہے۔
خَيْرًا	:	بھلی بات/اچھی بات
أَوْ	:	یا
لِيَصْمُتْ	:	ل+يَصْمُتْ: چاہیے کہ+وہ خاموش رہے="وہ خاموش رہے"۔ یہ بھی امر کا صیغہ ہے۔
فَلْيُكْرِمْ	:	ف+ل+يُكْرِمْ: تو+چاہیے کہ+وہ اکرام کرے="تو وہ اکرام کرے"۔ امر کا صیغہ ہے۔
جَارَةً	:	جَارَ+ةُ: مسایہ+اپنا=اپنے مسایہ کا۔
ضَيْفَةً	:	ضَيْفَ+ةُ: مہمان+اپنا=اپنے مہمان کا۔

## شرح الحدیث

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ "جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے بھلی بات کرنی چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے" کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جب کوئی بات کرنے کا ارادہ کرے تو پہلے غور و فکر کر لے، اگر وہ سمجھتا ہو کہ یہ بات کرنے کا کوئی نقصان اور شرم نہیں ہے تو بات کرے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ اس میں نقصان اور فتنے کا اندیشہ ہے یا اس بات میں کسی قسم کا شک ہے تو وہ بات نہ کرے، بلکہ خاموش رہے۔

## چار احادیث - چار آداب

مذہب مالکیہ کے اپنے دور کے جلیل القدر امام ابو محمد بن ابوزیدؒ کہتے ہیں:



## کم بولنا سمجھ داری کی علامت ہے

رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ قَلَّةٌ كَلَامِهِ فِيمَا لَا يَعْنِيهِ (۵)

”آدمی کے فتنہ اور سمجھ داری میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ بے مقصد گفتگو بہت کم کرے۔“

یہ بھی آپ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

الْعَافِيَةُ فِي عَشْرَةِ أَجْزَاءٍ، بِسَعَةِ مِنْهَا فِي الصَّمْتِ إِلَّا عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى عَزَّ وَجَلَّ (۶)

”عافیت دس اجزاء میں ہے۔ ان میں سے نو اجزاء خاموشی میں ہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ عز و جل

کے ذکر کے لیے زبان کھولی جائے۔“

کہتے ہیں: ”جو خاموشی اختیار کرتا ہے محفوظ رہتا ہے“ اور ”جو خاموشی اختیار کرتا ہے، فائدے میں رہتا ہے۔“

کسی سے پوچھا گیا کہ تم نے خاموشی کو کیوں اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے تو اس نے کہا: ”اس لیے کہ خاموش

رہنے پر مجھے کبھی ندامت کا سامنا نہیں کرنا پڑا، جبکہ بات کرنے پر بارہا شرمندگی اٹھانا پڑی۔“

اس سلسلے میں ایک بات یہ بھی گئی ہے کہ: ”زبان کا زخم، ہاتھ سے لگائے ہوئے زخم سے کم نہیں۔“ یہ بھی کہا

گیا ہے کہ: ”زبان، کاٹ کھانے والے کتے کی مانند ہے، جسے کھلا چھوڑ دیا جائے تو وہ کاٹ ڈالتا ہے۔“

## زبان کے کیے دھرے کی سزا

حضرت علیؑ سے بیان کیا گیا ہے:

يَمْوُثُ الْفَتَى مِنْ عَفْوَةٍ مِنْ لِسَانِهِ      وَكَيْسَ يَمْوُثُ الْمَرْءُ مِنْ عَفْوَةِ الرَّجُلِ  
فَعَفْوَتُهُ مِنْ فِيهِ تَرْمِي بِرَأْسِهِ      وَعَفْوَتُهُ بِالرَّجُلِ تَبْرِي عَلَى الْمَهْلِ

(۵) الفقيه والمتفقه للخطيب البغدادي ۱/۲۷۶، رقم ۱۰۵۳

(۶) یہ روایت مرفوعاً نہیں لیکن حضرت علیؑ کی وصیت کے طور پر تفسیر ظہبی ۱/۲۶۵، الاعجاز والابجاز للتعالي

۱/۷۷ المستطرف فی کل فن مستطرف لا بشہی ۱/۷۹، سراج الملوك لطرطوشی ۱/۲۰ میں

موجود ہے البتہ شیخ البانی نے السلسلہ الضعیفہ مختصرہ ۳۹۲ میں (العافیة عشرة اجزاء تسعة منها

فی الصمت والعاشر اعتزالک عن الناس) کو ضعیف جد کہا ہے۔

”ایک جوان اپنی زبان کی لغزش سے موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے، مگر ایک آدمی پاؤں کی پھسلن سے گر کر بھی بچ جاتا ہے،

جوان کے منہ کی لغزش اس کا سراڑا دینے کا باعث بن جاتی ہے لیکن آدمی کے پاؤں کی پھسلن اسے سمجھانے کا موقع دیتی ہے“

اسی ضمن میں کہا گیا ہے:

قَدْ أَلْحَ السَّاكِثُ الصُّمُوثُ      كَلَامُهُ قَدْ يُعَدُّ قُوثُ  
مَا كُلُّ نَطْقٍ لَهْ جَوَابٌ      جَوَابٌ مَا يَغْرَهُ السُّكُوثُ  
وَاعْجَبًا لِأَمْرِي ظُلُومٌ      مُسْتَيْقِنٌ إِنَّهُ يَمُوثُ

”یقیناً خاموش رہنے والا فلاح پا گیا، اس کی خاموشی تو ایک قوت سمجھی جاتی ہے۔“

”ہر بات کا ایک جواب ہوتا ہے اور بسا اوقات یہ جواب خاموشی کو بھی ناپسند ہوتا ہے۔“

”تجب ہے اس ظالم انسان پر جو مرنے پر یقین رکھنے کے باوجود ظلم سے باز نہیں آتا۔“

## ہمسائے کی توقیر

قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ ”جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اس کو اپنے ہمسائے کی عزت و توقیر کرنی چاہیے“ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص شریعت اسلامیہ کا پابند ہے اس پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ مہمان اور ہمسائے کا اکرام کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا زَالَ جِبْرِئِيلُ يُؤْصِنِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُورِيهِ (۷)

”جبریل مسلسل مجھے ہمسایہ کے بارے میں نصیحت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے یقین ہونے لگا کہ وہ ہمسایہ کو وراثت میں حقدار ٹھہرائیں گے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَدَى جَارَهُ مَلَكَةُ اللَّهِ دَارَهُ (۸)

(۷) صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب الوصاة بالجار، ۶۰۱۳

(۸) من أذى جاره أورثه الله داره کے الفاظ کے ساتھ کشف الخفاء للعجلونی ۲/۲۱۴ میں موجود ہے لیکن اسے مشکوٰۃ بتایا گیا ہے۔

”جو کوئی اپنے ہمسائے کو ایذا پہنچائے، اللہ تعالیٰ ہمسائے کو اس کے گھر کا مالک بنا دے۔“

اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن میں ہمسائے کو حسن سلوک کا مستحق قرار دیتے ہوئے اس کا ذکر یوں فرمایا ہے:

وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ (النساء: ۳۶) ”قریبی رشتہ دار ہمسایہ اور ساتھ والے گھر کا مالک ہمسایہ اور ساتھ والے گھر کے ساتھ والا گھر۔ (حسن سلوک کے مستحق ہیں)

« رسول اللہ ﷺ نے ہمسائے کو تکلیف پہنچانے والے آدمی کے بارے میں فرمایا ہے:

عَنِ أَبِي شُرَيْحٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ، ”وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللَّهِ لَا يُؤْمِنُ“ قِيلَ: مَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارَهُ بَوَائِقَهُ“<sup>(۹)</sup>

”حضرت ابو شریح نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ اللہ

کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کون؟ آپ

ﷺ نے فرمایا ”جس کا ہمسایہ اُس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں ہے۔“

دوسری روایت میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ”لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارَهُ بَوَائِقَهُ“<sup>(۱۰)</sup>

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا ہمسایہ

اس کے شر سے محفوظ نہیں۔“

## ہمسائے کی تعریف

لفظ جَارُ کا اطلاق چار قسم کے ہمسایوں پر ہوتا ہے:

- (۱) مکان کے اندر، آدمی کے ساتھ رہنے والے لوگ۔
- (۲) آدمی کے مکان کے ساتھ والے مکان میں رہنے والے لوگ۔
- (۳) آدمی کے مکان کے ارد گرد رہنے والے چالیس گھر۔
- (۴) شہر یا بستی محلے میں رہنے والے لوگ۔ اللہ تعالیٰ نے (منافقین کے بارے میں) فرمایا ہے: ثُمَّ لَا

(۹) صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب ائتم من لا یأمن جاره بوائقه ۶۰۱۶

(۱۰) صحیح مسلم، کتاب ایمان، باب تحريم ايداء الجار ۴۶

يُجَاوِزُوكَ إِلَّا قَلِيلًا. ” (الاحزاب: ۶۰) پھر ان منافقین میں سے بہت تھوڑے آپ کے قریب (ہمائگی میں) رہ سکیں گے۔“

☆..... گھر کے ساتھ والے گھر میں رہنے والے مسلمان ہمسائے کے تین حقوق ہیں۔

☆..... دور رہنے والے قریبی رشتہ دار مسلمان ہمسائے کے دو حقوق ہیں

☆..... اور غیر قریبی مسلمان ہمسائے کا ایک حق ہے۔

## ضيافت اور اس کے آداب

ضيافت، اسلام کے آداب اور انبیاء و صالحین کے خلق میں سے ہے۔ امام لیٹ نے ایک رات کے لیے ضیافت کو واجب قرار دیا ہے۔ اس بات میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا ضیافت شہری و دیہاتی دونوں پر واجب ہے یا صرف دیہاتی پر؟ امام شافعی اور محمد بن عبدالحکم کا موقف ہے کہ شہری اور دیہاتی دونوں پر واجب ہے کہ وہ مہمان کی ضیافت کریں۔ لیکن امام مالک اور حنوفیوں کا کہنا ہے کہ ضیافت صرف دیہاتیوں پر واجب ہے، کیونکہ مسافر شہروں میں تو سرائے اور ہوٹل میں ٹھہر سکتا ہے اور ضرورت کی اشیاء بھی خرید سکتا ہے، جبکہ دیہاتوں میں یہ سہولتیں موجود نہیں ہوتیں۔ [دور حاضر میں صورتحال بدل گئی ہے اب یہ سہولیات تقریباً ہر کہیں موجود ہیں اور سفر کی وہ سختیاں اور مسائل بھی باقی نہیں رہے جو قدیم زمانے میں تھے۔ تاہم آج بھی کچھ علاقے اور مقامات ایسے ہیں، جہاں ضروریات زندگی کی اشیاء فراہم کرنا اتنا آسان نہیں ہے]

الضِّيَافَةُ عَلَى أَهْلِ الْوَبْرِ وَ لَيْسَتْ عَلَى أَهْلِ الْمَدِينِ ” ضیافت دیہاتیوں پر واجب ہے، شہریوں پر نہیں“ حدیث موضوع (من گھڑت) ہے۔

« رسول اللہ ﷺ نے میزان اور مہمان دونوں کے لیے ضابطہ اخلاق بیان فرمادیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”الضِّيَافَةُ لِمَلَأَةِ أَيَّامٍ وَ جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَ لَيْلَةٌ وَ مَا أَتَّفِقَ عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ، وَ لَا يَجِلُّ لَهُ أَنْ يَتَوَى عِنْدَهُ حَتَّى يُؤْتِمَهُ! قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يُؤْتِمُهُ؟ قَالَ: يُقِيمُ عِنْدَهُ وَ لَا هِيَءَ لَهُ يُقْرِئُهُ بِهِ“ (ii)

(مہمان کی) ضیافت تین دن ہے اور تو واضح ایک رات اور ایک دن، اور اس کے بعد جو کچھ اس پر خرچ کیا

جائے گا وہ صدقہ ہے۔ اس کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اس (میزبان) کے ہاں تک کر بیٹھ جائے اور اس کو گناہ گار کرے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ گناہ گار کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اس کے ہاں قیام کرے گا جبکہ اس کے پاس اس کی ضیافت کے لیے کچھ نہ ہوگا۔»

### فقہ الحدیث

- ایمان کے بنیادی تقاضوں (ارکان اسلام) کے علاوہ بھی کچھ دیگر اخلاقی تقاضے ہیں:
- ۱- بے مقصد گفتگو نہ کی جائے، بھلی بات کی جائے، بولنے سے پہلے غور و فکر سے کام لیا جائے۔
  - ۲- جب بولنا مناسب نہ ہو اور فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو تو خاموشی اختیار کی جائے۔
  - ۳- جب بات کرنا ضروری ہو تو لازماً گفتگو کی جائے، ورنہ کتمان حق کا مجرم بن جائے گا۔ حق بات کو چھپانا جائز نہیں۔
  - ۴- ہمسائے کے حقوق ادا کیے جائیں، اور ہمسائے کو تکلیف نہ دی جائے۔
  - ۵- ہمسایہ غیر مسلم ہو تب بھی اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔
  - ۶- مہمان کی عزت و تکریم اور حسب استطاعت خاطر تواضع کی جائے۔ گھر میں موجود بہتر سے بہتر چیز مہمان کو دینا، اچھی سے اچھی چیز کھلانا اور خود تکلیف برداشت کرنا ایمان اور اخلاق کا اعلیٰ درجہ ہے۔
  - ۷- مہمان کی خدمت، اس کا حق سمجھ کر کی جائے۔ ایک دن خاطر تواضع اور تین دن ضیافت مہمان کا حق ہے اور قیام اس سے زائد ہو جائے تو میزبان اس کو صدقہ و احسان سمجھتے ہوئے اجر کی نیت رکھے۔
  - ۸- مہمان میزبان کے حالات اور اس کی مالی حیثیت کا خیال رکھے اور قیام طویل نہ کرے۔





الحديث السادس عشر

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَوْصِنِي،

قَالَ: «لَا تَغْضَبْ» فَرَدَّدَ مِرَارًا، قَالَ: لَا تَغْضَبُ

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ



فَرَدَّدَ مِرَازًا: فَرَدَّدَ: اس نے دہرایا+ مِرَازًا: کئی بار/ کئی مرتبہ۔ یعنی اس آدمی نے یہ سوال کئی مرتبہ دہرایا۔

### شرح الحدیث

”غصہ میں نہ آیا کرو“ کا مطلب یہ ہے کہ غصہ نافذ نہ کر بیٹھو، یہاں مطلق غصہ سے منع نہیں کیا گیا، یہ تو انسانی طبیعت کا حصہ ہے اور اس کو روکنا انسان کے بس کی بات نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَةٌ فِي قَلْبِ ابْنِ آدَمَ تَتَوَقَّدُ أَلَمْ تَرَوْا إِلَى حُمْرَةِ عَيْنِهِ وَانْتِفَاحِ أَوْ دَاجِحِهِ فَإِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ ذَلِكَ فَلْيَبْجَلِ أَوْ قَالَ فَلْيَلْصِقْ وَضُوءُهُ<sup>(۱)</sup>

”غصہ ایک انگارہ ہے جو ابن آدم کے دل میں بھڑک اٹھتا ہے۔ کیا تم اس کی آنکھوں کی سرخی اور رگوں کے پھول جانے کو نہیں دیکھتے۔ جب تم میں سے کوئی شخص ایسی حالت میں آجائے تو وہ بیٹھ جائے یا آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے وضو کے برتن سے پانی پی لے۔“

ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ایسی چیز سکھا دیجئے جو مجھے جنت کے قریب اور جہنم سے دور کر دے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَغْضَبُ وَلَكَ الْجَنَّةُ

”غصہ نہ کیا کرو، تم جنت کے حق دار بن جاؤ گے۔“

رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے:

إِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَإِنَّمَا يُطْفِئُ النَّارَ الْمَاءُ، فَإِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ<sup>(۲)</sup>

”یقیناً غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور پانی آگ کو بجھا ڈالتا ہے، پس جب تم میں سے کوئی شخص غصہ میں آجائے تو وضو کرے۔“

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ:

(۱) احمد ۶۱/۴

(۲) ابوداؤد، کتاب الأدب، باب من كظم غيظا ۴۷۸۴

إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ، فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَإِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ<sup>(۳)</sup>  
 ”جب تم میں سے کوئی شخص غضبناک ہو جائے اور وہ کھڑا ہو تو اس کو بیٹھ جانا چاہیے (بیٹھنے سے اس کا غصہ دور ہو جائے گا) اگر بیٹھنے سے اس کا غصہ کا فوراً نہ ہو تو لیٹ جائے۔“

حضرت عیسیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا سے فرمایا: ”میں تمہیں ایک فائدہ مند چیز کی تعلیم دیتا ہوں: ”غصہ نہ کیا کرو!“ یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مجھے غصہ نہ آئے؟ عیسیٰ نے فرمایا: جب تمہیں ایسی بات کہی جائے جو تمہارے اندر موجود ہو تو تم کہہ دو کہ یہ تو میرا گناہ ہے، تم نے مجھے یاد دلایا ہے میں اس پر اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت مانگتا ہوں، اور اگر ایسی بات تمہیں کہی جائے جو تمہارے اندر موجود نہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرو کہ اس نے تمہارے اندر وہ خامی نہیں رکھی، جس سے تمہارا کردار داغدار ہوتا، یہ چیز تو ایک نیکی ہے، جو تمہیں عنایت کی گئی ہے۔“

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کے بارے میں پوچھا، جو مجھے اللہ تعالیٰ کے غضب سے دور رکھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَغْضَبْ . غصہ نہ کیا کرو!“  
 حضرت لقمان اپنے بیٹے سے کہتے ہیں ”جب تو نے کسی آدمی سے بھائی چارہ قائم کرنا ہو تو اسے غصہ دلا کر پرکھ لو، اگر وہ غصہ میں آکر بھی تم سے انصاف کرے تو اس سے دوستی کر لو، ورنہ اس سے دور رہو۔“

◀ غصے کو پی جانے اور غصے کے وقت اپنے اوپر قابو رکھنے سے متعلق یہ مشہور حدیث ہے:  
 ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
 ”لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرْعَةِ وَإِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ“<sup>(۴)</sup>  
 ”زبردست (پہلوان) وہ نہیں، جو کشتی میں گرا لے بلکہ پہلوان وہ ہے، جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔“

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
 مَا تَجَرَّعَ عَبْدٌ جُرْعَةً الْفَضْلِ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ يَكْظُمُهَا ابْتِغَاءً وَجِهَ اللَّهُ تَعَالَى“<sup>(۵)</sup>  
 آدمی جو گھونٹ بھی پیتا ہے وہ اللہ کے نزدیک غصہ کے اس گھونٹ سے افضل نہیں ہوتا، جس کو آدمی محض اللہ کی

(۳) ابوداؤد، کتاب الأدب، باب من كظم غيظا ۲۷۸۲

(۴) صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب العذر من الغضب ۶۱۱۳، صحیح مسلم، ۳۶۰۹

(۵) احقر ۱۱۸/۲

رضا کی خاطر پی جائے۔“

غصہ انسانی طبیعت کا حصہ ہے اس کے مظاہر کی کئی صورتیں ہیں۔ کبھی یہ حمیت کی شکل میں سامنے آتا ہے اور کبھی غیظ کی صورت میں! 'حمیت' اس جوش، جذبے اور تاؤ کے اظہار کا نام ہے، جو انسان کے اندر اپنے دین و ایمان، عزت و آبرو اور مال و جان کی حفاظت کی خاطر پیدا ہوتا ہے اور

'غیظ' اس جوش اور ہیجان کی کیفیت کا نام ہے جو انسان کے ساتھ ہونے والے کسی ایسے سلوک کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے جس سے اس کی ذات کی تحقیر ہو رہی ہو۔ اسی جذبہ اور جوش پر قابو پانے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

آج کا دور کچھ اس طرح کی کیفیت سے زیادہ ہی بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ معاشرے میں سب سے بنیادی اکائی میاں بیوی سے لے کر عالمی سطح تک نگاہ دوڑا لیجیے ہر جگہ غیظ و غضب کے مظاہر عام ملیں گے۔ دور نہ جائیں اپنے گھر اور محلے، علاقہ اور آبادی، شہر اور صوبے اور صوبوں اور وفاق کے تمام حکمرانوں کے آپس کے معاملات اور رعایا کے رعایا سے معاملات میں کہیں صبر و تحمل و بردباری کا مظاہرہ دکھائی نہیں دیتا حتیٰ کہ وہ افراد، جو خود کو دین کا سب سے بڑا اہل اور دعوے دار سمجھتے ہیں وہ بھی ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ یہ سب انسانی طبائع کے غیظ و غضب کے اظہار ہی تو ہیں۔ ہمیں اپنی ذات سے لے کر قومی سطح تک اپنے رویوں اور معاملات کا جائزہ اس پہلو سے لازماً لینا چاہیے۔ قومی سطح تک نہ پہنچ سکیں تو اپنی ذات تو ہم سے کوئی بعید نہیں ہے اس کی جمع تفریق کر کے کوئی نتیجہ نکال لیں تو یقیناً ہمیں اپنے حالات میں بہتری لانے کے لیے اپنے اندر سے ہی رہنمائی فراہم ہو جائے گی۔

آج ہم غصے کو پی جانے کی قرآنی تعلیم اور نبوی رہنمائی سے اوروں کو مستفید کرنے میں بڑے مستعد اور فکر مند ہوتے ہیں مگر خود چھوٹی سے چھوٹی سطح پر بھی اس کا اظہار کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ صورت حال ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

» فاعتبروا یا ولی الابصار

### فقہ الحدیث

- ۱- غصے میں نہ آنے کا مطلب، غصے میں آکر کوئی غلط کام نہ کرنا ہے۔
- ۲- غصہ شیطان کی طرف سے ایک اکساہٹ ہوتی ہے۔
- ۳- غصے کو فرو کرنے کے لیے وضو یا غسل کر لیا جائے۔
- ۴- غصے میں آدمی اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔

- ۵- غصے میں کیے گئے فیصلے پر بعد میں ندامت ہوتی ہے، اس لیے پہلے ہی اس کے انجام پر توجہ رکھی جائے۔
- ۶- غصے کی کیفیت ہو تو اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھا جائے۔
- ۷- انسان اسلام کی تعلیماتِ حق پر وراثت کو ذہن میں تازہ کرے۔
- ۸- اللہ تعالیٰ کی صفاتِ علم و رحمت کو ذہن میں متحضر کرے۔
- ۹- اپنی بڑائی کو ذہن سے نکال کر۔ اللہ کی عظمت کو یاد کرے۔
- ۱۰- قومی معاملات اور معاشرتی مسائل میں حلم و بردباری سے کام لیا جائے۔
- ۱۱- دوسروں کو حق کا سبق پڑھانے سے پہلے، خود اس پر عمل کر لیا جائے۔
- ۱۲- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعوت و تبلیغ میں کسی بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرانے کے لیے نصیحت کو بار بار دہرانا اور ایک ہی جملے کا اعادہ کرنا رسول کی سنت اور حکمت ہے، جس کا التزام باعثِ ثواب ہوگا۔





الحدث السابع عشر

عَنْ أَبِي بَعْلَى شَدَادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ:  
”إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ  
فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَةَ، وَلِئِذَا  
أَحَدُكُمْ شَفَرَتْهُ، وَلْيَبْرَحْ ذُبَيْحَتَهُ“

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

## مسلمان کی زندگی میں احسان کی ہمہ جہتی

”ابو یعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
ہر چیز کے ساتھ حسن سلوک کو اللہ تعالیٰ نے  
فرض کر دیا ہے۔

لہذا جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو۔  
اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو،  
تمہیں اپنی چھری تیز کر لینی چاہیے اور  
تمہیں اپنے جانور کو آرام پہنچانا چاہیے۔“  
(اے مسلم نے روایت کیا ہے)

عَنِ أَبِي يَعْلَى شَدَادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ:

”إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ،

فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ،

وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَةَ،

وَلْيُحَدِّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ،

وَلْيُرِخْ ذَبِيحَتَهُ“

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

تفہیم الفاظ

کتاب : اس نے لکھا/ اس نے فرض کر دیا۔

الإِحْسَانُ :	کمال / اچھائی / بہتری۔ یہ مادہ حسن کا باب افعال ہے۔
فَإِذَا قَتَلْتُمْ :	لہذا جب تم قتل کرو۔
فَأَحْسِنُوا :	تم اچھائی کرو / اچھے طریقے سے قتل کرو۔
الْقِتْلَةَ :	قتل / قتل کرنا۔
إِذَا ذَبَحْتُمْ :	جب تم ذبح کرو۔
الذَّبْحَةَ :	ذبح / ذبح کرنا۔ اللہ کا نام لے کر حلال جانور کے گلے پر چھری چلانا ذبح کہلاتا ہے۔
لِيُجِدَ :	لی: چاہیے کہ + يُجِدُ: تیز کر لے۔ امر کا صیغہ ہے۔
أَحَدُكُمْ :	أَحَدُ + كُمْ کوئی + تمہارا = تم میں سے کوئی۔
شَفْرَتَهُ :	شَفْرَةٌ: چھری، تیز دھارا آلہ جس سے جانور کو ذبح کیا جاتا ہے + هُ: اپنی = یعنی اپنی چھری۔
لِيُرِيحَ :	لی: چاہیے کہ + يُرِيحُ: آرام پہنچائے = چاہیے کہ وہ آرام پہنچائے۔ امر کا صیغہ ہے۔
ذَبِيحَتَهُ :	ذَبِيحَةٌ + هُ: ذبیحہ + اپنا = اپنے ذبیحہ کو۔

## شرح الحدیث

« احسان عدل سے زاید چیز ہے۔ قرآن مجید میں ہے: إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (النحل: ۸۰) ”اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔“ رسول اللہ ﷺ نے ہر چیز میں احسان کا عام حکم دے کر تین چیزوں کا ذکر خاص طور پر فرمایا ہے۔ قرآن مجید اور حدیث رسول سے ہر چیز میں احسان کی تعلیم ہمارے سامنے ہے۔ گویا حسن اسلام کا دوسرا نام احسان ہے۔ چند مقامات کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے جس سے ایک مسلمان کی زندگی میں احسان کی ہمہ جہتی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

### ۱۔ قتل میں احسان

قتل میں احسان کا مطلب یہ ہے کہ جب قصاص میں کسی مسلمان کو قتل کیا جائے تو آلہ قصاص (جو عدالت میں قتل قصاص کے لیے استعمال کیا جاتا ہے) استعمال کیا جائے، اسی آلہ سے قتل نہ کیا جائے جس سے اس نے قتل کیا تھا۔

## ۲- ذبح میں احسان

ذبح کے وقت چھری تیز کر لی جائے اور ممکن حد تک ذبیحہ کو آرام پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ جب تک اس کی جان نہ نکل جائے اس کا کوئی عضو کاٹا نہ جائے۔ نہ اس کے سامنے چھری تیز کی جائے۔ ذبح سے پہلے اسے پانی پلا لیا جائے۔ دودھ دیتے جانوروں کو ذبح نہ کیا جائے۔ ایسے جانور بھی ذبح نہ کیے جائیں جن کے بچے ابھی دودھ پیتے ہوں۔ جانوروں کا دودھ دوہنے میں انتہا کو نہ پہنچا جائے۔ دودھ دوہنے کے دوران ان کے ناخن نہ کاٹے جائیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کیا جائے۔

## ۳- عبادات میں احسان

جبریل امین کے سوال پر رسول اللہ ﷺ نے احسان کی تعریف یوں فرمائی:

أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ (۱)

” (احسان یہ ہے کہ) تو اللہ تعالیٰ کی عبادت (اس کیفیت میں) کرے گویا اس کو (سامنے) دیکھ رہا ہے، اگر تو اس کو دیکھ سکنے کی کیفیت پیدا نہ کر سکے تو کم از کم یہ کیفیت پیدا کر لے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔“

[دیکھیے اربعین کی حدیث ۲ کی تشریح کا عنوان ”عبادت میں احسان“]

حدیث جبریل میں احسان کا ذکر ایمان اور اسلام کے بعد ہوا ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس سے پہلے مذکور تمام چیزوں کی ادائیگی کو کمال طریقے سے ادا کرنا ضروری ہے۔

## ۴- انفاق اور زکوٰۃ میں احسان

وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۗ وَأَحْسِنُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ [البقرہ: ۱۹۵]

”اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ احسان کا طریقہ اختیار کرو کہ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔“

مَنْ ذَا الَّذِي يَقْرُضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفُهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً [البقرہ: ۲۴۵]

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان..... رقم حدیث ۸

”تم میں کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے تاکہ اللہ اسے کئی گناہ بڑھا چڑھا کر واپس کرے۔“  
 زکوٰۃ میں احسان یہ ہے کہ آدمی حساب سے زیادہ زکوٰۃ دے۔ بہترین مال، غلہ، پیداوار، مویشی وغیرہ زکوٰۃ میں دے۔ غریب پر احسان نہ جتائے۔

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعُّهُ لَهُ وَكَأَمْ جُزْءٍ كَرِيمٍ [الحديد: ۱۱]  
 ”کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟ اچھا قرض، تاکہ اللہ اسے کئی گناہ بڑھا کر واپس دے اور اس کے لیے بہترین اجر ہے۔“

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَآلِرْضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا [الزلزل: ۲۰]  
 ”نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو۔“  
 إِنَّ تَقْرُضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضِعُّهُ لَكُمْ [التغابن: ۱۷]  
 ”اگر تم اللہ کو قرض حسن دو تو وہ تمہیں کئی گناہ بڑھا کر دے گا اور تمہارے قصوروں سے درگزر فرمائے گا۔“  
 لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ [آل عمران: ۹۲]  
 ”تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیزیں (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو۔“

## ۵- والدین کے ساتھ احسان

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا [الاحقاف: ۱۵]  
 ”ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کرے۔“  
 وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبُلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٌ وَلَا تُنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝ وَخُفِّضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذَّلِيلِ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتُنِي صَغِيرًا [بنی اسرائیل: ۲۳-۲۴]  
 ”تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اس کی۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک (احسان) کرو، اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک، یا دونوں، بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں آف تک نہ کہو، نہ انہیں چمڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو، اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو، اور دعا کیا کرو کہ ”پروردگار، ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے

ساتھ مجھے بچپن میں پلا تھا۔“

## ۶- معاشرت میں احسان

وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَغْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا  
وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ  
خَبِيرًا [النساء: ۱۲۸]

”اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بے رحمی کا خطرہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ میاں اور بیوی (کچھ حقوق کی کمی بیشی پر) آپس میں صلح کر لیں۔ صلح بہر حال بہتر ہے۔ نفس تنگ دلی کی طرف جلدی مائل ہو جاتے ہیں، لیکن اگر تم لوگ احسان سے پیش آؤ اور خدا ترسی سے کام لو تو یقین رکھو کہ اللہ تمہارے اس طرز عمل سے بے خبر نہ ہوگا۔“

الطَّلَاقِ مَرْئِينَ فَمَا مَسَاكٍ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٍ بِإِحْسَانٍ [البقرہ: ۲۲۹]

”طلاق دوبار ہے۔ پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے (احسان) سے اس کو رخصت کر دیا جائے۔“

شریعت نے طلاق کا جو طریقہ بتایا ہے خود اس کی ترتیب ایک حکیمانہ انداز سے رکھی گئی ہے اور پھر اس ضمن میں دی گئی تعلیمات تو قدم قدم پر احسان کی طرف متوجہ کرتی اور اس کا سبق دیتی ہیں۔

ایک یا دو طلاق دے دینے کے بعد بھی شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ شوہر اور بیوی ایک گھر میں رہیں تاکہ ایک دوسرے کے خلاف جو نفرت دلوں میں پیدا ہو گئی ہے وہ کسی طرح کم ہو اور زندگی کی گاڑی دوبارہ اپنی پٹری پر آ جائے۔ شریعت نے اس نازک موقع پر بھی احسان کی تعلیم دی ہے۔

دوسرے لوگوں کے ساتھ احسان کی تعلیم خصوصاً ان لوگوں کے ساتھ احسان کرنے کی تعلیم دی گئی ہے جن کو معاشرے میں عموماً نظر انداز کیا جاتا ہے۔ صرف ایک آیت ملاحظہ کیجیے:

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ [النساء: ۳۶]

”اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اور پڑوسی رشتہ دار سے اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے، اور ان لوٹری غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں، احسان کا معاملہ رکھو۔“

مہمان اور ہمسائے کے ساتھ احسان کا بھی اسلام نے خصوصی حکم دیا ہے۔ [اربعین کی حدیث ۱۵ کی شرح دیکھیے]

اسلام نے رشتہ داری کو اس حال میں بھی قائم رکھنے کی ترغیب دی ہے جب رشتہ دار سے توڑنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ یہ احسان ہی تو ہے کہ ایک شخص تم سے دور ہونے کی کوشش کرے اور تم اسے دور نہ جانے دو اور نہ خود اس سے دور ہونا پسند کرو۔ مشہور حدیث ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے میرے رب نے ۹ باتوں کا حکم دیا ہے۔ ان ۹ باتوں میں ایک بات آپ ﷺ نے یہ فرمائی: **أَنْ أُصِلَ مَنْ قَطَعَنِي** ”یہ کہ میں اس سے رشتہ و تعلق قائم رکھوں، جو مجھ سے تعلق توڑے۔“

## ۷- معاملات میں احسان

وَزِنُوا بِالْقِسْطِ الْمُسْتَقِيمِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا [بنی اسرائیل: ۳۵]

”اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو۔ یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظ انجام بھی بہتر ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے ناپ تول میں بھی احسان کی تعلیم دی ہے فرمایا:

يَا وَدَّانِ اِذِنْ وَارْجِعْ ”اے تولنے والے! تول لیکن جھکتا ہوا تول۔“<sup>(۲)</sup>

## ۸- قصاص میں احسان

فَمَنْ غَفِيَ لَكَ مِنْ أُخِيهِ شَيْءٌ فَلْيَبَاغْ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدِّأْ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ [البقرہ: ۱۷۸]

”ہاں اگر کسی قاتل کے ساتھ اس کا بھائی کچھ نرمی کرنے کے لیے تیار ہو تو معروف طریقے کے مطابق خون بہا کا تصفیہ ہونا چاہیے اور قاتل کو لازم ہے کہ راستی کے ساتھ خون بہا داکرے۔“

## ۹- اخلاقیات میں احسان

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ [المائدہ: ۱۳]

(۲) ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الرجحان فی الوزن، رقم ۲۲۲۰

”انہیں معاف کرو اور ان کی حرکات سے چشم پوشی کرتے رہو، اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو احسان کی روش رکھتے ہیں۔“

وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ [ال عمران: ۱۳۴]  
 ”جو غصے کو پٹی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔“

## ۱۰- گفتگو میں احسان

وَ قُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا [البقرہ: ۱۸۳]  
 ”اور لوگوں سے بھلی بات کرو۔“

## ۱۱- دعوت و تبلیغ میں احسان

وَ جَا دِلْهُمُ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ [النحل: ۱۲۵]  
 ”اور لوگوں سے مباحثہ کرو، ایسے طریقے سے جو بہترین ہو۔“  
 وَ لَا تَجَادِلُوا اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ [التكويث: ۴۶]  
 ”اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو، مگر عمدہ طریقے سے۔“

## ۱۲- دشمنوں کے ساتھ احسان

وَ لَا تَسْعَوْا بِالْحَسَنَةِ وَ لَا السَّيِّئَةِ اَدْفَعُ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُ عَدَاوَةٌ  
 كَاَنَّهُ وِلِيُّ حَمِيمٍ (تم السجدہ: ۳۴)  
 ”اور اے نبی، نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں، تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔ تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔“

## فقہ الحدیث

۱- احسان عدل سے زائد چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عدل کے ساتھ ساتھ احسان کا بھی حکم دیا ہے۔ احسان

۲- سے معاشرے کے باہمی تعلقات خوشگوار ہو جاتے ہیں۔ احسان ہر چیز میں فرض ہے۔  
 قصاص و قتل میں احسان سے کام لینا چاہیے، میدان جنگ میں کافر کو قتل کرنا تو جائز ہے لیکن انہیں اذیت دے دے کر مارنا جائز نہیں ہے۔

۳- ذبح میں بھی احسان کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ چھری تیز کر لی جائے اور جانور کو حتی المقدور آرام پہنچایا جائے۔

۴- قرآن و سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں احسان کا التزام ضروری ہے۔ مندرجہ ذیل چیزیں ان میں شامل ہیں:

- |                         |                                |
|-------------------------|--------------------------------|
| (a) عبادات میں احسان،   | (b) انفاق اور زکوٰۃ میں احسان، |
| (c) والدین سے احسان،    | (d) معاشرت میں احسان،          |
| (e) معاملات میں احسان،  | (f) قصاص میں احسان،            |
| (g) اخلاقیات میں احسان، | (h) گفتگو میں احسان۔           |

معاشرت میں حسب ذیل کے ساتھ احسان شامل ہے۔

- |                             |                          |
|-----------------------------|--------------------------|
| (۱) دعوت و تبلیغ میں احسان، | (۲) رشتہ داروں سے احسان، |
| (۳) یتیموں سے احسان،        | (۴) مسکینوں سے احسان،    |
| (۵) ہمسایوں سے احسان،       | (۶) مسافروں سے احسان،    |

(۷) نوکروں خادموں اور غلاموں سے احسان۔

یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ ہی نہیں سامنے دیکھتے ہوئے ہر کام انجام دینا۔





الحديث الثامن عشر

عَنْ أَبِي ذَرٍّ جُنْدَبِ بْنِ جُنَادَةَ وَأَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ:  
إِتَّقِ اللَّهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَأَتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ  
تَمُحُّهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقِي حَسَنٍ“  
رَوَاهُ الْقُرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَفِي بَعْضِ النُّسخِ: حَسَنٌ صَحِيحٌ

## اچھے اخلاق کی اہمیت و ضرورت

”ابو ذر جب بن جنادہ اور ابو عبد الرحمن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ سے ڈرتے رہو۔  
برائی کر بیٹھو تو اس کے فوراً بعد کوئی نیکی کر لو،  
یہ نیکی اس برائی کو مٹا دے گی

اور لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آؤ“  
[ترمذی نے اسے روایت کیا اور حسن کہا ہے بعض نسخوں میں حسن صحیح لکھا ہے]

عَنْ أَبِي ذَرٍّ جُنْدَبِ بْنِ جُنَادَةَ وَأَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ  
قَالَ:

اتَّقِ اللَّهَ حَيْثُمَا كُنْتَ  
وَاتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمَحُّهَا،

وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقِي حَسَنٍ“  
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَفِي بَعْضِ  
النُّسخِ: حَسَنٌ صَحِيحٌ)

### تفہیم الفاظ

اتَّقِ اللَّهَ : ڈرو/خوف کھاؤ۔ اللہ: اللہ سے  
حَيْثُمَا : جہاں کہیں۔  
كُنْتَ : تو ہو/تو موجود ہو۔

- اتَّبِعْ : فعل امر، پھر اس کے بعد یہ کام کرو۔  
 السَّيِّئَةَ : برائی کے۔  
 الْحَسَنَةَ : نیکی/ اچھا کام۔  
 تَمَحُّهَا : تَمَحُّ + هَا = وہ متاثر ہوگی [اس سے مراد الْحَسَنَةَ (نیکی) ہے] ہا: اس کو [اس سے مراد السَّيِّئَةَ (برائی) ہے]  
 خَالِقٍ : فعل امر، تو پیش آ/ تو باہمی معاملہ کر/ تو یرتاؤ کر۔  
 النَّاسَ : لوگوں سے۔  
 بِخُلُقٍ حَسَنٍ : ب: سے۔ خُلُقٍ: اخلاق۔ حَسَنٍ: اچھا = ”اچھے اخلاق سے“

### شرح الحدیث

#### اللہ سے ڈرتے رہو

ہر جگہ پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان دوسروں کی موجودگی میں اللہ کے خوف کا مظاہرہ کرتا ہے اسی طرح تنہائی میں بھی اللہ سے ڈرتا رہے۔ اسے ہر جگہ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ انسان کے اندر تقویٰ کی یہ صفت پیدا کرنے میں یہ چیز معاون ہوتی ہے کہ آدمی ہر وقت یہ بات ذہن میں رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام حالات سے آگاہ اور باخبر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى فَلَا يُهَىٰ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ (المجادلہ: ۷) ”تین آدمیوں کی سرگوشیوں کو اگر کسی نے نہیں سنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ وہ چوتھی ذات ہے، جو ان کی بات کو سن رہا ہوتا ہے۔“

#### برائی کے بعد نیکی کرو

برائی کے بعد نیکی کرنے کا جو حکم یہاں آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی کوئی برائی کر بیٹھے تو اس پر اسے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے اور نیکی کے کام کرنے چاہئیں تاکہ اس برائی کا ازالہ ہو سکے۔  
 حدیث سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیکیاں خواہ دس ہوں، صرف ایک برائی کو مٹاتی ہیں۔ لیکن اصل بات یہ نہیں بلکہ ایک نیکی تو دسیوں برائیوں کو مٹا سکتی ہے۔ حدیث رسول ﷺ میں اس کی شہادت موجود ہے۔  
 آپ ﷺ نے فرمایا: فِي ذُبْرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٌ عَشْرُ تَكْبِيرَاتٍ وَعَشْرُ تَسْبِيحَاتٍ وَعَشْرُ

تَحْمِيْلَاتٍ فَلَذَلِكَ مِائَةٌ وَخَمْسُونَ بِالسَّانِ وَالْفَتْ وَخَمْسِمِائَةٌ فِي الْمِيْزَانِ ..... فَأَيُّكُمْ  
يَفْعَلُ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ أَلْفًا وَخَمْسِمِائَةَ سَنِيَّةً<sup>(۱)</sup>

”ہر فرض نماز کے بعد دس بار تکبیر، دس بار تسبیح اور دس بار تحمید پڑھیں (تو) یہ زبان سے پڑھنے کے اعتبار سے ایک سو پچاس مرتبہ ہوگا مگر میزان میں پندرہ سو مرتبہ شمار کیا جائے گا۔ (پھر آپ نے فرمایا) تم میں سے کون ہے جو ایک دن رات میں پندرہ سو برائیاں کرتا ہے؟“

حقوق اللہ سے متعلق گناہ محو ہو سکتے ہیں: اس حدیث میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ مٹنے والی برائی وہ ہوگی، جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو، ربی بات حقوق العباد سے متعلق برائی مثلاً ناراضی، غصہ، غیبت، جھگڑی وغیرہ کی تو یہ اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک متعلقہ شخص اسے معاف نہ کر دے۔ دوسرے کو تکلیف پہنچا کر برائی کا مرتکب ہونے والا شخص اپنی طرف سے کیے گئے ظلم کی جہت کا واضح الفاظ میں اعتراف کرے ”میں نے آپ کے خلاف یہ یہ بات کی ہے، اس کی مجھے معافی دے دیجئے!“ (اگر وہ شخص مرچکا ہے یا مفقود یا بعیر ہو تو اس کی مغفرت اور رفع درجات کی دعا کرے۔)

### نفس کا محاسبہ کرو

حدیث میں یہ دلیل بھی موجود ہے کہ نفس کا محاسبہ واجب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:  
حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا<sup>(۲)</sup> ”اس وقت سے پہلے اپنا محاسبہ خود کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حساب لے۔“

اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَلَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر: ۱۸)  
”اے اہل ایمان! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! ہر جان کو یہ جائزہ لینا چاہیے کہ اس نے کل یعنی روز قیامت کے لیے کیا اعمال آگے بھیجے ہیں۔“

(۱) مشکل الآثار للطحاوی ۹/۹۲، رقم ۳۳۵۳

(۲) حاسبوا أنفسكم قبل أن تحاسبوا، یہ الفاظ مرفوعاً المدخل ۲/۲۲۶ میں بغیر سند کے موجود ہیں جبکہ ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ باب حدیث الکیس من دان نفسه..... ۱۳۵۹ اور ابن ابی شیبہ ۷/۹۶ رقم ۳۳۳۵ میں حضرت عمر سے مرفوعاً بیان ہے جبکہ البانی نے بھی السلسلۃ الضعیفہ میں اسے موقوف ٹھرایا ہے دیکھیے (۲/۲۰۰ رقم ۱۲۰۱)

## لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آؤ

حسن خلق ایک جامع لفظ ہے، جس میں لوگوں کے ساتھ احسان کرنے اور انہیں ایذا پہنچانے سے گریز کرنے کا مفہوم شامل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّكُمْ لَا تَسْعَوْنَ النَّاسَ بِأَمْوَالِكُمْ يَسْعَهُمْ مِنْكُمْ بَسْطَ الْوَجْهِ وَحُسْنَ الْغُلُقِي (۳) ”تم اپنے مال و دولت کے ذریعے لوگوں پر قابو نہیں پاسکتے، انہیں ختمہ پیشانی اور حسن اخلاق کے ذریعے فتح کرو۔“

آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

خِيَارُكُمْ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا (۴) ”تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہے۔“

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے دریافت کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! بہترین عمل کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حُسْنُ الْغُلُقِي ”حسن اخلاق!“ (۵)

یہی بات اس حدیث میں بھی مذکور ہے جس میں غصہ نہ کرنے کی صیحت کی گئی ہے اور اسی چیز کا نام حسن

اخلاق ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ أَخْلَاقًا وَبِعِيَارِهِمْ عِيَارُهُمْ لَيْسَاءِ هُمْ (۶)

”کامل ترین مومن وہ ہے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق کا مالک ہو، اور ان میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنی

عورتوں کے معاملے میں بہترین اخلاق کا مظاہرہ کرتا ہو۔“

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

إِنَّ السَّلَةَ إِخْتَارَ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا فَاتَّكِرُوا بِهِ بِحُسْنِ الْغُلُقِي وَالسَّخَاةِ، فَإِنَّهُ لَا يَكْمُلُ إِلَّا بِهِمَا (۷)

(۳) شعب الایمان ۸۰۵۴

(۴) شعب الایمان ۷۷۵۵

(۵) الحج الکبیر للطبرانی ۴۷۰

(۶) ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها ۱۱۶۲

(۷) أدب الدنیاء والدرین ۱/۲۹۹ بدون الاستاد



کوئی کارواں سے ٹوٹا، کوئی بدگماں حرم سے  
 کہ میرے کارواں میں نہیں خوائے دل نوازی  
 معلوم ہوا حقوق اللہ کی ادائیگی میں سرگرداں ہونے کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کو بھی اہمیت دی جائے تاکہ  
 دوسرے لوگ ہمارے کردار کو دیکھ کر ہمارے دین کی حقانیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوں اور ہماری دعوت پر لبیک کہنے  
 کے لیے آمادہ ہو جائیں۔»

### فقہ الحدیث

- ۱- اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاضر ناظر چاہیے۔ نئے شہر اور نئے ملک میں معاشرے کا دباؤ نہیں ہوتا لیکن مومن کے ساتھ خوف خدا کی دولت ہوتی ہے۔
- ۲- ہر حال میں تقویٰ اختیار کیا جائے۔
- ۳- اللہ کے خوف سے کبھی دل خالی نہ ہو۔
- ۴- کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے ازالے کے لیے جلد از جلد کوئی نیکی کثرت سے کی جائے۔
- ۵- حقوق العباد سے متعلق گناہ کو نظر انداز نہ کیا جائے، اس پر متعلق آدمی سے معافی مانگی جائے۔
- ۶- برائیوں سے بچنے کے لیے اپنے نفس کا مسلسل محاسبہ کرتے رہیے۔
- ۷- نماز روزہ حج زکوٰۃ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنا اخلاقی کردار بھی سنوارا جائے۔
- ۸- مسلمان کو نہ تند خو ہونا چاہیے نہ سنگ دل۔
- ۹- دل میں انسانیت کے لیے جذبہ رحم موجود ہو۔
- ۱۰- درشت اخلاق سے اور دل کو اپنے سے دور نہ کیجیے۔
- ۱۱- دین کی تبلیغ اور اس کی دعوت کے کام سے وابستہ لوگوں کو اس بات کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے کہ کہیں کوئی ان کے ذاتی رویے سے متنفر ہو کر جماعت سے دور اور دین سے برگشتہ نہ ہو جائے۔
- ۱۲- مسلمان کو معاشرے کے افراد سے الگ تھلگ ہو کر گوشہ نشینی اختیار نہیں کرنا چاہیے بلکہ خوش اخلاقی کے ساتھ ملنا جلنا چاہیے۔



عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ  
يَوْمًا فَقَالَ:

يَا غُلَامُ إِنِّي أَعَلَّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ  
اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ  
فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ  
بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَإِنْ  
اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ  
كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ”-

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي رِوَايَةٍ غَيْرِ التِّرْمِذِيِّ:

احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ أَمَامَكَ، تَعْرِفْ إِلَى اللَّهِ فِي الرَّخَاءِ  
يَعْرِفُكَ فِي الشَّدَّةِ وَاعْلَمْ أَنَّ مَا أَخْطَأَكَ، لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبِكَ،  
وَمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ  
الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكُرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا”-

## توحید کی ہمہ گیری اور اس کے تقاضے

”ابوالعباس عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

ایک روز میں نبی ﷺ کے پیچھے (سوار یا چل رہا) تھا تو آپ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اے بچے! میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں  
(وہ کلمات یہ ہیں)

”تو اللہ کو یاد رکھے گا تو اللہ تجھے یاد رکھے گا۔

تو اللہ کو یاد رکھے گا تو اسے (ہر جگہ) اپنے سامنے پائے گا۔

جب بھی مانگ تو اللہ ہی سے مانگ۔

جب بھی مدد طلب کر تو اللہ ہی سے طلب کر

عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ:

كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ:

يَا غُلَامُ إِنِّي أَعَلَّمُكَ كَلِمَاتٍ:

إِحْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ،

إِحْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ،

إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ،

وَإِذَا اسْتَعْنَيْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ،

اور جان لے کہ اگر امت (ساری دنیا) جمع ہو کر تجھے کوئی نفع پہنچانے کی کوشش کرے تو اس کے سوا کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے

اور اگر ساری امت جمع ہو جائے کہ تجھے کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے۔

قلم اٹھا دیے گئے اور صحیفے خشک ہو چکے۔

وَأَعْلَمَ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَيَّ  
أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَنْفَعُوكَ  
إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ،

وَإِنْ اجْتَمَعُوا عَلَيَّ أَنْ  
يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَضُرُّوكَ  
إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ،

رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ  
الصُّحُفُ“

اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: حسن صحیح حدیث ہے، ترمذی کے علاوہ ایک دوسری روایت میں ہے:

اللہ کو یاد رکھے گا تو اسے اپنے سامنے پائے گا،

خوشحالی میں اللہ تعالیٰ سے جان پہچان رکھے گا تو تیری تنگدستی میں وہ تجھے یاد رکھے گا

اور یہ بات بھی یاد رکھ کہ جو مصیبت تجھ سے ٹل گئی ہے، وہ تجھے پہنچنے والی ہی نہیں تھی

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَبِهِ  
رِوَايَةٌ غَيْرُ التِّرْمِذِيِّ:

إِحْفَظِ اللَّهَ تَجِدَهُ أَمَامَكَ

تَعْرِفِ إِلَى اللَّهِ فِي الرَّخَاءِ  
يَعْرِفَكَ فِي الشَّدَاةِ

وَأَعْلَمَ أَنَّ مَا أَخْطَأَكَ، لَمْ يَكُنْ  
لِيُصِيبَكَ،

وَمَا أَصَابَكَ  
لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ،  
وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ،  
وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكُرْبِ،  
وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا“

اور جو مصیبت تجھ پر آئی ہے  
وہ ٹلنے والی ہی نہیں تھی۔  
اور جان لے کہ کامیابی صبر کے ساتھ  
فراخی اور کشادگی، تکلیف کے ساتھ  
اور آسانی، تنگی کے ساتھ (رکھی گئی) ہے۔“

### تفہیم الفاظ

كُنْتُ	:	تھا، میں
خَلْفٌ	:	پیچھے، اَمَامٌ [سامنے] کا متضاد ہے۔
غَلَامٌ	:	بچہ/ لڑکا
إِنِّي	:	اِنّ + میں: بے شک + میں
أَعْلِمُكَ	:	أَعْلِمُ + كَ: میں سکھاتا ہوں + تمہیں۔ میں تمہیں سکھاتا ہوں۔
كَلِمَاتٍ	:	كَلِمَةٌ کی جمع۔ الفاظ
إِحْفَظِ اللّٰهَ:		إِحْفَظِ: تم یاد رکھو/ تم ذہن میں رکھو۔ اللّٰهَ: اللہ تعالیٰ کو۔ لفظ اللّٰهَ إِحْفَظِ کا مفعول ہے، اس لیے ہ کے اوپر زبر ہے اور إِحْفَظِ کی ظ کے نیچے زیر ساکن کو متحرک کرنے کے اصول کے مطابق آئی ہے۔
تَجِدُهُ :		تَجِدُ: تو پائے گا/ تو دیکھے گا + هُ: اسے یعنی اللہ تعالیٰ کو۔ ”تو اللہ کو پائے گا“۔
تُجَاهَكَ :		تُجَاهَ + كَ: سامنے/ سمت + اپنے: اپنے سامنے۔
إِذَا سَأَلْتُ :		جب تو سوال کرے۔ سَأَلْتُ ماضی ہے۔ ماضی پر اِذَا آنے کا اصول پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔
فَاسْأَلِ اللّٰهَ:		ف + إِسْأَلِ: پس + تو سوال کر۔ اللّٰهَ: اللہ سے: تو اللہ ہی سے سوال کر۔ امر کا صیغہ ہے۔
إِذَا اسْتَعْنَيْتَ :		جب تو مدد طلب کرے۔

فَامْتَعِينِ بِاللَّهِ:	فَامْتَعِينِ: تو مدد طلب کر۔ بِاللَّهِ: اللہ سے۔ امر کا صیغہ ہے۔
إِغْلَمَ :	فعل امر، توجان لے/توجان رکھ۔
لَو :	اگر۔
اجْتَمَعَتْ:	جمع ہو جائے۔ موٹ
أَنْ يَنْفَعُوكَ:	کہ وہ نفع دے تمہیں = کہ وہ تجھے نفع دے۔
بِشَيْءٍ :	کچھ بھی/تھوڑا سا بھی۔
لَمْ يَنْفَعُوكَ:	نہیں وہ نفع دے سکتے تھے = وہ تجھے نفع نہیں دے سکتے۔
لَقَدْ كَتَبَهُ :	اس نے لکھ دیا ہے اس کو۔
لَكَ :	تیرے لیے۔
إِنْ اجْتَمَعُوا:	اگر وہ جمع ہو جائیں۔
أَنْ يَضُرُّوكَ:	کہ وہ ضرر پہنچائیں تجھے = کہ وہ تجھے ضرر پہنچائیں۔
عَلَيْكَ :	تیرے خلاف/ تیرے نقصان میں۔
رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ:	رُفِعَتِ: اٹھالے گئے۔ الْأَقْلَامُ: قلم کی جمع، ان اقلام سے مراد تقدیر لکھنے والے قلم ہیں۔ جو ازل سے تقدیر لکھ چکے ہیں۔
جَفَّتِ الصُّحُفُ:	جَفَّتِ: خشک ہو گئے۔ الصُّحُفُ صحیفے۔ صَحِيفَةٌ کی جمع ہے۔ ان صحف سے مراد وہ صحیفے ہیں جن پر ازل سے تقدیر لکھی جا چکی ہے۔
تَعَرَّفَ :	توجان پہچان رکھ/تو شناسائی رکھ/یعنی یہ نہ بھول جا کہ اللہ تعالیٰ میرا خالق ہے۔
الرَّغَاءِ :	فارغ البالی/خوش حالی/آسودہ حالی/زندگی کے پریشانیوں سے خالی دن۔
يَعْرِفَكَ :	وہ پہچان رکھے گا تیری۔ یعنی وہ تیرا خیال رکھے گا۔
الْبَيْتَةِ :	الرَّغَاءِ کا متضاد ہے۔ تنگ حالی/مصیبتوں کے دن/پریشانیوں کا زمانہ/برے حالات۔
أَخْطَأَكَ:	أَخْطَأَ + كَ: وہ ٹل گیا تجھ سے: یعنی مصیبت مجھ سے ٹل گئی۔
لَمْ يَكُنْ :	نہیں تھی/نہیں تھا۔
لِيُصِيبَكَ:	کہ وہ پہنچتا تجھے۔ یعنی وہ مصیبت تجھے پہنچ ہی نہیں سکتی تھی جو تجھ سے ٹل گئی ہے۔

مَا	:	جو
أَصَابَكَ	:	پہنچ گیا تھے یعنی جو تکلیف مصیبت تھے پہنچ گئی۔
لِيُغِيظَكَ	:	کہ وہ ٹل جاتا تھو سے۔ یعنی جو تکلیف تھے پہنچ گئی ہے وہ تجھ سے ٹل ہی نہیں سکتی تھی۔
النُّصْرَ	:	[اللہ کی] مدد۔
الصَّبْرَ	:	تکلیف پر شکوہ شکایات سے زبان کو بچائے رکھنا اور اپنے عمل سے برداشت کا مظاہرہ کرنا صبر کہلاتا ہے۔
الْفَرْجَ	:	تکلیف کا دور ہونا۔
الْكَرْبَ	:	تکلیف / مصیبت / مشقت۔
الْعُسْرَ	:	تکلیف / مشکل / دشواری
الْيُسْرَ	:	آسانی / سہولت

## شرح الحدیث

### اللہ کو یاد رکھ، وہ تجھے یاد رکھے گا

اس کلمے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرو، اس کے منع کردہ کاموں سے دور رہو، اللہ تمہیں گردشِ زمانہ کے الٹ پھیر اور دنیا و آخرت میں مصیبتوں سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنْفَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيَاةً طَيِّبَةً (النحل: ۹۷) ”جو شخص اچھے اعمال انجام دے گا، وہ مرد ہو یا عورت مگر مومن ہو تو ہم اس کو بہترین و پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔“

جس طرح احکاماتِ الہی کی پیروی کے عوض پاکیزہ زندگی بطور انعام ملنے کا وعدہ ہے، اسی طرح ان احکامات کو ضائع کرنے پر مصائب و آلام کی وعید سنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ (الشوریٰ: ۳۰) ”تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔“

## خوشحالی کے دور میں اللہ سے پہچان رکھ

”خوشحالی کے دور میں اللہ سے پہچان رکھ اللہ تیری تنگ حالی میں تجھ سے پہچان رکھے گا۔“ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ عمل صالح، سچی و درستی میں انسان کو فائدہ پہنچاتا ہے اور اسے مصائب و شدائد سے نجات دلاتا ہے جبکہ نافرمانی کے کام انسان کو شدت میں دھکیل دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: قُلُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ لَلَّيْتُ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ (الصافات: ۱۳۳) ”اگر وہ (یونسؑ، اللہ کی) تسبیح کرنے والا نہ ہوتا تو پڑا رہتا اس (مچھلی) کے پیٹ میں قیامت کے دن تک۔“

جب فرعون نے کہا: اَمِنْتُ اِنَّهُ لَا اِلَهَ اِلَّا الَّذِي اَمَنْتُ بِهِ بَنُو اِسْرَائِيْلَ ”میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ اس ذات کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بخواسرائیل ایمان لائے ہیں“..... تو فرشتے نے جواب دیا۔ اَلَا اِنَّ قَلْبَكَ غَصِيْبٌ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ”اب تو یہ اقرار کر رہا ہے؟ جبکہ اس سے قبل تو رب کی نافرمانی ہی کرتا رہا ہے اور فساد برپا کرنے والوں میں ہی شمار رہا ہے۔“

## مانگے تو اللہ ہی سے مانگ

ان الفاظ میں یہ اشارہ ہے کہ ایک مومن بندے پر یہی فرض نہیں ہے کہ وہ اپنا راز اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہ رکھے بلکہ یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ تمام امور میں وہ اللہ پر ہی توکل کرے۔ پھر یہ کہ اگر اس کی ضرورت و حاجت ہدایت، علم، فہم قرآن و سنت، شفائے مرض اور بلائے دنیا و آخرت سے نجات کی طلب جیسی ہے جو مخلوق کے دائرہ اختیار سے باہر ہے تو یہ چیزیں وہ اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے اور اگر یہ ضرورت اہل صنعت و حرفت اور امور سلطنت جیسی مسائل سے متعلق ہے، جو مخلوق کے دائرہ اختیار میں ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ اللہ ان کے دلوں کو نرم کر دے اور وہ اس کی ضرورت پوری کر دیں، وہ یہ دعا نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے مخلوق سے بے نیاز کر دے۔ نبی ﷺ نے حضرت علیؑ کو یہ کہتے سنا: اَللّٰهُمَّ اغْنِنَا عَنْ خَلْقِكَ ”اے اللہ ہمیں اپنی مخلوق سے بے نیاز کر دے۔“ آپؐ نے فرمایا: لَا تَقْلُ هَكَذَا فَاِنَّ الْخَلْقَ يَحْتَاجُ بَعْضُهُمْ اِلَى بَعْضٍ وَلَكِنْ قُلْ اَللّٰهُمَّ اغْنِنَا عَنْ شِرَارِ خَلْقِكَ ”یہ بات نہ کہو۔ مخلوق تو ایک دوسرے کی محتاج ہوتی ہے، بلکہ یہ کہو: اے اللہ! ہمیں مخلوق کے شر سے محفوظ فرما۔“

مخلوق پر ہی اعتماد کرنا اور اسی سے ہر چیز مانگنا تو قابلِ مذمت فعل ہے۔ کتب سماوی میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے [کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے]: ”کیا حاجات کے لیے میرے در کے سوا کسی اور کا دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے جبکہ میرا دروازہ ہر وقت کھلا ہوتا ہے؟ کیا مصائب ٹالنے کے لیے میرے سوا دوسروں سے امید باندھی جاتی ہے، جبکہ میں ہی واحد با اختیار و قادر بادشاہ ہوں؟ میں اس شخص کو ذلت کا لباس پہنا دوں گا، جو میرے علاوہ انسانوں میں سے کسی سے امید لگائے گا۔“

« قرآن مجید میں یہ تعلیم اس طرح دی گئی ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ. أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ [البقرہ: ۱۸۶]

”اور اے نبی ﷺ میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتا دو میں ان سے قریب ہی ہوں پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔“

دوسری جگہ فرمایا:

وَ قَالَ رَبُّكُمْ اذْعُونِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ [عافر: ۶۰]

”اور تمہارا رب کہتا ہے: مجھے پکارو! میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُولُ هَلْ مِنْ دَاعٍ فَأَسْتَجِبْ لَهُ دُعَاءُهُ. هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَأَعْطِيهِ سُؤْلَهُ، هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرُ لَهُ [بخاری و مسلم]

”یقیناً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہے کوئی دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی سوال کرنے والا کہ میں اس کا سوال پورا کروں؟ ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ میں اس کو بخش دوں؟“»

### نصرتِ الہی کا ذریعہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: لَا تَقَمَّنُوا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَاسْأَلُوا اللَّهَ الْعَاقِبَةَ، فَإِذَا لَقِيْتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا وَلَا تَقْرَبُوا، فَإِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ<sup>(۱)</sup> ”دشمن سے لڑائی کی خواہش نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عاقبت و سلامتی کی دعا کرتے رہو، لیکن جب دشمن سے سامنا ہو جائے تو پھر صبر سے کام لو اور میدان چھوڑ کر بھاگ نہ جاؤ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ

(۱) صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب کراہۃ تمنی لقاء العدو..... ۱۷۴۲

ممبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔“ اس طرح ایسی تکلیف پر بھی ممبر ہی کرنا چاہیے جس کے بعد نصرت الہی میسر آنے والی ہو۔

## نفع و ضرر کا اختیار اللہ کے پاس ہے

انسان جس چیز سے محبت رکھتا ہے، اس سے بھلائی کی توقع بھی رکھتا ہے اور جس چیز سے ڈرتا ہے اس کے شر سے بچنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف سے بچنے والے نفع و نقصان کے انسانی تصور کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے: **وَإِنْ يَسْأَلْكَ اللَّهُ بَعْضُ أَلْسِنَةٍ فَلَاحِكًا كَافِيًا لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنَّ يُودُّكَ بِمَخْبَرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ** (یونس: ۱۰۷) ”اگر تمہیں اللہ کوئی تکلیف پہنچانے والا ہے تو اس کے سوا کوئی اس کو روک نہیں سکتا اور اگر وہ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے اس فضل و رحمت میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔“

اصل بات یہ ہے کہ انسان اسی قدر محفوظ رہ سکتا ہے جس قدر اللہ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے اور اسی قدر اس کو مصیبت آسکتی ہے جس قدر اللہ نے اس کے مقدر میں لکھ دی ہے۔ اور یہ چیز تو فطری ہے کہ انسان مصیبت کے اسباب و ذرائع سے بھاگ کر نجات و سلامتی کی تدبیریں اختیار کرتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بھی حکم ہے کہ: **وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ** (البقرہ: ۱۹۵) ”اپنے ہی ہاتھوں جاہی میں نہ پڑو“۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے: **عَلُّوا حُلْمَكُمْ** (النساء: ۷۱) ”اپنا بچاؤ کرو“۔

## تکلیف کے بعد عافیت، جنگی کے بعد آسانی

خوشحالی، تنگ دستی کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ مشقت کے بعد آسودگی میسر آتی ہے، حدیث میں مشقت اور تنگ دستی کے لیے کرب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ کرب کسی آزمائش کی شدت کو کہتے ہیں۔ جب کوئی آزمائش سخت تر ہوتی جاتی ہے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ آسودگی کا سامان بھی کر دیتا ہے۔ آگے اس بات کو عصر اور سیر کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ کسی سختی کے بعد آسانی یقینی ہوتی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو بار سختی کا ذکر کیا تو دو بار ہی آسانی کا بھی ذکر کیا۔ **فَمَا يَأْتِيَانِ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا. إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا.** (الم نشرح: ۶، ۵) اہل زبان کا اصول یہ ہے کہ جب کوئی لفظ معرفہ دو بار آتا ہے تو اس کے مفہوم میں وحدت پیدا ہو جاتی ہے اور جب نکرہ دو بار آتا ہے تو اس کے مفہوم میں کثرت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں لفظ عسر معرفہ ہے اور دو بار آنے سے اس کے مفہوم میں وحدت پیدا ہو گئی اور لفظ يسر نکرہ ہے اور دو بار آنے سے اس کے مفہوم میں کثرت پیدا ہو گئی گویا عسر (جنگی) کا

ذکر ایک بار ہے اور ہمسرا (آسانی) کا ذکر دو بار، یعنی ایک تنگی کے بعد دو آسانیوں کی نوید سنانی گئی ہے۔

### فقہ الحدیث

- ۱- توحید کا عقیدہ رکھنا اور اس کے تقاضے پورے کرنا فرض ہے۔
- ۲- اللہ ایک ہے اور وہی اللہ ہے تو ہر وقت اس کو یاد رکھو۔
- ۳- تم جہاں بھی اسے یاد کرو، وہ وہاں حاضر و ناظر ہوگا۔
- ۴- کچھ مانگتا ہو تو اللہ ہی سے مانگو۔ یہ توحید دعا ہے۔
- ۵- مصیبت کے وقت مدد کے لیے پکارنا ہو تو اسی کو پکارو۔ یہ توحید استعانت ہے۔
- ۶- اگر مصیبت کے وقت اسے پکارتے ہو تو خوش حالی میں بھی اسی کو پکارو۔
- ۷- نفع و ضرر کا تمام تر اختیار، اللہ کے پاس ہے۔ یہ توحید اختیار ہے۔
- ۸- مخلوق کسی کو کوئی نفع و نقصان پہنچانے کی ذرہ بھر طاقت نہیں رکھتی۔
- ۹- تقدیر کے حق ہونے پر ایمان لانا بھی توحید کا تقاضا ہے۔
- ۱۰- صبر کا صلہ اور اجر، نصرت خداوندی ہے۔
- ۱۱- تکلیف اور مصیبت کے اندر خوش حالی اور عافیت کی نوید بھی ہوتی ہے۔
- ۱۲- آسانی اور سہولت تنگی اور مشقت کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔





الحدث العشرون

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيِّ الْبَدْرِيِّ رضي الله عنه قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

”إِنَّ مِمَّا أُذْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ الْأُولَى: إِذَا  
لَمْ تَسْتَحْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ“

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

- منہ : آقا
- چہ بجز ای کچھ - نہ لے سکتا ہے / آقا
- چہ بجز لہ لہ اور چہ بجز : ؤۃ نبیہ الہیہ
- چہ لہ لہ اور چہ بجز آقا : آقا
- چہ لہ لہ اور چہ بجز : آقا

وہ اللہ اللہ

[چہ بجز ای کچھ - نہ لے سکتا ہے]

”چہ بجز ای کچھ - نہ لے سکتا ہے“

”چہ بجز ای کچھ - نہ لے سکتا ہے“

”چہ بجز ای کچھ - نہ لے سکتا ہے“

”چہ بجز ای کچھ - نہ لے سکتا ہے“

”چہ بجز ای کچھ - نہ لے سکتا ہے“

”چہ بجز ای کچھ - نہ لے سکتا ہے“

چہ بجز ای کچھ - نہ لے سکتا ہے



لَمْ تَسْتَحْ : نہ حیا کرے تو/ تجھے شرم محسوس نہ ہو۔  
 فَاصْنَعْ : تو کر۔ امر کا صیغہ ہے [لیکن یہاں زجر و توبیح کے لیے ہے]  
 هَيْفَ : تو چاہے/ تو نے چاہا۔

## شرح الحدیث

### حیا کے معنی

«حیا کے معنی شرم کے ہیں۔ اسلام کی مخصوص اصطلاح میں حیا سے مراد وہ ”شرم“ ہے جو کسی امر منکر کی جانب مائل ہونے والا انسان خود اپنی فطرت کے سامنے اور اپنے خدا کے سامنے محسوس کرتا ہے۔ یہی حیا وہ قوت ہے جو انسان کو فحشاء اور منکر کا اقدام کرنے سے روکتی ہے اور اگر وہ جلالتِ حیوانی کے غلبے سے کوئی برا فعل کر گزرتا ہے تو یہی چیز اس کے دل میں چمکیاں لیتی ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیم و تربیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حیا کے اسی چھپے ہوئے مادے کو فطرتِ انسانی کی گہرائیوں سے نکال کر علم و فہم اور شعور کی غذا سے اس کی پرورش کرتی ہے اور ایک مضبوط حائے اخلاقی بنا کر اس کو نفسِ انسان میں ایک کوتوال کی حیثیت سے متعین کر دیتی ہے۔“

[پردہ از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، ص: ۲۶۲]

اس حدیث رسول کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم کوئی کام کرنے کا ارادہ کرو اور وہ کام ایسا ہو کہ اس کے کرنے پر تمہیں نہ اللہ سے کوئی شرم محسوس ہو اور نہ کسی انسان سے تو یہ کام کر گزرو اور اگر تمہیں شرم محسوس ہو تو پھر یہ کام نہ کرو۔ اسلام کا سارا دار و مدار اسی حدیث پر ہے۔ مذکورہ مفہوم کے اعتبار سے دیکھا جائے تو رسول اللہ ﷺ کا فرمان: فَاصْنَعْ مَا هَيْفَ ”جو چاہو کرو“ جائز کاموں کو کرنے کا حکم دیتا ہے۔ کیونکہ جو کام شریعت میں ممنوع نہ ہو گا وہ جائز ہوگا۔

کچھ لوگوں نے اس حدیث کی وضاحت یہ کی ہے کہ جب تم اللہ سے شرم اور خوف محسوس نہ کرو تو اپنے نفس کو ممنوع کام کے حوالے کرو اور جو چاہو کرتے پھرو۔ اس مفہوم میں، کام کرنے کا جو حکم ہے اس میں سمیہ ہے نہ کہ جواز۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح ہے جو اس نے انسان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ: اَعْمَلُوا مَا هَيْفَ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (فصلت: ۴۰) ”تم جو چاہو کرتے پھرو (کیا فرق پڑتا ہے) کیونکہ وہ تمہارے کرتوتوں سے بخوبی واقف ہے۔“ اور اسی طرح فعلِ امر پر مشتمل قرآن کی یہ آیت بھی ہے، جس میں اللہ نے شیطان کو چیلنج کیا

وَاسْتَفْزِرُ مَنْ اسْتَطَاعَتْ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخِيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكُهُمْ فِي  
الْاَسْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدَّتُهُمْ (الاسراء: ۶۴) ”اے ایلیس! تو جس جس کو اپنی دعوت سے پھسلا سکتا ہے پھسلا  
لے، ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھالے، مال اور اولاد میں ان کے ساتھ سا جھا لگا اور ان کو وعدوں کے جال میں  
پھانس۔“

### معاشرے میں بڑھتی ہوئی عریانی و فحاشی

۴۴ ہمارے موجودہ طرز عمل کے لیے یہ حدیث ایک آئینہ فراہم کر رہی ہے۔ ذرا اس وقت پاکستانی  
معاشرے کی اخلاقی حالت کا اندازہ کیجئے! شرم و حیا مفقود اور بے شرمی و بے حیائی عام ہے۔ فیشن اور خوبصورتی کے  
نام پر معاشرے نے جس تہذیب کو اپنایا ہے یقیناً وہ مغرب کی عنایت ہے اور مغرب تو اس حد تک جا چکا ہے کہ اس  
کے متوالے کھلے عام اور پبلک مقامات اور شاہراہوں پر مکمل طور پر لباس سے عاری ہو کر اپنی بیحیبت کا مظاہرہ  
نہایت بے شرمی اور بے حیائی سے کر چکے ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی اور سائنس کی عطائیں اس پر مستزاد ہیں جن کے دم  
قدم سے یہ تہذیب فروغ پاری ہی ہے اور اخلاق کی ردائیں تار تار کر رہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ملاحظہ کیجئے ”جب تو حیا سے عاری ہو جائے تو پھر جو چاہے کر۔“ یعنی جب انسان  
اپنے بے حیا ہونے کا ثبوت فراہم کر دیتا ہے تو اس سے کیا توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ حیا داری کا مظاہرہ کرے گا۔  
ہمارے معاشرے کی اخلاقی بے راہ روی اور بے حیائی و بے شرمی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی عریانی و فحاشی نے  
اس حدیث کا مفہوم کھول کر ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ اس وقت معاشرے کے اندر پھیلی ہوئی عریانی بیبیوں  
شکلوں میں موجود ہے۔ فیشن کے نام پر چست لباس کا رواج اس قدر عام ہو گیا ہے کہ بڑے بڑے شریف  
گھرانوں میں بھی یہ زہر سرایت کر گیا ہے۔ باریک لباس کا بھی یہی عالم ہے کہ اس کو زیب تن کرنا بھی کوئی عار نہیں  
رہا، یہ مرض صرف عورتوں اور جوان لڑکیوں ہی تک محدود نہیں بلکہ جوان لڑکوں میں بھی عام ہے۔ ان دونوں قسم کے  
لباسوں کا زیب تن کرنا قطعاً بے فائدہ ہے۔

غیر اخلاقی لباس کی یہ ایک قسم ہے۔ دوسری قسم وہ ہے، جسے زیب و زینت کا نام دے کر زرق برق اور معطر  
صورت میں عورت زیب تن کر کے معاشرے کو بے راہ روی کی کھلے عام دعوت دیتی ہے۔ یہی وہ جذبہ ہے جس  
نے باحجاب اور باپردہ خواتین کو بھی اپنے حجاب اور پردوں کو پرکشش بنانے پر لگا دیا ہے۔ حجاب کا مقصد زیب و  
زینت کا اظہار نہیں بلکہ زیب و زینت چھپانا ہے لیکن یہاں تو حجاب کو اس کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے اور پرکشش حجاب



جائے۔ یہ خواہش ہمیشہ جلی اور نمایاں ہی نہیں ہوتی، دل کے پردوں میں کہیں نہ کہیں نمائش حسن کا جذبہ چھپا ہوا ہوتا ہے اور وہی لباس کی زینت میں، بالوں کی آرائش میں، باریک اور شوخ کپڑوں کے انتخاب میں اور ایسے خفیف جزئیات تک میں اپنا اثر ظاہر کرتا ہے جن کا احاطہ ممکن نہیں۔ قرآن نے ان سب کے لیے ایک جامع اصطلاح تہج الجاہلیہ استعمال کی ہے۔ ہر وہ زینت اور ہر وہ آرائش جس کا مقصد شوہر کے سوا دوسروں کے لیے لذت نظر بننا ہو، تہج جاہلیت کی تعریف میں آتی ہے۔ اگر برقع بھی اس غرض کے لیے خوب صورت اور خوش رنگ انتخاب کیا جائے کہ نگاہیں اس سے لذت یاب ہوں تو یہ بھی تہج جاہلیت ہے۔ اس کے لیے کوئی قانون نہیں بنایا جاسکتا۔ اس کا تعلق عورت کے اپنے ضمیر سے ہے۔ اس کو خود ہی اپنے دل کا حساب لینا چاہیے کہ اس میں کہیں یہ ناپاک جذبہ تو چھپا ہوا نہیں ہے؟“ [پردہ: ۲۶۶]

جس معاشرے کے اندر یہ صورت حال پیدا ہو جائے یقینی بات ہے کہ اس کے اندر سے شرم و حیا رخصت ہو رہی ہے اور شرم و حیا رخصت ہو جائے تو ایمان بھی کہاں باقی رہ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں چیزوں کو لازم و ملزوم قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْحَيَاءَ وَالْإِيمَانَ قَرْنَاءُ بَحْمِيْعًا فَإِذَا رُفِعَ أَحَدُهُمَا رُفِعَ الْآخَرُ (۳)

”حیا اور ایمان ساتھ ساتھ ہوتے ہیں جب ان میں سے ایک اٹھا لیا جائے تو دوسرا از خود اٹھ جاتا ہے۔“

## ذرائع ابلاغ کا فتنہ

ایک فتنہ تو یہ ہے، جس میں غالب کردار عورت ادا کر رہی ہے دوسرا فتنہ وہ ہے، جو ذرائع ابلاغ کا دیا ہوا فتنہ ہے۔ اس وقت پاکستانی پرنٹ میڈیا، اخبارات و رسائل اور الیکٹرانک میڈیا [ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ، کیبل وغیرہ] نے بھی فحاشی و بے حیائی کا ایک طوفان مچا کر رکھا ہے۔ ٹیلی ویژن نے شرم و حیا کے بندھن اس قدر ڈھیلے کر دیے ہیں کہ انسان کا یہ فطری حاسہ مردہ ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ کیبل اور انٹرنیٹ نے جو گندگی مغرب سے درآمد کی ہے وہ تو ہمارے بیڈروم تک پہنچ گئی ہے۔ سائینس نے جو سہولت انسان کو زندگی آسان بنانے کے لیے فراہم کی تھی انسان اس سے الٹا اپنی جاہی کا کام لے رہا ہے۔ حد یہ ہو گئی ہے کہ انسان کی حیوانی فطرت سے متعلق جس بات کا پتہ ایک بچے کو پندرہ سال کی عمر میں جا کر لگتا تھا، وہ آج پانچ سال کی عمر میں اس سے آگاہ ہو گیا ہے۔ ای میل کی سہولت نے مرد و عورت کے ناجائز تعلقات استوار کرنے میں مزید سہولت پیدا کر دی ہے۔ گویا یہ فتنہ ایک ہمہ جہت پھیلتے

ہوئے ناسور کی شکل اختیار کر گیا ہے۔

بے حیائی کے ذرائع دریافت کرنے والے اور اس کو پھیلانے والے مردوں یا عورت، افراد ہوں یا ادارے سب معاشرے کو تباہ کرنے کا کام کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کا اگر شمار کیا جائے تو یہ بھی ایک لمبی فہرست تیار ہوتی ہے۔ ان سب لوگوں کے لیے قرآن مجید کا وہ حکم عام ہے جو کسی ایماندار معاشرے میں بے حیائی پھیلانے میں دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ لِأَنَّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ [النور: ۱۹] ”جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔“

### دینی و اصلاحی جماعتوں کی ذمہ داری

اس وقت افراد، جماعتوں اور اداروں کا فرض دو گنا نہیں دس گناہ اہم ہو گیا ہے کہ وہ اس تباہی سے معاشرے کو محفوظ کرنے کی فکر کریں۔ ہر وہ شخص جو بنیادی انسانی اخلاقیات کا قائل ہے، اس کا فرض ہے کہ وہ اس فتنے کی سرکوبی میں اپنا کردار ادا کرے۔ دینی جماعتیں جن کی اٹھان اور پہچان دین کی دعوت کے حوالے سے ہے ان کا فرض افراد سے کہیں زیادہ اہم ہو گیا ہے اور وہ دینی جماعتیں جو دین کو ایک نظام کی حیثیت سے زندگی میں نافذ کرنے کی داعی ہیں اور اس جدوجہد میں دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔ ان کا فرض سب سے زیادہ اہم ہے کہ وہ معاشرے کے ہر فرد کو اس ناسور کی ناپاکی اور مضرت سے آگاہ کر کے اس کی سرکوبی کے لیے میدان عمل میں لاکھڑا کریں۔ اقامت دین کی جدوجہد میں یہ چیز تو بہت ہی ابتدائی مرحلے کی ہے۔ افسوس کہ ہر وہ جماعت جو دین کی دعوے دار ہے فحاشی و عریانی کے اس اڈے ہوئے سیلاب کو روکنے میں ذرا دلچسپی نہیں لے رہی۔ یہ کام ایسا ہے کہ معاشرے کا ہر سلیم الفطرت شخص اس ہم کی حمایت کرے گا۔ ضرورت صرف آگے بڑھ کر اس کے خلاف آواز اٹھانے کی ہے۔ اس اجتماعی مسئلے پر تمام دینی عناصر کو متحد بھی ہو جانا چاہئے تاکہ برائی کے خلاف منظم جدوجہد کی جا سکے۔ اور آئندہ نسل کو بے راہ روی اور تباہی سے بچایا جاسکے۔ صرف ایسی صورت ہی میں اس حدیث پر یہ لوگ حقیقتاً عمل کا مظاہرہ کر سکتے ہیں جو اپنی گفتگوؤں اور درسوں میں بیان کرتے ہیں کہ برائی کو ہاتھ کی قوت سے روک دو، اگر یہ نہیں ہو سکتا تو زبان کی طاقت سے روکنے کی کوشش کرو اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو دل میں ہی اس کو برا جانو..... لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم ان تینوں کیفیات میں سے کس کیفیت میں ہیں؟ جواب یہی ہو گا کہ آخری

کیفیت ہی ہمارے حسب حال ہے لیکن کیوں؟ کیا ہاتھ سے برائی کو روکنے کی قوت پاکستان کی سینکڑوں دینی جماعتوں کے اندر نہیں ہے؟ اگر نہیں ہے تو یہ سب کاروبار بے سود ہے۔ بلکہ کہیں ہماری آخری جاہی کا پیش خیمہ نہ بن جائے۔ معاذ اللہ! ▶▶

### فقہ الحدیث

- ۱- حیا انسانی فطرت ہے۔
- ۲- حیا انسان کے اچھے برے عمل کے لیے ایک کسوٹی ہے۔
- ۳- حیا رخصت ہو جائے تو ایمان بھی رخصت ہو جاتا ہے۔
- ۴- جہاں فحاشی و عریانی ہو، وہاں حیا موجود نہیں ہو سکتی۔
- ۵- برائی سے بھرے اس دور میں بھی انسان کی بہترین راہنما حیا ہے۔
- ۶- ہمارے معاشرے کی موجودہ بے راہ روی، بے حیائی کا ثمر ہے۔
- ۷- اسلام نے ہر اس فعل کے اظہار سے منع کر دیا ہے، جس میں بے حیائی کا عنصر ہو۔
- ۸- عورت کو ہر دور میں فتنہ کا سامان بنایا گیا ہے اور آج بھی اس سے یہ کام لینے کی کوشش کی جا رہی ہے لیکن خود اس کو اپنی فطرت کی آواز پر کان دھرنے چاہئیں۔
- ۹- چست، تنگ اور باریک لباس زیب تن کر کے دوسروں کو دعوتِ نظارہ نہ دی جائے۔
- ۱۰- آرائش و زیبائش کا اظہار کر کے اوروں کو اپنی طرف متوجہ نہ کیا جائے۔
- ۱۱- ڈش، کیبل، انٹرنیٹ اور ٹیلی ویژن وغیرہ کی مسزقوں کو ذہن میں رکھ کر ان سے مثبت کام لیا جائے۔
- ۱۲- بنیادی انسانی اخلاقیات کے تحفظ کی ذمہ داری ہر فرد پر عاید ہوتی ہے۔
- ۱۳- دینی جماعتیں اور تنظیمیں موثر منصوبہ بندی کر کے عریانی و فحاشی کے اس فتنے کے خلاف جدوجہد کریں۔
- ۱۴- اچھائی برائی میں تمیز کرنے والا انسان کا سب سے بڑا راہنما اس کا اپنا ضمیر ہے، جو دراصل فطرت کی آواز ہے اور دین اسلام اسی فطرت کا نام ہے۔ ضمیر بیدار ہے تو حیا برقرار رہے گی اور فحاشی و عریانی پر قابو پایا جا سکتا ہے۔





عَنْ أَبِي عَمْرٍو وَرَقِيبِ أَبِي عَمْرَةَ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:  
”قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ  
أَحَدًا غَيْرَكَ، قَالَ: قُلْ آمَنْتُ بِاللَّهِ ثُمَّ اسْتَقِمَّ“  
رَوَاهُ مُسْلِمٌ

## ایمان لانے کے بعد استقامت کا مظاہرہ لازمی ہے

”ابوعمرہ (یا ابو عمرہ) سفیان بن عبد اللہ سے روایت ہے،  
وہ کہتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول  
اللہ! مجھے اسلام کے متعلق ایسی بات بتائیے  
کہ پھر آپ کے بعد کسی اور سے مجھے پوچھنے  
کی ضرورت باقی نہ رہے

آپ ﷺ نے فرمایا اعلان کر دو ”میں اللہ پر  
ایمان لے آیا ہوں۔“ پھر اس (بات) پر  
ڈٹ جاؤ“

[اس کو مسلم نے روایت کیا ہے]

عَنْ أَبِي عَمْرٍو وَ قَيْلٍ أَبِي عَمْرَةَ سُفْيَانَ بْنِ  
عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:

”قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قُلْ لِي فِي  
الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا  
غَيْرَكَ،

قَالَ: قُلْ آمَنْتُ بِاللَّهِ ثُمَّ اسْتَقِمَّ“

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

## تفہیم الفاظ

قُلْ لِي :	قُلْ: فرمائیے/ بتائیے۔ لی: میرے لیے/ مجھے۔
لِي الْإِسْلَامِ :	اسلام کے بارے میں۔
قَوْلًا :	[ایسی] بات۔
لَا أَسْأَلُ :	نہ میں سوال کروں۔
عَنْهُ :	اس بارے میں۔
أَحَدًا :	کسی سے
غَيْرَكَ :	آپ کے علاوہ
قُلْ :	کہو۔ اعلان کر دو
آمَنْتُ :	میں ایمان لایا
اسْتَقَمْتُ :	نفل امر۔ تو ڈٹ جا/ تو ثابت قدم ہو جا/ تو پختہ ہو جا۔

## شرح الحدیث

### استقامت کا مطالبہ کیوں؟

« اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر انسان یہ اعلان کرتا ہے کہ میں اللہ کے احکامات کی بجا آوری کا پابند ہوں۔ اس کے مقابلے میں کسی دوسری قوت کا تابع نہیں ہوں۔ یہ قوت خواہ انسان کی اپنی ذات ہو یا مخلوق میں سے کوئی اور طاقت۔ مسلمان کسی چیز کے ساتھ اگر کوئی ربط و تعلق رکھتا یا توڑتا ہے تو اس کی بنیاد محض اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنا الہ تسلیم کرنے کا اقرار و اعلان ہی ہوتا ہے۔

### استقامت کہاں مطلوب ہے؟

انسان جب ایمان لے آتا ہے تو اس کو ایمان کے تقاضے پورے کرتے ہوئے متعدد مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور قرآن و سنت نے ان مشکلات میں اہل ایمان کو صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ

مشکلات دو قسم کی ہوتی ہیں:

۱- اپنی زندگی کو اسلام کی تعلیم کے مطابق گزارنے کے دوران میں انسان کا اپنا نفس ایسی ایسی خواہشات کے چنگل میں گھر جاتا ہے کہ انسان کے قدم لڑکھڑانے کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ شیطان کا بہکاوا اور دنیا کی چمک دمک انسان کو رب کی یاد سے غافل کرنے کا سبب بنتے ہیں اور وہ اللہ کے حقوق کو کما حقہ ادا کرنے سے قاصر رہنے لگتا ہے یا ادا نہ کرنے کی روش اپنالیتا ہے۔ عبادت کے نظام میں اسلام نے جس ترتیب اور دوام کا مطالبہ کیا ہے اس میں کچھ ڈھیلا پن اور سستی در آتی ہے۔ معاشرتی زندگی میں خاندان اور معاشرے کے غیر شرعی رسوم و رواج کے سامنے اسے سر ٹر کر کے رکھا جاتا ہے۔ ایسا نہ کرنے پر معاشرتی بایکٹ کی دھمکی دی جاتی ہے۔ رشتہ داری تو زدینے کا خوف دلایا جاتا ہے۔ وقت کے ناروا تقاضوں کو پورا کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ دین پر عمل کرنے کو دقیقاً نو سیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مولویا نہ رنگ کو ذرا کم کرنے کی نصیحت کی جاتی ہے۔ بدعات و خرافات کا جواز منوانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ گویا یہ ایسی چیزیں ہیں جو انسان سے غیر محسوس انداز میں یا اس کی رواداری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے معاشرہ اس پر عاید کرنے کی کوشش کرتا ہے یا خود انسان کا نفس اس چیز کے فائدوں اور مصلحتوں کا جواز پیدا کرتے ہوئے ان کے ارتکاب کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ ان تمام مواقع پر ایمان کا تقاضا استقامت ہوتا ہے کہ انسان اپنے ایمان کا دامن نہ چھوڑے اور اپنے دل کے ناجائز مطالبات اور معاشرے کے ناروا تقاضوں کو رد کر دے۔ عبادت پر استقامت اور معاشرت کے بارے میں اسلامی تعلیمات پر کار بند رہے۔

۲- ایمان کے بعد مظاہرہ استقامت کا دوسرا موقع وہ مشکلات و مصائب ہیں جن کا سامنا اولوالعزم پیغمبروں کو بھی کرنا پڑا۔ اصحاب الاخذ و جن آزمائشوں سے گزرے ان کا ذکر سورۃ البروج میں ہوا ہے۔ جناب محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کو بھی ان سے سابقہ رہا، عہد صحابہ کے بعد ائمہ دین نے بھی اس راہ کا مزہ چکھا اور ان کے بعد آج تک ہر وہ شخص اس سنت کو زندہ کر رہا ہے، جو ایمان کے تقاضوں کو حقیقتاً پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حق کی راہ میں رہو ان حق کو قتل و شہادت کی خلعت سے بھی سرفراز ہونے کا موقع ملتا ہے اور قید و بند کی سختیوں کو جھیلنے کا لمحہ بھی آ جاتا ہے۔ یہی وہ مواقع ہیں، جب ایک مسلمان اپنے اسلام پر کار بند رہنے کا مظاہرہ کرنے کا مکلف ہے۔ اور اس چیز کو برداشت کرنا جس قدر انسان کے لیے مشکل ہوگا اس کا اجر اسی قدر زیادہ ہوتا جائے گا اور نصرت خداوندی شامل حال ہوتی جائے گی۔ استقامت کے



جائے۔

- ۵- رشتہ و تعلق کو دین و ایمان کا ایک تقاضا سمجھ کر قائم رکھا جائے۔
- ۶- بدعات و خرافات کو ہرگز قبول نہ کیا جائے، اسلام کی صاف و شفاف تعلیمات پر عمل کیا جائے۔
- ۷- نفس کی خواہشات اور شیطان کی اکساہٹ سے پناہ مانگی جائے۔
- ۸- دین کی راہ میں قربانی دینے کا موقع آجائے تو دریغ نہ کیا جائے۔
- ۹- حق گوئی اور حق پر عمل کی پاداش میں مصیبتوں، تکلیفوں، آزمائشوں، قید و بند کی صعوبتوں اور جسمانی تشدد بلکہ مرحلہ وار تشدد سہتا پڑے تو پروا نہ کی جائے۔
- ۱۰- اس مرحلے کو سر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی توفیق و نصرت کے لیے اللہ سے مسلسل دعا کی جائے۔





الحديث الثاني والعشرون

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا :  
 «أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ  
 الْمَكْتُوبَاتِ وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَأَحَلَلْتُ الْحَلَالَ وَحَرَّمْتُ  
 الْحَرَامَ وَلَمْ أَزِدْ عَلَى ذَلِكَ شَيْئًا، أَدْخُلُ الْجَنَّةَ؟  
 قَالَ: نَعَمْ»

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

# فرائض ادا کرنا اور حرام سے بچنا جنت میں داخلے کی ضمانت

”ابو عبد اللہ جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال  
کرتے ہوئے عرض کیا:

”أَنْ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ  
فَقَالَ:

آپ کا کیا خیال ہے اگر میں فرض نمازیں ادا  
کروں،

أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الْمَكْتُوباتِ

رمضان کے روزے رکھوں،

وَصُمْتُ رَمَضَانَ

حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانوں

وَأَحْلَلْتُ الْحَلَالَ وَحَرَّمْتُ

الْحَرَامَ

اور اس کے علاوہ کوئی عمل نہ کروں

وَلَمْ أَزِدْ عَلَى ذَلِكَ شَيْئًا،

تو کیا میں جنت میں چلا جاؤں گا؟

أَدْخُلُ الْجَنَّةَ؟

قَالَ: نَعَمْ“

آپ نے فرمایا: ہاں!“

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

[اس کو مسلم نے روایت کیا ہے]

### تفہیم الفاظ

سَأَلَ :	اس نے سوال کیا
رَسُولَ اللَّهِ :	رسول اللہ ﷺ سے
فَقَالَ :	اس آدمی نے کہا
أَرَأَيْتَ :	کیا رائے ہے آپ ﷺ کی / کیا خیال ہے آپ ﷺ کا۔
إِذَا صَلَّيْتُ :	جب میں نماز پڑھوں
الْمَكْتُوبَاتِ :	فرائض۔ الْمَكْتُوبَاتِ کی جمع ہے۔
صُمْتُ :	میں روزے رکھوں
رَمَضَانَ :	رمضان کے
أَحَلَلْتُ :	میں حلال سمجھوں / میں حلال جانوں
الْحَلَائِلِ :	حلال کو
حَرَمْتُ :	میں حرام سمجھوں / حرام جانوں
الْحَرَامِ :	حرام کو
لَمْ أُزِدْ :	اور نہ کیا میں نے اضافہ / اور میں نے اضافہ نہ کیا۔
عَلَى ذَلِكَ :	ان افعال پر۔ جن کا اوپر ذکر ہوا ہے
شَيْئًا :	ذرا بھرا / تھوڑا سا / کچھ بھی
أَدْخُلُ :	میں داخل ہو جاؤں گا؟
الْجَنَّةِ :	جنت میں، یہ اَدْخُلُ کا مفعول ہے
نَعَمْ :	ہاں

## شرح الحدیث

« اس حدیث میں اسلام کے دو بنیادی اور اساسی تقاضوں کا ذکر ہوا ہے اور یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کی زندگی میں ان کا دخل نہ ہو۔ اسلام کے ارکان خمسہ، شہادت، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ میں سے یہاں صرف نماز اور روزے کا ذکر آیا ہے اور ان کے ساتھ حرام و حلال کا تذکرہ ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی وہ چیزیں ہیں جنہیں ادا کرنے کا موقع ہر مسلمان کو میسر آتا ہے۔ کلمہ شہادت تو ادا کر کے ہی انسان دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے اور بقیہ ارکان اسلام میں زکوٰۃ اور حج کی باری تہی آئے گی جب انسان صاحب نصاب اور صاحب استطاعت ہوگا۔ لہذا ان کو ادا کرنا اس وقت تک اس کے اوپر فرض نہیں ہوتا جب تک وہ صاحب نصاب و صاحب استطاعت نہ ہوگا۔ باقی رہ گئے نماز اور روزہ تو ان میں بھی روزہ ایسا فرض ہے جس کا ادا کرنا ایک سال بعد متوقع ہوتا ہے۔ اب ان تمام فرائض و ارکان میں سے اگر کوئی فرض اور رکن ایسا باقی رہ جاتا ہے جس کا تعلق انسان کے شب و روز سے ہے تو وہ نماز ہے۔ لہذا اس فرض کو ادا کرنا ہی ایسی چیز ہے، جو ایک مسلمان کے اسلام و ایمان کی نشانی ہو سکتی ہے اور اگر کوئی یہ بھی ادا نہیں کرتا تو اس کے اندر اسلام کی کون سی خوبی رہ جاتی ہے جس کی بنا پر وہ یہ دعویٰ کرے کہ میں مسلمان ہوں۔

نماز کے ساتھ دوسری چیز صحابیؓ نے جو ذکر کی ہے وہ اگرچہ ارکان اسلام میں شامل نہیں تاہم اس کی اہمیت ایک رکن جیسی ہے۔ یہ چیز حرام کو حرام سمجھتے ہوئے ترک کر دینا اور حلال کو حلال جانتے ہوئے استعمال کرنا ہے۔ حلال ایسی چیز ہے جس کے فعل اور عمل کا مطالبہ فرائض میں شامل نہیں بلکہ انسان کے ارادہ و اختیار پر منحصر ہے کہ وہ جس حلال کام کو چاہے اور جس حلال چیز کو چاہے استعمال کرے لیکن اس کے مقابلے میں حرام سے اجتناب کا مطالبہ فرض ہے اور اس فرض کا تارک اور اس امر کا مرتکب گناہ کبیرہ کا مجرم ہو جاتا ہے۔

حدیث میں صرف فرض نماز کو ادا کرنے اور حرام سے اجتناب پر عمل کے ذکر کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اسلام کے دیگر فرائض اور تقاضے مسلمانوں سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ بلکہ یہاں صرف اس بنیادی اصول کی بات کی گئی ہے جو جنت میں داخلے کے لیے ایک کم از کم تقاضے کے طور پر ہر مسلمان کی زندگی میں پیش نظر رہتا ہے۔ باقی سب فرائض و مطالبات کو ادا کرنے کا اگر کسی شخص کی زندگی میں کوئی موقع نہیں آتا تو یہ دو امور تو ایسے ہیں جن سے کسی مسلمان کو مفر نہیں اور جو شخص ان امور کو انجام دے لے گا وہ جنت میں داخلے کا حقدار قرار پائے گا۔

[اس حدیث کے مضمون نماز کی مزید وضاحت کے لیے اربعین کی حدیث ۲ اور حرام و حلال کی وضاحت کے لیے حدیث ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۲۲ اور ۲۹ دیکھیے] ▶▶

### فقہ الحدیث

- ۱- فرائض کو ادا کرنا اور حرام سے بچنا دخول جنت کی ضمانت ہے۔
- ۲- یہ وہ کم از کم مطالبات ہیں، جو ہر مسلمان کی زندگی کا حصہ ہیں۔
- ۳- حدیث کا مطلب یہ نہیں لیا جاسکتا کہ نماز کو ادا کرنے، روزے رکھنے اور حرام سے بچنے کے بعد بقیہ فرائض شریعت مسلمان سے ساقط ہو جاتے ہیں۔
- ۴- یہ حدیث نماز کی اہمیت بیان کرتی ہے۔
- ۵- حلال و حرام کا علم حاصل کرنا اور ان کا پاس و لحاظ رکھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔
- ۶- اس حدیث میں شریعت کا کوئی حکم بیان نہیں ہوا بلکہ اجازت و رخصت کا ذکر ہے اور ظاہر ہے اجازت و رخصت ہر آدمی کی ضرورت نہیں ہوتی یہ تو ہر شخص کے حالات زندگی پر منحصر ہے۔
- ۷- حدیث میں مذکور امور یوں تو ہر مسلمان کے لیے اہم ہیں لیکن دینی جماعتوں اور دعوتی تحریکوں کے لیے ان کی اہمیت کئی گنا زیادہ ہے۔
- ۸- اس حدیث میں ایک ادنیٰ صلاحیت رکھنے والے مسلمان کے لیے دخول جنت کا کم سے کم نصاب بتایا گیا ہے۔ وہ اس سے زیادہ کا مکلف نہیں ہے۔ البتہ زیادہ صلاحیت رکھنے والے افراد بالخصوص قیادت (Leadership) کے لیے نصاب پورا دین ہوتا ہے، جس میں نماز روزے اور حلال و حرام کے علاوہ دیگر عبادات، احکام معاشرت، احکام اخلاقیات، احکام معاملات، امور سلطنت اور احکام صلح و جنگ وغیرہ شامل ہیں۔





عَنْ أَبِي مَالِكٍ النَّخَعِيِّ بْنِ عَاصِمِ الْأَشْعَرِيِّ رضي الله عنه قَالَ:  
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ  
 تَمْلَأُ الْمِيزَانَ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُنِ  
 أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، وَالصَّلَاةُ نُورٌ، وَالصَّدَقَةُ  
 بُرْهَانٌ، وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ،  
 كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوْبِقُهَا»  
 رَوَاهُ مُسْلِمٌ

## دلائل ایمان کی مختلف صورتیں

عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْخَارِثِ بْنِ عَاصِمِ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: "أَبُو مَالِكٍ حَارِثُ بْنُ عَاصِمِ الْأَشْعَرِيِّ رَوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَايَاتٍ كَثِيرَةً مِنْهَا أَنَّ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

طَهَارَتُ نِصْفِ الْإِيمَانِ

"الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ،

أَوْ كَلِمَةُ الْحَمْدِ لِلَّهِ تَرَاوُكُوهُ وَيَتَاهُ

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمَلُّا الْمِيزَانَ،

أَوْ كَلِمَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ أَوْ الْحَمْدُ لِلَّهِ زَمِينًا

وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ

أَسْمَانًا كَمَا فِي بَيْتِ الْبَيْتِ

تَمَلُّانِ أَوْ تَمَلُّا مَا بَيْنَ السَّمَاءِ

وَالْأَرْضِ،

عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْخَارِثِ بْنِ عَاصِمِ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: "أَبُو مَالِكٍ حَارِثُ بْنُ عَاصِمِ الْأَشْعَرِيِّ رَوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَايَاتٍ كَثِيرَةً مِنْهَا أَنَّ

وَالصَّلَاةُ نُورٌ،

أَوْ صِدْقَةٌ دَلِيلٌ وَبُرْهَانٌ

وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ،

أَوْ صَبْرٌ ضِيَاءٌ

وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ،

وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ،  
اور قرآن یا تو آپ کے حق میں حجت ہوگا یا  
آپ کے خلاف۔

كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَائِعَ نَفْسِهِ  
فَمُعْتَقُهَا أَوْ مُوْبِقُهَا“  
ہر انسان اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اپنے  
(گروی) نفس کا سودا کرتا ہے۔ پھر یا تو (اللہ  
تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعے)  
خود کو (دوزخ کی آگ سے) چھڑا لیتا ہے یا  
پھر خود کو ہلاک کر لیتا ہے

[مسلم نے اسے روایت کیا ہے]

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

### تفہیم الفاظ

الطُّهُورُ :	صفائی ستھرائی / طہارت / نفاذت
شَطْرُ الْإِيمَانِ :	شَطْرُ: آدھا حصہ / نصف، الْإِيمَانِ: ایمان کا حقیقی تعریف و توصیف
الْحَمْدُ :	حقیقی تعریف و توصیف
تَمَلُّا الْمِيزَانَ :	تَمَلُّا: [الحمد لله] بھر دیتی ہے۔ الْمِيزَانَ: ترازو کو / میزان کو
سُبْحَانَ :	بے عیب ذات / پاک ذات۔ بے عیبی
تَمَلَّانِ :	دونوں بھر دیتے ہیں
مَا بَيْنَ :	جو درمیان میں ہے
نُورٌ :	روشنی / ظلمت کی ضد
الصَّدَقَةُ :	مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہوا حصہ
بُرْهَانَ :	دلیل / رہنما
ضِيَاءٌ :	اجالا / روشنی
حُجَّةٌ :	دلیل / دفعہ / ایسا بیان جس کو رد نہ کیا جاسکے۔

تیرے حق میں	: تَكَ
تیرے خلاف	: عَلَيْكَ
ہر انسان/تمام لوگ	: كُلُّ النَّاسِ
صبح کرتا ہے/رات سے نکل کر دن میں داخل ہوتا ہے۔	: يَغْدُو
وہ بیچنے والا ہوتا ہے/وہ بیوپار کرتا ہے	: بَائِعٌ
اپنے نفس کو/اپنے آپ کو	: نَفْسُهُ
ف + مُعْتِقٌ + هَا: پس + وہ آزاد کرنے والا ہوتا ہے + اے۔ یعنی وہ اسے آزاد کر دیتا ہے۔	: فَمُعْتِقُهَا
چھڑا لیتا ہے۔	
مُؤَبِّقٌ + هَا: ہلاک کرنے والا ہوتا ہے + اے۔ یعنی اسے ہلاک کر ڈالتا ہے۔	: مُؤَبِّقُهَا

## شرح الحدیث

### طہارت

”طہارت نصف ایمان ہے“ کی وضاحت کرتے ہوئے امام غزالی نے کہا ہے کہ ”طہارت سے مراد دل کو کینہ، حسد، بغض اور دوسرے امراضِ قلب سے پاک صاف رکھنا ہے اور ایمان کی تکمیل بھی طہارتِ قلب سے ہی ہوتی ہے۔ جو شخص توحید و رسالت کا اقرار کر لیتا ہے وہ ایمان کا ایک حصہ پالیتا ہے اور جو شخص اپنے قلب کو امراض سے بچا لیتا ہے وہ اپنے ایمان کو مکمل کر لیتا ہے۔ جس آدمی کا دل صاف نہیں، اس کا ایمان کامل نہیں۔ کسی نے کہا ہے جو شخص دل کو پاک صاف کرے، وضو اور غسل کرے اور پھر نماز ادا کرے تو وہ دونوں طرح کی طہارتیں حاصل کر کے نماز میں داخل ہوتا ہے اور جو شخص مخصوص اعضاء کی طہارت حاصل کر کے نماز پڑھتا ہے، وہ صرف ایک طہارت حاصل کر کے نماز میں داخل ہوتا ہے۔ اللہ دوسری طہارتوں کی طرف نہیں دیکھتا وہ تو دل کی پاکیزگی و صفائی کو دیکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: **إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى أَجْسَادِكُمْ إِلَى صُورَتِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ** (۱) ”اللہ تعالیٰ تمہارے بدنوں اور صورتوں کو نہیں بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔“

(۱) تحریم ظلم المسلم و خذله ..... ۲۵۶۳

« لیکن اکثر علماء کے نزدیک طہارت سے مراد بدنی طہارت ہے، جو پانی سے حاصل کی جاتی ہے۔ »

ذکر

”الحمد لله میزان کو بھردیتا ہے اور سبحان الله اور الحمد لله زمین و آسمان کے درمیان خلا کو بھردیتے ہیں“ یہ ایک دوسری حدیث کے ہم معنی حدیث ہے جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ نے کہا: اے اللہ! کسی ایسے عمل کی طرف میری رہنمائی فرما! جو مجھے جنت میں لے جائے“ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كُفُو۔ (اس کلمہ کی اہمیت یہ ہے کہ) اگر سات آسمان اور سات زمینیں (ترازو کے) ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے تَوَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا پلڑا بھاری ہوگا۔ (۲) اور یہ بات تو معلوم ہے کہ زمین و آسمان کا حجم اس خلا سے بڑا ہے، جو ان کے درمیان ہے اور اگر صرف کلمہ الحمد لله میزان کو بھردیتا ہے تو یہ بات لازمی ہے کہ الحمد لله آسمان و زمین کے درمیان خلا کو بھردے کیونکہ میزان تو زمین و آسمان کے درمیان خلا سے زیادہ وسیع ہے۔ یعنی اگر ان کلمات کا وجود ہو تو یہ میزان کو بھردیں، یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ الحمد لله کا اجر اس قدر زیادہ ہوگا کہ اس خلا کو بھردے گا۔

نماز

”نماز کے نور“ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پر ملنے والا اجر نمازی کے لیے نور ہوگا۔ حدیث رسول ہے: **بَشِيرِ الْمَشَائِئِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** (۳) ”اندھیروں میں (نماز کے لیے) مساجد کی طرف جانے والوں کو قیامت کے روز مکمل نور کی خوشخبری دے دو“۔

« ایک دوسری حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ نماز اسی شخص کے لیے نور ہوگی جو اس کی محافظت کرے گا۔ جو اس کا خاطر خواہ اہتمام نہیں کرے گا اس کے لیے یہ نور ثابت نہیں ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کا ذکر کیا اور فرمایا:

مَنْ حَافِظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا وَ بُرْهَانًا وَ نَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَ مَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَهُ نُورٌ وَ لَا بُرْهَانٌ وَ لَا نَجَاةٌ (۴)

(۲) اس مفہوم کے الفاظ السنن الکبریٰ میں ہیں ۱۰۶۷۰

(۳) ابن ماجہ، کتاب المساجد، باب المشی إلى الصلاة، ۷۸۰، ۷۸۱

(۴) احمد ۱۶۹/۲، صحیح ابن حبان ۱۳۶۷

”جس شخص نے [اہتمام کے ساتھ] نماز کی محافظت کی، نماز اس کے لیے قیامت کے روز نور، برہان اور ذریعہ نجات ہوگی۔ اور جس شخص نے [اہتمام کے ساتھ] اس کی محافظت نہ کی، اس کے لیے یہ نور، برہان اور نجات کا ذریعہ نہیں بنے گی۔“ ▶

### صدقہ

”صدقہ برہان ہے“ یعنی صدقہ آدمی کے ایمان کے صحیح ہونے کی دلیل ہے، اور اس کو صدقہ کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ یہ آدمی کے صدقہ ایمان کی دلیل ہے اور منافق آدمی نماز تو ادا کر لیتا ہے مگر صدقہ کرنا اس پر گراں گزرتا ہے۔

### صبر

”صبر ضیاء (روشنی) ہے“، یعنی یہ ایک پسندیدہ اور محبوب صفت ہے۔ صبر کا مطلب ”اللہ تعالیٰ کی طاعت پر کاربند رہنا اور دنیا کے مصائب و تکالیف کو برداشت کرنا ہے۔“ ”صبر ضیاء ہے“ کا معنی یہ ہے کہ صابر آدمی ہمیشہ راہ صواب پر رہتا ہے۔ 44 صبر اور نماز دو ایسے ذرائع ہیں، جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا مستحق بناتے ہیں۔ اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ ان دو چیزوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مدد مانگو۔ فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (البقرہ: ۱۵۳)

”اے اہل ایمان! صبر اور نماز کے ذریعے [اللہ تعالیٰ سے] مدد مانگو۔“

راہ حق میں پہنچنے والے شہداء و مصائب پر صبر کا بہت بڑا اجر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زندگی گزارنا اور محرمات سے بچتے رہنا شہداء پر صبر سے زیادہ افضل ہے۔

### قرآن انسان کے حق میں یا اس کے خلاف حجت ہوگا

قرآن انسان کے حق میں یا اس کے خلاف حجت ہوگا۔ اس کا صاف سیدھا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص قرآن کے احکامات کو دل و جان سے تسلیم کر کے ان پر عمل پیرا ہوگا قرآن اس کے حق میں گواہی دے گا اور محض گواہی نہ دے گا بلکہ اس کے لیے مغفرت کی سفارش بھی کرے گا اور جو شخص اس کے احکامات کو پس پشت ڈال کر اس سے بغاوت کی راہ اپنائے گا، قرآن اس کے خلاف مدعی اور گواہ کی حیثیت میں آن کھڑا ہوگا اور اس کے خلاف محض دعویٰ کرے گا

اور گواہی ہی نہ دے گا بلکہ اسے اس کے انجام تک پہنچا کر چھوڑے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں: قرآن ایسا شافع [سفاشی] ہے، جس کی سفارش قبول کی جائے گی اور ایسا مدعی ہے جس کا دعویٰ تسلیم کیا جائے گا۔ جس نے اس کو اپنا رہنما و پیشوا بنا لیا اسے یہ جنت میں لے جائے گا اور جس نے اسے پس پشت ڈال دیا اسے یہ جہنم میں پہنچا دے گا۔ (۵)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے: یہ قرآن تمہارے لیے نصیحت کا ذریعہ بھی ہو سکتا ہے اور سزا کا باعث بھی۔ لہذا اس کو سیکھو اور اس کا اتباع کرو! قرآن تمہارا اتباع نہ کرے! کیونکہ جو شخص قرآن کا اتباع کرے گا قرآن اسے جنت کے باغوں میں لے جاتا رہے گا اور جس شخص کا تعاقب قرآن کرے گا اسے وہ گردن پر ضرب لگا کر جہنم میں پھینک دے گا۔ (۶)

انسان اپنے نفس کا بیوپار کرتا ہے

”ہر انسان صبح کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کا سوڈا کرتا ہے“ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان اپنے نفس کے لیے کوشاں ہوتا ہے۔ کوئی تو اطاعت و فرمانبرداری کی روش اپنا کر اپنی جان اللہ کے حضور فروخت کر دیتا ہے اور اس کو عذاب سے بچا لیتا ہے اور کوئی شیطان اور خواہشات کے پیچھے چل کر اسے ہلاکت میں لے جا ڈالتا ہے۔

رسول اللہ نے فرمایا: مَنْ قَالَ حِينَ يُضْبَحُ أَوْ يُمَسِّي: اللَّهُمَّ إِنِّي أَصْبَحْتُ أَشْهَدُكَ وَأَشْهَدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَائِكَتَكَ وَأَنْبِيَاءَكَ وَجَمِيعَ خَلْقِكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ

أَعْتَقَ اللَّهُ رُبْعَهُ مِنَ النَّارِ. فَإِنْ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ أَعْتَقَ اللَّهُ بَصْفَةَ مِنَ النَّارِ. فَإِنْ قَالَهَا ثَلَاثًا، أَعْتَقَ اللَّهُ ثَلَاثَةَ أَرْبَاعِهِ مِنَ النَّارِ. فَإِنْ قَالَهَا أَرْبَعًا أَعْتَقَ اللَّهُ كُلَّهُ مِنَ النَّارِ (۷)

”اے اللہ! میں صبح کرتے ہوئے تجھے، تیرا عرش اٹھانے والے فرشتوں، دیگر ملائکہ، تیرے انبیاء اور تیری عام مخلوقات کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے! تیرے سوا کوئی معبود نہیں! اور محمد ﷺ تیرے بندے اور نبی ہیں!

(۵) ابن حبان ۱/۲۸۷، شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے (السلسلۃ الصحیحہ ۲۰۱۹)، الدر المنثور ۳/۱۶۵

(۶) الدر المنثور ۳/۱۶۵

(۷) ابوداؤد، کتاب الاداب، باب ما یقول إذا أصبح ۵۰۶۹

اللہ تعالیٰ اس شخص کے ایک چوتھائی وجود کو آگ سے آزاد کر دے گا۔ اگر وہ یہ دعا دو بار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے آدھے وجود کو آگ سے رہا کر دے گا اور اگر تین بار یہ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تین چوتھائی وجود کو آگ سے بچا دے گا اور اگر یہ کلمات چار بار ادا کرے گا تو اس کے پورے وجود کو آگ سے نجات دے دے گا۔“

قرآن حکیم میں اس بیچ وشرکی کا ذکر ان الفاظ میں ہوا ہے: **إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ: ۱۱۱)** ”یقیناً اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں۔“ بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس تجارت سے اعلیٰ تجارت کوئی نہیں ہو سکتی۔ اس تجارت میں خریدار اللہ تعالیٰ ہے، فروخت کنندگان مؤمنین ہیں، مال تجارت جانیں اور مال ہیں اور قیمت جنت ہے۔

اس آیت میں یہ دلیل موجود ہے کہ مال کے فروخت کنندہ کو اس بات پر مجبور کیا جاسکتا ہے کہ وہ قیمت وصول کرنے سے پہلے مال خریدار کے حوالے کرے اور خریدار کو مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ پہلے قیمت ادا کرے پھر مال وصول کرے، یہی وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر جہاد کی صورت میں واجب کر دیا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کی راہ میں جنگ کریں اور یہ بھی واجب کر دیا کہ وہ اپنی فروخت شدہ جانوں کو اللہ کے حضور پیش کر دیں اور پھر ان کے عوض جنت حاصل کریں۔

« حضرت علی کے بیٹے محمد بن حنفیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفسوں کی قیمت جنت مقرر کی ہے، لہذا تم اس قیمت کے علاوہ کسی اور قیمت پر انہیں فروخت نہ کرو! [اس حدیث کی مزید تشریح آگے حدیث ۲۵ اور ۲۶ میں آ رہی ہے۔ ان احادیث میں دلائل ایمان کے دیگر پہلوؤں کی وضاحت کی گئی ہے ملاحظہ کیجیے] »

### فقہ الحدیث

- ۱- جسمانی و روحانی یعنی ظاہری و باطنی طہارت اختیار کرنا مومن پر واجب ہے۔
- ۲- انسان کے اعمال قیامت کے روز تولے جائیں گے۔
- ۳- الحمد للہ کا کلمہ ترازو کو بھر دے گا یعنی اس کا اس قدر اجر ہوگا۔
- ۴- سبحان اللہ اور الحمد للہ کے دو کلمے زمین و آسمان کو بھر دیں گے یعنی ان کا اجر اس قدر ہے۔
- ۵- کلمات ذکر کی اس اہمیت کا مقصد چھوٹے چھوٹے اعمال صالحہ کرنے کی ترغیب ہے۔

- ۶- نماز کے اثرات انسان کی دنیوی اور اخروی زندگی کے دیگر تمام معاملات میں ظاہر ہوتے ہیں۔
- ۷- نماز نور ہونے کی حیثیت سے انسان کے لیے رہنمائی کا باعث ہے۔ یہ بات قرآن نے بھی بیان کی ہے کہ نماز انسان کو برائی سے روکتی ہے ان معنوں میں یہ ذریعہ ہدایت ہوگی۔ یعنی: إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ”نماز برائی اور بے حیائی سے منع کرتی ہے۔“
- ۸- صدقہ انسان کے ایمان کی روشن دلیل ہے۔ اسی لیے اس کو بلاؤں اور مصیبتوں کوٹالنے کا ذریعہ کہا گیا ہے۔
- ۹- صبر ایسی روشنی ہے جس میں انسان کے لیے کسی چیز کے حق و ناحق ہونے کی پرکھ مشکل نہیں رہتی اور یہ روشنی بالآخر انسان کو آسانوں اور سہولتوں سے ہمکنار کر دیتی ہے۔
- ۱۰- قرآن حجت ہے، انسان کے حق میں یا اس کے خلاف، یہ انسان کے اپنے اختیار میں ہے کہ وہ اپنے اعمال کے ذریعے اسے اپنے حق میں کھڑا ہونے کے لیے تیار کرتا ہے یا اپنے خلاف اٹھانے کے لیے دلائل فراہم کرتا ہے۔
- ۱۱- ہر صبح انسان اپنے آپ کو داؤد پر لگاتا ہے۔ اپنے اعمالِ صالحہ کے ذریعے یا تو جہنم سے آزاد کرا لیتا ہے یا اعمالِ سیئہ کے ذریعے اسے جہنم رسید کر دیتا ہے۔
- ۱۲- انسان کا یہ بیوپار وقت کی قدر و قیمت کا احساس دلاتا ہے اور اسے بہترین انداز میں صرف کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔
- ۱۳- یہ سب کیفیات اور نیکیِ بدی کے اعمال ایک مسلمان کے ایمان سے متعلق ہیں گویا یہ ایمان کے دلائل کی مختلف صورتیں ہیں۔



عَنْ أَبِي ذَرِّ الْعَفَارِيِّ رضي الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، لِيُمَا يُرْوَاهُ عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنَّهُ قَالَ:

”يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُونِي أَطْعِمْكُمْ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُونِي اكْسُكُمْ، يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ، يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضُرِّي فَتَضُرُّونِي وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوْلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَانْسَكُمْ وَجِنِّكُمْ كَانُوا عَلَى اتَّقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوْلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَانْسَكُمْ وَجِنِّكُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوْلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَانْسَكُمْ وَجِنِّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ وَاحِدٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنِّي شَيْئًا إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ، يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أَحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أَوْفِيكُمْ آيَاهَا، فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيُحْمَدِ اللَّهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ“

## توحید اور اس کے تقاضے

### اللہ کے خزانے اور ان کی وسعت

”ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ روایت بیان کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے ہارے میں بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر بھی حرام کر رکھا ہے

اور تم لوگوں کے درمیان بھی اسے حرام کر دیا ہے  
لہذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

اے میرے بندو! تم سب بے راہ ہو،  
سوائے اس کے جس کو میں ہدایت دوں، لہذا  
تم مجھی سے ہدایت طلب کرو! میں تمہیں  
ہدایت سے نوازوں گا۔

عَنْ أَبِي ذَرِّ الْعَفَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ  
يُبَايِعُ يَزِيدَ عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنَّهُ قَالَ:

”يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَمْتُ الظُّلْمَ  
عَلَى نَفْسِي

وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا  
فَلَا تَظَالَمُوا،

يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ  
هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ،

اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے  
اس کے جسے میں کھلاؤں، لہذا تم کھانا مجھی  
سے مانگو، میں تمہیں کھانے کو دوں گا۔

يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ  
أَطَعْتُهُ فَاسْتَطَعْتُ رُبِّي أُطْعِمُكُمْ،

اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے  
اس کے جسے میں پہناؤں، لہذا مجھی سے  
لباس مانگو میں تمہیں لباس دوں گا۔

يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ  
كَسَوْتُهُ فَاسْتَكَسُونِي أُكْسِكُمْ،

اے میرے بندو! تم دن رات خطائیں  
کرتے رہتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخش  
سکتا ہوں، لہذا مجھی سے مغفرت طلب کرو،  
میں تمہیں بخش دوں گا۔

يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ  
وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَعْفِرُ الذُّنُوبَ  
جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِي أَعْفِرْ لَكُمْ،

اے میرے بندو! تم مجھے کوئی نقصان  
پہنچانے کی ہرگز طاقت نہیں رکھتے ذرا  
نقصان پہنچانے کی کوشش کر دیکھو اور نہ کوئی  
نفع پہنچانے کی طاقت رکھتے ہو بے شک  
کوئی نفع پہنچا کر دیکھ لو۔

يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرْبِي  
فَتَضُرُّونِي وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي  
فَتَنْفَعُونِي،

اے میرے بندو! اگر تمہارا اول و آخر اور  
انسان و جن تمام کے تمام تم میں سے سب  
سے متقی شخص کے دل کی طرح ہو جائیں تو یہ  
چیز میری بادشاہت میں ذرہ بھرا اضافہ نہیں  
کر سکتی۔

يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوْلَكُمْ وَآخِرَكُمْ  
وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَيَّ  
أَتَقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا  
زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا،

اے میرے بندو! اگر تمہارا اول و آخر اور تمام جن و انس تم میں سے فاجر ترین شخص کے دل کی مانند ہو جائیں تو یہ چیز میری بادشاہت میں ذرہ بھر کی نہیں کر سکتی۔

اے میرے بندو! اگر تمہارا اول و آخر شخص اور تمام جن و انس ایک جگہ کھڑے ہو کر (بیک وقت) مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کو اس کی طلب کے مطابق دے دوں تو یہ چیز میرے خزانے میں صرف اتنی سی کمی کر سکتی ہے جتنی سوئی کرتی ہے جب اسے سمندر میں ڈبو کر باہر نکالا جائے۔

اے میرے بندو! یہ تو تمہارے اعمال ہیں جن کو میں شمار کرتا ہوں اور پھر انہی اعمال کا تمہیں بدلہ دیتا ہوں لہذا تم میں سے جو شخص (اپنے عمل میں) کوئی خیر پائے تو وہ اللہ کا شکر بجالائے اور جو خیر کے علاوہ کوئی چیز پائے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔“

[اے سلم نے روایت کیا ہے]

يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوْلَكُمْ وَآخِرَكُمْ  
وَإِنْسَكُمْ وَجِنُّكُمْ كَانُوا عَلَيَّ  
أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا  
نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا،

يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوْلَكُمْ وَآخِرَكُمْ  
وَإِنْسَكُمْ وَجِنُّكُمْ قَامُوا فِي  
صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ  
كُلَّ وَاحِدٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ  
ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ  
الْمَخِيطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ،

يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ  
أُحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ آيَاتَهَا،  
فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيُحْمَدِ اللَّهَ  
وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا  
يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ“

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

## تفہیم الفاظ

- يَا عِبَادِي : اے میرے بندو! عِبَادٌ کی جمع عِبَادَةٌ ہے۔ ی کا معنی میرے/میری۔
- جَعَلْتُهُ : میں نے کر دیا ہے اسے۔ اُسے سے مراد الظلم ہے۔
- مُحَرَّمًا : حرام۔
- فَلَا تَظَالَمُوا : نہ ظلم کرو تم ایک دوسرے پر۔ ظَلَمَ يَظْلِمُ ظُلْمًا کا معنی کسی پر ظلم کرنا ہے۔ اور باب تفاعل میں تَظَالَمَ يَتَظَالَمُ تَظَالِمًا اس کے معنی میں مشارکت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یعنی ایک آدمی دوسرے پر ظلم کرے تو دوسرا بھی اس پر ظلم کرے۔
- صَالٌ : بے راہ۔ جسے راستہ معلوم نہ ہو۔ راہِ راست سے ناواقف، یہ ضَلَاكَةٌ سے اسم فاعل ہے۔
- هَدِيَّتُهُ : میں نے ہدایت دی جسے/میں ہدایت دے دوں جسے۔
- فَاسْتَهْدُونِي : پس تم ہدایت طلب کرو مجھ سے، یہ باب استفعال ہے۔ یعنی اِسْتَهْدَاءُ اس کے معنی میں طلب کا مفہوم پایا جاتا ہے۔
- أَهْدِكُمْ : تب میں ہدایت دوں گا تمہیں۔ جواب شرط ہے۔ فعل مجزوم مضارع۔
- جَائِعٌ : بھوکا۔ جَوْعٌ: بھوک۔
- أَطْعَمْتُهُ : میں کھلا دوں جس کو/میں کھلاؤں جس کو۔
- فَاسْتَطْعِمُونِي : پس تم کھانا مانگو مجھ سے، یہ لفظ بھی باب استفعال سے ہے۔ یعنی اِسْتِطْعَامٌ اس میں بھی طلب کا مفہوم ہے۔
- أَطْعِمْنَكُمْ : میں کھلاؤں گا تمہیں/میں تمہارے رزق کا بندوبست کروں گا۔ جواب شرط ہے فعل مجزوم مضارع۔
- عَابِرٌ : عریاں/ننگا/بے لباس/جس کے تن پر کپڑا نہ ہو۔
- كَسُوْنُهُ : میں نے لباس دیا جس کو/میں نے کپڑا پہنایا جس کو۔
- فَاسْتَكْسُونِي : پس لباس مانگو مجھ سے، اس لفظ کا معاملہ بھی اوپر مذکور فَاسْتَهْدُونِي اور فَاسْتَطْعِمُونِي جیسا ہے یعنی اس کے اندر بھی طلب کا مفہوم پایا جاتا ہے۔
- أَكْسِبْكُمْ : تب میں پہناؤں گا تم کو۔ جواب شرط ہے، فعل مضارع مجزوم۔

تَمَّ خَطَايَاكُمْ كَرْتُمْ هُوَ / تَمَّ لَغْزَشِيكُمْ كَرْتُمْ هُوَ / تَمَّ غَلَطِيَاكُمْ كَرْتُمْ هُوَ	: تَخْطِئُونَ
رات	: اللَّيْلُ
دن	: النَّهَارَ
میں بخش دیتا ہوں / میں معاف کر دیتا ہوں۔	: أَغْفِرُ
گناہ۔ ذَنْبُ کی جمع ہے۔	: الذُّنُوبَ
سب کے سب / تمام / سارے	: جَمِيعًا
پس تم مغفرت طلب کرو مجھ سے / پس تم بخشش مانگو مجھ سے / پس تم معافی مانگو مجھ سے۔ یہ لفظ بھی باب استفعال سے ہے۔	: فَاسْتَغْفِرُونِي
تب میں بخش دوں گا تمہیں / میں بخش دوں گا تمہارے [گناہ] جو اب شرط۔ فعل مضارع مجرد۔	: أَغْفِرْ لَكُمْ
ہرگز نہیں تم پہنچ سکتے / ہرگز نہیں تم طاقت رکھتے۔	: لَنْ تَبْلُغُوا
میرے نقصان تک	: ضَرْبِي
پس تم نقصان پہنچالو مجھے / پس تم مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کر دو۔	: فَتَضُرُونِي
میرا فائدہ۔	: نَفْعِي
پس تم نفع پہنچالو مجھے / پس تم مجھے نفع پہنچانے کی کوشش کر دو۔	: فَتَنْفَعُونِي
تمہارا سب سے پہلا / تم میں سے سب سے پہلا۔	: أَوْلَكُمْ
تمہارا سب سے آخری / تم میں سے سب سے آخری	: آخِرَكُمْ
تمہارا انسان / مراد تمام انسان ہیں۔	: إِنْسَانِكُمْ
تمہارا جن۔ مراد تمام جن ہیں	: جِنِّكُمْ
ہو جائیں	: كَانُوا
سب سے زیادہ متقی۔ اسم تفضیل	: أَتْقَى
نہیں اضافہ کیا اس نے۔ یہ ماضی ہے لیکن جملے کے سیاق کو دیکھتے ہوئے ترجمہ مستقبل میں کریں گے "نہیں اضافہ کرے گا۔"	: مَا زَادَ

- مَلِكِي : میری بادشاہت
- أَفْعَبِرِ : فاجر ترین / سب سے بڑا فاجر۔ فاجر سے اسم تفضیل، افضل کے وزن پر۔
- مَا نَقَصَ : نہیں کمی کی / نہیں نقصان کیا
- فَامُوا : کھڑے ہو جائیں
- صَعِيدِ : مٹی / زمین کا اوپری حصہ
- فَسْأَلُونِي : پھر سوال کریں مجھ سے
- فَأَعْطَيْتُ : تو میں عطا کروں
- كُلِّ وَاحِدٍ : ہر ایک کو
- مَسْأَلَتُهُ : اس کا سوال / اس کی طلب / اس کی ضرورت اور حاجت
- عِنْدِي : میرے پاس
- كَمَا : جیسے / جیسا
- يَنْقُصُ : وہ کمی کرتا ہے
- الْمُخَوِّطُ : سوئی، جس سے سینے پر ونے کا کام لیا جاتا ہے۔ مفعول کے وزن پر محیط سے اسم آلہ ہے
- أَدْخِلَ الْبَحْرَ : اَدْخِلْ : وہ داخل کی جائے، الْبَحْرَ : سمندر میں
- أُحْصِيهَا : میں شمار کروں گا / نہیں / میں ان کا حساب کروں گا۔
- أَوْفِيكُمْ : میں بدلہ دیتا ہوں تمہیں / میں لوٹاتا ہوں تمہیں
- إِنَّمَا : یہی / انہی
- وَجَدَ : جس نے پایا / جس نے دیکھا
- خَيْرًا : خیر۔
- فَلْيَحْمِدِ اللَّهَ : لہذا وہ اللہ کی تعریف کرے / لہذا وہ اللہ کا شکر ادا کرے
- غَيْرَ ذَلِكَ : اس کے علاوہ / یعنی خیر کے علاوہ۔
- فَلَا يَلُومَنَّ : وہ ملامت نہ کرے / وہ بُرّانہ کہے۔
- إِلَّا نَفْسَهُ : مگر اپنے نفس کو / مگر اپنے آپ کو۔

## شرح الحدیث

« یہ حدیث قدسی ہے، (حدیث قدسی اُس حدیث کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے صیغہ مشکلم میں کوئی چیز بیان کرتے ہیں) اس حدیث کا مضمون توحید اور اس کے تقاضوں پر مشتمل ہے۔ ابتدا اور اختتام پر مضمون سے ذرا غیر متعلق دو باتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور باقی مضمون اللہ تعالیٰ کے اختیار اور خزانوں کی وسعت اور انسان کے عجز و در ماندگی کے ذکر پر مشتمل ہے، پہلے اللہ تعالیٰ نے اختیار اور ہر قسم کے خزانوں کا سرچشمہ اپنی ذات کو قرار دیتے ہوئے انسان کو یہ حکم دیا ہے کہ ہر چیز مجھ سے مانگے اور پھر انسان کو اس کی حیثیت بتائی ہے کہ میرے سامنے تیری کوئی ایسی حیثیت سرے سے ہے ہی نہیں جو مجھے کوئی نقص و نقصان پہنچا سکتی ہو۔ یہ سب کچھ اگر ہو رہا ہے تو انسان کی اپنی ذات کے بھلے اور فلاح کے لیے ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس چیز کی ذرہ برابر ضرورت نہیں لہذا یہ ایک سبق ہے جس کو انسان اذیر کر لے تو اس کا فائدہ ہے۔ نہ کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا البتہ خود ہی نقصان میں رہے گا۔ »

## ظلم میرے لیے بھی حرام ہے اور تمہارے لیے بھی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر رکھا ہے، یعنی میں اس بات سے پاک ہوں کہ کسی پر ظلم کروں۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ظلم سے بھی کام لیتا ہے۔ ظلم تو کسی کا اختیار کی حدود اور تصرف کو تجاوز کرنے کا نام ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ کام کرے۔ « قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس بات کی تصریح موجود ہے کہ نہ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے، اور نہ اس کی صفت کہ وہ بندوں پر ظلم کرے۔ چند مقامات دیکھیے:

وَمَا أَنَا بِظَالِمٍ لِلْعَبِيدِ [س: ۲۹]

”اور میں اپنے بندوں پر بالکل ظلم توڑنے والا نہیں ہوں۔“

وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظَلْمًا لِّلْعَالَمِينَ [ال عمران: ۱۰۸]

”اللہ دنیا والوں پر ظلم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔“

وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظَلْمًا لِّلْعِبَادِ [المومن: ۳۱]

”اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔“

وَمَا رَبُّكَ بِظَالِمٍ لِّلْعَبِيدِ [فصلت: ۳۶]

”اور تیرا رب اپنے بندوں کے حق میں ہرگز ظالم نہیں ہے۔“

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا [يونس: ۴۳]

”حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا۔“

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخْفَىٰ ظُلْمًا وَلَا يَهْتَمُّ [طہ: ۱۱۲]

”جو شخص نیک اعمال کرے جب کہ وہ صاحب ایمان بھی ہو تو اُسے کسی ظلم اور حق تلفی کا خطرہ نہیں۔“

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں وضاحت فرمائی ہے کہ میں ظلم نہیں کرتا، لہذا انسانوں کو بھی یہ حکم دیا کہ تم

بھی آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔

« حضرت ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ فَلْيَتَحَلَّلْ مِنْهَا فَإِنَّهُ لَيْسَ لَهُ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ مِنْ قَبْلِ أَنْ

يَأْخُذَ لِأَخِيهِ مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِهِ فطُرِحَتْ عَلَيْهِ ①

”جس کسی نے اپنے بھائی پر کوئی ظلم کیا ہو، وہ اس دن سے پہلے پہلے اس ظلم سے خلاصی کرا لے، جس دن

وہاں درہم ہوگا نہ دینار اور پھر اسے اپنے مظلوم بھائی کو اپنی نیکیاں دینا پڑیں گی۔ اگر اس کے پاس نیکیاں نہ

ہوں گی تو مظلوم بھائی کے گناہ اس کے ذمے کر دیے جائیں گے۔“

ظلم قیامت کے روز ظالم کے لیے نامرادی کا باعث بن جائے گا۔ قرآن مجید کا بیان ہے:

وَلَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا [طہ: ۱۱۱]

”نامراد ہوگا وہ جس اس روز کسی ظلم کا بار گناہ اٹھائے ہوئے ہو۔“

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَيُسَلِّي لِلظَّالِمِ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يَفْلِتْهُ، ثُمَّ قَرَأَ: وَكَذٰلِكَ أَخَذَ رَبُّكَ إِذَا أَخَذَ

الْقُرْمِيَّ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخَذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ (هود: ۱۰۲) ②

(۱) صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص يوم القيامة ۶۵۳۳

(۲) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله (و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى)..... صحیح مسلم ۲۵۸۲

”یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیے رکھتا ہے یہاں تک کہ جب اس کو پکڑتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرْآنَ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ (صود: ۱۰۲) اور تیرا رب جب کسی ظالم بستی کو پکڑتا ہے تو پھر اس کی پکڑ ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔ فی الواقع اس کی پکڑ بڑی سخت اور دردناک ہوتی ہے۔“

### ہدایت مجھ سے مانگو

حدیث کے الفاظ ہیں: ”تم سب بے راہ ہو، سوائے اس کے جسے میں ہدایت دے دوں، لہذا مجھ سے ہی ہدایت مانگو۔“ یہ بات قرآن حکیم میں بڑی وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ انسان تو راہ راست سے نا آشنا تھا اس کو سیدھی راہ ہم نے دکھائی ہے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا:

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ [الضحیٰ: ۷]

”اور اس نے تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ پہلے وہ ظلم نہیں رکھتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے کتاب و حکمت کی صورت میں نبوت و رسالت کے بعد آپ ﷺ کو سکھایا۔ اس کے بارے میں بھی فرمایا:

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحَنَا ۗ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْتَدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا [الشوریٰ: ۵۲]

”اور اس طرح (اے نبی) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمہاری طرف وحی کی ہے، تمہیں کچھ پتا نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے، مگر اس روح (قرآن) کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں۔“

انسانوں کو ہدایت سے سرفراز کرنے کا اللہ تعالیٰ کا اختیار قرآن مجید میں یوں بیان ہوا ہے:

مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضِلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا [الکہف: ۷]

”جس کو اللہ ہدایت دے، وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے اللہ بھٹکا دے، اس کے لیے تم کوئی سرپرست و رہنما نہیں پاسکتے۔“

دلوں کو پھیرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جس کو چاہے ہدایت کی طرف پھیر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم اسی لیے تو اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے:

يَا مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ بَيِّتْ قُلُوبَنَا عَلَي طَاعَتِكَ (۳)

”اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت پر تھامے رکھ۔“

کسی کو ہدایت دینے اور نہ دینے کا یہ اختیار مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ حتیٰ کہ کسی نبی کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ جس شخص کو چاہے ہدایت سے نواز دے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس نکتے کو بھی کھول کر بیان کر دیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ [القصص: ۵۶]

”اے نبی! تم جسے چاہو اسے ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے اور وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے، جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔“

### رزق کا مطالبہ بھی مجھ سے کرو

رزق کے خزانے اور ان کی تقسیم کا اختیار بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ روئے زمین کے ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

وَمَا مِنْ ذَاتِ لَبٍ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا [هود: ۶]

”زمین میں چلنے والے کوئی جاندار ایسا نہیں ہے، جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔“

چونکہ انسان نے رزق کے حصول کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر ادھر ادھر دیکھنے کی کوشش کی لیکن ناکامی کے سوا کچھ نہ ملا کیونکہ رزق کے خزانوں کا مالک وہ ہے لہذا اس کی تقسیم کا اختیار بھی اسی کے پاس ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس اختیار کو بیان کرنے کے بعد بڑے زور دار انداز میں مشرکین سے یہ سوال کیا کہ کیا تمہارے شرکاء میں سے کسی کے بس میں ہے کہ وہ رزق کے ان خزانوں کا مالک ہو اور ان کی تقسیم کرے۔ فرمایا:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمَيِّتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۚ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ [الروم: ۴۰]

”اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا، پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے، پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا ہے، جو ان میں سے کوئی کام بھی کرتا ہو؟ پاک ہے وہ [اللہ] اور بہت بالا و برتر ہے، اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔“

جب ہر شے کا خزانہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو پھر عقل کا تقاضا یہی ہے کہ اسی سے مانگنا چاہیے۔ اسرائیلی روایات میں ایک روایت ہے کہ: حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے میرے رب! مجھے ایک دنیاوی ضرورت پیش ہے لیکن مجھے شرم آتی ہے کہ میں تجھ سے دنیا کا مطالبہ کروں۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: مجھ ہی سے مانگو حتیٰ کہ آٹے کے لیے نمک اور گدھے کے لیے چارہ بھی مجھی سے مانگو، کیونکہ بندے کو جس چیز کی بھی ضرورت ہوتی ہے جب وہ اللہ تعالیٰ سے وہ چیز مانگتا ہے تو اپنی ضرورت اللہ کے سامنے رکھ دیتا ہے اور اس کے سامنے اپنی فقیری کا اعتراف بھی کرتا ہے تو اس چیز کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے: **لَيْسَ أَلْأَحَدُ كُمْ رَبُّهُ حَاجَتُهُ كُلُّهَا حَتَّىٰ يَسْئَعَ نَعْلُهُ إِذَا انْقَطَعَ** (۴)  
”تم میں سے ہر کوئی اپنی ہر ضرورت کا سوال اپنے رب سے کرے، حتیٰ کہ جب اس کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کا سوال بھی اُسی سے کرے۔“

حدیث میں طعام اور کساء [خوراک و پوشاک] کا ذکر ہوا ہے۔ ہم نے ان دونوں چیزوں کو ایک جامع لفظ رزق کے تحت اوپر درج کر دیا ہے۔ لہذا اب پوشاک کی علیحدہ سے تشریح کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ دونوں چیزیں رزق میں شامل ہیں۔»

## گناہوں کی معافی مجھی سے مانگو

فرمایا گیا ہے: ”تم دن رات خطائیں کرتے رہتے ہو۔“ لفظ خطا کا اطلاق عمد اور سہواً دونوں طرح کے گناہوں پر ہوتا ہے، یعنی تم عمداً بھی گناہ کرتے رہتے ہو اور بھولے سے بھی تم سے خطائیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ تم مجھ سے ان گناہوں کی معافی مانگتے رہو۔

«خطا سرزد ہو جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا انسان کا شیوہ ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے بھی اپنی لغزشوں، خطاؤں پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی ہے۔

(۴) ترمذی، کتاب الدعوات، باب لیسأل أحدکم ربہ حاجتہ کلہا..... ۳۶۰۴

قرآن مجید کی آیات کا مطالعہ کیجیے:

حضرت آدم جنت کے شجر ممنوعہ کا پھل کھالینے کے بعد اپنی غلطی کا اعتراف کرتے اور اللہ تعالیٰ سے معافی کے یوں خواستگار ہوتے ہیں:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ [الاعراف: ۲۳]

”اے رب! ہم نے اپنے اوپر ستم کیا، اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے۔“

حضرت نوحؑ بیٹے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ذرا الحاح سے بات کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس طرز عمل کو ناپسند فرمایا اس پر حضرت نوحؑ فوراً اللہ کی بارگاہ میں گر گئے اور دست بدعا ہوئے:

رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ ۚ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ [هود: ۴۷]

”اے میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ چیز تجھ سے مانگوں جس کا مجھے علم نہیں۔ اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور میرے اوپر رحم نہ فرمایا تو میں برباد ہو جاؤں گا۔“

حضرت یونسؑ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شہر چھوڑ گئے اور اللہ کی ناراضی سے مچھلی کے پیٹ میں پہنچ گئے مگر وہاں اپنی تقصیر کا احساس ہوا اور یہ دعا دروزبان رہی:

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ [الانبیاء: ۸۷]

”نہیں ہے کوئی الہ مگر تو، پاک ہے تیری ذات، بے شک میں نے قصور کیا۔“

جب اللہ کے پیغمبر اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے مغفرت کی دعائیں کر رہے ہیں تو عام آدمی اپنے گناہوں پر طلب مغفرت سے بے نیاز کس طرح ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے سب سے برگزیدہ رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک مجلس میں سو سو بار اللہ سے استغفار کیا کرتے تھے۔

خطاؤں پر معافی و مغفرت طلب کرنے والے لوگ تو اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں۔ حضرت انسؓ سے مروی ترمذی و ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَيْرُ الْخَطَّاءِ يَنْ التَّوَّابُونَ (۵)

”تمام بنی آدم خطا کار ہیں، مگر بہترین خطا کار وہی ہو سکتے ہیں، جو توبہ کر لیتے ہیں۔“  
آیت قرآنی ہے:

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرِ اللَّهُ لَنْ يَسُدَّ عَلَيْهِ سُلُوكَهُمْ فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّ هُمْ يَرْجِعُونَ [آل عمران: ۱۳۵]

”[اور یہ متقی] لوگ وہ ہیں، جو کبھی کوئی فحش کام کر بیٹھیں یا کسی گناہ کار کتاب کر کے اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو فوراً اللہ انہیں یاد آجاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں..... اور اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہے؟“

### اللہ کی صفت بے نیازی

حدیث کے اگلے حصے ”اگر تمہارا اول و آخر اور انس و جن.....“ میں ایسے عقلی و نقلی دلائل موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں ہر چیز سے بے نیاز ہے اور مخلوق کی کسی چیز سے اس کو ذرہ بھر کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں چند باتیں واضح کی ہیں:

● زمین و آسمان اور ان کے درمیان جو کچھ ہے، سب کا سب اسی کی ملکیت ہے، لیکن وہ اس سب کچھ سے بے نیاز ہے، اسے اس کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا کہنا ہے کہ یَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ”وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے“ اور وہ اس پر بھی قادر ہے کہ وہ اس پیدا کردہ وجود کو ختم کر دے اور کسی اور کو اس کی جگہ پیدا فرمادے اور جو ذات اس بات پر قادر ہو کہ وہ جو چاہے تخلیق کرے تو اس سے یہ بات از خود ثابت ہوگئی کہ وہ ذات ہر قسم کی موجودات سے مستغنی ہے۔

● اللہ تعالیٰ کسی سماجی شریک سے بھی بے نیاز ہے، اس کا کہنا ہے:

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ ”بادشاہت میں اس کا کوئی حصہ دار نہیں ہے“

● اللہ تعالیٰ کو کسی معین و مددگار کی بھی کوئی ضرورت نہیں، وہ کہتا ہے: وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذَّلِيلِ. اس کی صفت عزت (غلبہ و اقتدار) ہمہ وقت ثابت و مسلم ہے اور اس کے بارے میں صفا ذلت (کمزوری یا ناتوانی) کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور جس ذات کی یہ صفات ہوں، اسے اپنے مطیع کی اطاعت و فرمانبرداری کی کیا ضرورت پڑی ہے۔ اگر ساری مخلوق ایک متقی و پارسا شخص کی مانند تقویٰ و پرہیزگاری کے بلند ترین مرتبے پر کیوں نہ پہنچ

جائے اور اس کے اوامر و نواہی کی ہر وقت، بلا حیل و حجت پابندی کرے، ذرہ برابر اس کی مخالفت نہ کرے، تو اس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ ہو سکتا ہے، اور نہ رتی بھر اس کی بادشاہت و سلطنت میں کوئی اضافہ ہو سکتا ہے۔ مخلوق تو اطاعت و فرمانبرداری کی روش اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی اختیار کرتی ہے اور مخلوق کی یہ فرمانبرداری تو اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے۔ لیکن اگر یہی ساری مخلوق سب سے بڑے فاجر یعنی ابلیس کی طرح معصیت کی راہ پر چل پڑے، اس کے احکامات سے روگردانی کر لے، اس کے نواہی پر کان نہ دھرے تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتی ہے اور نہ اس کی سلطنت و بادشاہت میں ذرہ برابر کمی کر سکتی ہے۔ وہ ذات الہ اگر چاہے تو ان سب کو ہلاک کر کے ان کی جگہ دوسری مخلوق پیدا کر لے۔ لہذا یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اطاعت و فرمانبرداری کی روش اسے کوئی نفع پہنچا سکتی ہے یا معصیت و انکار کا رویہ اسے کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔

### اللہ کے خزانوں کی وسعت

اوپر مذکورہ وضاحت کے تسلسل میں ہی آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میری سلطنت اور خزانوں کا عالم تو یہ ہے کہ اگر ساری مخلوقات مل کر بیک وقت مجھ سے اپنی حاجات و ضروریات جس قدر چاہیں مانگ لیں اور میں ہر ایک کو اس کے مطالبے کے مطابق دے دوں تو میرے خزانے میں اتنی ہی کمی واقع ہو سکتی ہے جتنی سوئی کو سمندر میں ڈیونے پر سمندر کے پانی میں ہوتی ہے۔ اب دیکھئے کہ سوئی کو سمندر میں ڈیونے سے تو سمندر میں کوئی کمی نہیں آتی اگر پانی کی حقیر سی مقدار سوئی کے ساتھ لگ بھی جاتی ہے تو وہ اس قدر کم ہوتی ہے کہ آنکھیں اسے دیکھنے سے قاصر ہیں اور ترازو اس کا وزن کرنے سے عاجز ہے۔

حدیث کے آخر میں انسان کے لیے یہ ہدایت و رہنمائی موجود ہے کہ اگر اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق ملتی ہے تو اس پر اسے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہیے اور اگر وہ دیکھتا ہے کہ میں اطاعت و فرمانبرداری کے کام نہیں کر رہا بلکہ معصیت کی زندگی گزار رہا ہوں تو اس کی ذمہ داری کسی اور کے اوپر عائد نہ کرے، بلکہ اپنے ہی نفس کو اس کا ذمہ دار ٹھہرائے۔

### فقہ الحدیث

۱- اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کا نظم، عدل و انصاف پر قائم کر رکھا ہے۔ ظلم سے اس کو کوئی علاقہ نہیں۔

- ۲- اللہ تعالیٰ کے فیصلوں سے نہ تو دنیا میں کسی کی حق تلفی ہوتی ہے اور نہ قیامت کے روز ہوگی۔
- ۳- جب ظلم کو اللہ نے اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے تو وہ بھلا بندوں سے اس کا ارتکاب کیسے گوارا کر سکتا ہے؟
- ۴- اللہ تعالیٰ نے محض ظلم سے ہی منع نہیں فرمایا، بلکہ باہمی ظلم سے بھی منع فرمایا ہے۔
- ۵- اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قبل ہر انسان ناواقف راہ ہوتا ہے۔
- ۶- ہدایت کا مکمل اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے حتیٰ کہ کسی نبی کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں، نبیوں کے بعد دیگر انسانوں کے مراتب کی توحیثیت ہی دوسری ہے۔
- ۷- انسان کو ہدایت صرف اللہ تعالیٰ سے ہی طلب کرنی چاہیے۔
- ۸- ہر انسان بھوکا بھوکا ہے اور جو خود بھوکا بھوکا ہے وہ بھلا اوروں کو کیا دے سکتا ہے؟
- ۹- انسان کو دنیا بھی اللہ سے ہی مانگنی چاہیے۔
- ۱۰- انسان کو ظاہری و باطنی پردے کا سوال اللہ تعالیٰ سے ہی کرنا چاہیے۔
- ۱۱- خطاؤں سے کوئی انسان مبرا نہیں۔ لہذا ان پر اللہ سے معافی طلب کرنا ہر انسان کے اوپر لازم ہے۔
- ۱۲- قرآن کے مطابق انبیاء نے بھی اپنی لغزشوں پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی۔
- ۱۳- نفع یا نقصان کے پہلو سے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں مخلوق کی کوئی حیثیت نہیں۔
- ۱۴- اللہ تعالیٰ ہر قسم کی کمزوری سے پاک ہے۔ اسے کسی نفع نقصان کی کوئی پروا نہیں۔
- ۱۵- اللہ کے خزانے بہت وسیع ہیں، مخلوق کو عطا کرنے سے ان میں ذرا کمی نہیں ہوتی۔
- ۱۶- انسان کی اچھائی کا سبب اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے اور اس کی برائی کی وجہ اس کی اپنی ذات ہے۔
- ۱۷- اچھے کام پر اسے اللہ کا شکر کرنا چاہیے۔
- ۱۸- برے کام پر اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہیے۔
- ۱۹- دنیا میں انسان کا ایک ایک عمل شمار ہو رہا ہے، جس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔



عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَيْضًا:

”أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ:  
 يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالْأَجُورِ، يُصَلُّونَ كَمَا  
 نُصَلِّي وَيُصُومُونَ كَمَا نُصُومُ وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ  
 أَمْوَالِهِمْ، قَالَ: أَوْ لَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ مَا تَصَدَّقُونَ،  
 إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ  
 تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ  
 صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ، وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ  
 صَدَقَةٌ، قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّتِي أَحَدُنَا شَهْوَتُهُ وَيَكُونُ  
 لَهُ فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ  
 وَزْرٌ؟ فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ“

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

## صدقہ کا وسیع تصور

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَيْضًا:  
 ”أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ  
 اللَّهِ ﷺ قَالُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ:  
 يَا رَسُولَ اللَّهِ  
 ذَهَبَ أَهْلُ الدُّنُورِ بِالْأَجُورِ،  
 يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي  
 وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ  
 وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ،  
 قَالَ: أَوْ لَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ  
 مَا تَصَدَّقُونَ،

”ابو ذرؓ سے ہی روایت ہے کہ  
 اصحابِ رسولؐ میں سے کچھ لوگوں نے نبی  
 ﷺ سے عرض کیا:  
 یا رسول اللہ ﷺ!  
 اہل مال و دولت اجر لے اڑے۔  
 وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں  
 اور ہماری طرح ہی روزہ رکھتے ہیں  
 (لیکن) اپنے زائد مال و دولت صدقہ بھی  
 کرتے ہیں۔  
 آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا اللہ تعالیٰ نے  
 تمہارے لئے بھی ایسی چیز نہیں بنا دی، جس  
 کو تم صدقہ کر سکو؟“

بلاشبہ صدقہ تو ہر تسبیح (سبحان اللہ) بھی ہے  
 صدقہ تو ہر تکبیر (اللہ اکبر) سے بھی ہے۔  
 صدقہ تو ہر تحمید (الحمد للہ) سے بھی ہے،  
 صدقہ تو ہر تہلیل (لا الہ الا اللہ) سے بھی ہے۔  
 اور نیکی کا حکم دینا بھی ایک صدقہ ہے،  
 برائی سے روکنا بھی ایک صدقہ ہے

(حتیٰ کہ بیوی کے ساتھ) تمہاری شرمگاہ (کا استعمال) بھی صدقہ (باعثِ ثواب) ہے۔“  
 صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم میں سے کوئی اپنی شہوت پوری کرے تو اس پر بھی اس کو اجر ملے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر آدمی اس کو حرام جگہ استعمال کرے تو کیا اس کو گناہ نہیں ہوگا؟

اسی طرح اگر وہ اس کا حلال استعمال کرتا ہے تو اس پر اسے اجر ملے گا؟“

[اسے مسلم نے روایت کیا ہے]

إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ،  
 وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ،  
 وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ،  
 وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ،  
 وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ،  
 وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ،  
 وَفِي بُضْعٍ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ،

قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّبَىٰ أَحَدِنَا شَهْوَتُهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ؟

قَالَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ وِزْرٌ؟

فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ“

(روزاۃِ مُسْلِم)

تفہیم الفاظ

أَهْلُ الدُّنْيَا : اہل ثروت / دولت مند۔ الدُّنْيَا، دُنْيَا کی جمع ہے۔ بہت سامان۔

يُصَلُّونَ : وہ نماز پڑھتے ہیں

كَمَا : جیسے / جس طرح

نُصَلِّي : ہم نماز پڑھتے ہیں

يَصُومُونَ : وہ روزہ رکھتے ہیں

نُصُومُ : ہم روزہ رکھتے ہیں

يَتَصَدَّقُونَ : وہ صدقہ کرتے ہیں / وہ صدقہ دیتے ہیں

بِفَضُولٍ : فالتوا / زاید / ضرورت سے زائد

أَوْ لَيْسَ : کیا نہیں

قَدْ جَعَلَ : اس نے بنا دیا / اس نے کر دیا

مَا تَصَدَّقُونَ : جو تم لوگ صدقہ کرو

تَسْبِيحَةٍ : تسبیح / سبحان اللہ پڑھنا

تَكْبِيرَةٍ : تکبیر / اللہ اکبر پڑھنا

تَحْمِيدَةٍ : تحمید / الحمد للہ پڑھنا

تَهْلِيلَةٍ : تہلیل / لا الہ الا اللہ پڑھنا

أَمْرًا بِالْمَعْرُوفِ : نیکی کا حکم دینا

نَهْيًا عَنِ الْمُنْكَرِ : برائی سے روکنا

بُضْعٍ : شرم کا / فرج

شَهْوَتَهُ : اپنی فطری خواہش، جنسی خواہش، شہوانی خواہش۔

أَرَأَيْتُمْ : تمہارا کیا خیال ہے؟

لَوْ وَضَعَهَا : اگر وہ استعمال کرے اسے

أَكَانَ : کیا ہوگا

وژڈ : بوجھ/گناہ

## شرح الحدیث

« یہ حدیث اور اس سے اگلی حدیث میں صدقہ کا ایک وسیع مفہوم اور تصور پیش کیا گیا ہے۔ صدقہ کی عمومی اور اصولی تعریف اور مفہوم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کی خوشنودی و رضامندی کے حصول کی خاطر مال و دولت خرچ کرنا ہے۔ یعنی انفاق فی سبیل اللہ کا نام صدقہ ہے، لیکن اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس مخصوص مفہوم کے دائرے میں اس قدر وسعت فرمادی ہے کہ اجر کی نیت سے کیا گیا مسلمان و مومن کا ہر اچھا عمل صدقہ قرار پائے گا۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ<sup>(۱)</sup> ”ہر اچھا کام صدقہ ہے۔“

پیش نظر حدیث میں ان لوگوں کی محرومی کا ازالہ بھی موجود ہے، جو مالدار نہ ہونے کی وجہ سے انفاق کے ذریعے اجر و ثواب حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں انفاق اور صدقہ کا ایسا تصور دیا ہے کہ وہ اس طریقے سے ان لوگوں سے بھی اجر میں آگے نکل سکتے ہیں، جو مال و دولت خرچ کر کے اجر و ثواب کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

حدیث میں سب سے پہلے چند کلمات کے ادا کرنے کو صدقہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ تسبیح [سُبْحَانَ اللَّهِ]، تکبیر [اللَّهُ أَكْبَرُ]، تحمید [أَلْحَمْدُ لِلَّهِ] اور تہلیل [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ] کے کلمات ہیں۔ ان کلمات کے ذکر کی فضیلت و اہمیت اربعین کی حدیث ۲۳ میں آگئی ہے تفصیل وہاں دیکھیے!

کلمات ذکر کے ساتھ ہی زبان سے کیا جانے والا ایک اور عمل بھی ذکر کر دیا گیا کہ یہ بھی صدقہ ہے، یعنی کسی کو نیکی کرنے کی ترغیب دینا اور برائی سے روکنے کے لیے وعظ و نصیحت کرنا بھی صدقہ ہے۔

صدقہ کے اس مفہوم کی وسعت کی حد دیکھیے کہ انسان اپنی بیوی کے ساتھ اپنی شہوت کی تسکین کی خاطر ازدواجی تعلقات قائم کرتا ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اسے بھی صدقہ قرار دیا ہے۔ کیوں؟..... اس لیے کہ زنا کاری کو حرام قرار دیا گیا ہے اور نکاح کے ذریعے تعلق ازدواج کو حلال ٹھہرایا گیا ہے۔ ایک آدمی جب حرام سے

(۱) صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب بیان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف ۱۰۰۵

بچنے کی خاطر کسی عورت سے نکاح کے بعد اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے اور لازمی بات ہے کہ اسے اس پر اجر ملے گا۔

اب آئیے احادیث کی روشنی میں صدقہ کے مفہوم کی مزید وسعت کا مطالعہ کریں۔

زیر تشریح حدیث کے راوی حضرت ابو ذرؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ،

وَأَمْرُكَ بِالْمَعْرُوفِ وَ نَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ،

وَإِزْشَادُكَ الرَّجُلَ فِي أَرْضِ الضَّلَالِ لَكَ صَدَقَةٌ

وَإِمَاطَتُكَ الْحَجَرَ وَالشُّوكَ وَالْعِظْمَ عَنِ الطَّرِيقِ لَكَ صَدَقَةٌ

وَإِفْرَاطُكَ مِنْ دَلُوكَ فِي دَلْوِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ<sup>(۲)</sup>

”تیرا اپنے [مسلمان] بھائی کو مسکرا کر ملنا صدقہ ہے،

تیرا نیکی کی ترغیب دینا اور برائی سے روکنا صدقہ ہے،

تیرا کسی راستہ بھولے ہوئے شخص کو راستہ بتا دینا بھی صدقہ ہے،

تیرا راستے سے ہڈی، کانٹا اور پتھر ہٹا دینا صدقہ ہے،

تیرا اپنے ڈول سے اپنے [مسلمان] بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا بھی صدقہ ہے۔“

شجر کاری اور کاشت کاری بھی صدقے کے مفہوم کی اس وسعت میں شامل ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ

روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا إِلَّا كَانَ مَا أَكَلَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ،

وَمَا سُْرِقَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ،

وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ مِنْهُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ،

وَمَا أَكَلَتِ الطَّيْرُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ،

وَلَا يَرِزُّهُ أَحَدٌ إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ<sup>(۳)</sup>

(۲) ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی صنائع المعروف ۹۵۶

(۳) صحیح بخاری، کتاب المزارعة، باب فضل الزرع والغرس..... ۲۳۲۰،

صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب فضل الغرس والزرع ۱۵۵۲ واللفظ له

”مسلمان کوئی چیز بھی کاشت کرے تو اس سے جو کچھ کھایا جائے گا وہ اس کے لیے صدقہ ہے، جو کچھ اس سے چوری ہو جائے وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے، جو کچھ درندے اس سے کھا جائیں وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے، جو کچھ اس سے پرندے کھا جائیں وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے، حتیٰ کہ اگر کوئی اس کو اس سلسلے میں تکلیف پہنچاتا ہے تو وہ بھی اس مسلمان کے لیے صدقہ ہے۔“

ایک حدیث میں آتا ہے:

نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَىٰ أَهْلِهِ صَدَقَةٌ<sup>(۴)</sup> ”انسان کا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے۔“

مقدم بن محمد کرب نبی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا أَطْعَمْتَ نَفْسَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ،  
وَمَا أَطْعَمْتَ وَ لَدَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ،  
وَمَا أَطْعَمْتَ زَوْجَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ  
وَمَا أَطْعَمْتَ خَادِمَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ<sup>(۵)</sup>

”تو جو کچھ اپنے آپ کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے۔  
جو اپنی اولاد کو کھلائے وہ بھی تیرے لیے صدقہ ہے،  
جو اپنی بیوی کو کھلائے وہ بھی صدقہ ہے،  
اور جو اپنے خادم کو کھلائے وہ بھی صدقہ ہے۔“

### فقہ الحدیث

- ۱- صدقہ محض انفاق کا نام نہیں ہے، جو امیروں کے لیے مخصوص ہو۔ غریب لوگوں کے لیے بھی نیکیاں کمانے کے ہزاروں مواقع ہیں۔
- ۲- بھلائی کا ہر کام صدقہ ہے، اور ہر صدقہ جو نیک نیتی سے دیا جائے باعث اجر و ثواب ہوگا۔

(۴) ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی النفقة علی الأهل ۱۹۶۵

(۵) اجر ۱۳۱/۳

- ۳- اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تحمید، تہلیل اور تکبیر بھی صدقہ ہے۔
- ۴- بھلائی کی ترغیب اور برائی سے روکنا صدقہ ہے۔
- ۵- جنسی خواہش کو حلال طریقے سے پورا کرنا صدقہ ہے۔
- ۶- اپنے اوپر اور اہل و عیال کے اوپر خرچ کرنا صدقہ ہے۔
- ۷- مسلمان بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا صدقہ ہے۔
- ۸- کسی راہ بھولے شخص کو راہ بتانا صدقہ ہے۔
- ۹- راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔
- ۱۰- کسی کو کوئی معمولی چیز دے دینا صدقہ ہے۔
- ۱۱- زمین میں کاشت کی گئی فصل سے جو کچھ بھی مخلوق استعمال کرے وہ بھی کاشتکار کے لیے صدقہ ہے۔
- ۱۲- صدقے کا ایک نہیں کئی طریقے ہیں
- ۱۳- بھلائی کے کسی کام کو حقیر سمجھ کر نظر انداز نہ کیا جائے، بلکہ اجر کی نیت سے انجام دینے کی کوشش کی جائے۔





عَنْ أَبِي مُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: كُلُّ سَلَامِي مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ،  
 كُلُّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ، تَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَتُعِينُ  
 الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ فَتَحْمِلُهُ عَلَيْهَا أَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ  
 صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ خُطْوَةٍ تَمْشِيهَا  
 إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَتَمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ“  
 رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ

## انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہے [صدقہ کے مفہوم کی مزید وسعت]

”ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ

رسول اللہؐ نے فرمایا:

ہر روز جس میں سورج طلوع ہوتا ہے انسان کے ہر جوڑ (عضو) پر صدقہ واجب ہے۔

دو آدمیوں کے درمیان تمہارا عدل و انصاف بھی صدقہ ہے،

کسی کو سواری پر سوار ہونے میں تمہاری مدد اس کا سامان اٹھا کر سواری پر رکھ دینا بھی صدقہ ہے،

اور اچھی گفتگو بھی صدقہ ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

كُلُّ سَلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلُّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ،

تَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ

وَتُعِينُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ فَتَحْمِلُهُ عَلَيْهَا أَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ،

وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ،

وَبِكُلِّ خُطْوَةٍ تَمْشِيهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ،  
 اور ہر اُس قدم سے جو تم نماز کے لیے اٹھاتے ہو اجر پاؤ گے  
 وَتَمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ“  
 یہاں تک کہ تمہارا راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔

[اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے]

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ مُسْلِمٌ)

### تفہیم الفاظ

- سَلَامِي : بڑی کا جوڑ، اس کی جمع سلامیات ہے۔  
 تَطْلُعُ : طلوع ہوتا ہے [سورج عربی میں مَوْنُث ہے]  
 الشَّمْسُ : سورج  
 تَعْدِلُ : تو عدل کرے/ تو انصاف کرے، تمہارا عدل و انصاف  
 بَيْنَ : درمیان  
 الْبَيْنِ : دو [۲]  
 تُعِينُ : تو مدد کرے، تمہاری مدد  
 دَابِيهَ : اس کا چوپایہ/ اس کی سواری  
 فَتَحْمِلُهُ : تو اسے سوار کرادے  
 تَرْفَعُ : تو اٹھا کر رکھ دے  
 مَتَاعَهُ : اس کا سامان  
 خُطْوَةٍ : قدم/ وہ فاصلہ جو چلتے وقت انسان کے دونوں قدموں کے درمیان طے ہوتا ہے۔  
 تَمْشِيهَا : تو چلتا ہے انہیں، یعنی تو جو قدم اٹھاتا ہے۔  
 تُمِيطُ : تو ہٹا دیتا ہے/ تو پرے کر دیتا ہے/ تو دور کر دیتا ہے

الْأَدَى : تكليف ده چیز/ نقصان ده چیز  
الطَّرِيقِي : راسته/ سڑک

## شرح الحدیث

سُئِلَ مَنْسَى انسانی جسم کے چھوٹے چھوٹے اعضا (جوڑوں) کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ جوڑ تین سو ساٹھ ہیں اور ہر جوڑ کا روزانہ صدقہ ادا کرنا ضروری ہے۔ تسبیح و تہلیل اور تکبیر و تہمید اور نماز کے لئے اٹھائے گئے قدموں کی طرح کا ہر نیک عمل صدقہ ہے۔ جو شخص دن کے آغاز ہی میں یہ صدقہ ادا کر دے اس نے اپنے بدن کی زکوٰۃ ادا کر دی اور باقی دن اپنے آپ کو محفوظ و مامون کر لیا۔ حدیث میں آیا ہے: أَنْ رَكَعَتَيْنِ مِنَ الصُّلْحَى تَقْوَمُ مَقَامَ ذَلِكَ "چاشت کی دو رکعات اس (صدقہ) کے قائم مقام ہیں" حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَا ابْنَ آدَمَ صَلِّ لِي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِنْ أَوَّلِ الْيَوْمِ أَكْفِكَ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ وَأَكْفِكَ آخِرَهُ <sup>(۱)</sup> "اے ابن آدم! دن کے آغاز میں میرے لئے چار رکعات پڑھ لے میں دن کے آغاز اور اختتام دونوں میں تیرے لیے کافی ہو جاؤں گا۔"

﴿ ۱ ﴾ حدیث کا آغاز ان الفاظ سے ہے کہ انسان کو ہر روز اپنے اعضا کے جسم کا صدقہ ادا کرنا چاہیے۔ اس کے بعد صدقہ کی چند صورتیں بھی ذکر کی گئی ہیں۔ آئیے پہلے یہ معلوم کرتے ہیں کہ جسم پر عائد ہونے والا صدقہ کیا ہے؟ حضرت ابو ذر روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ مِنْ نَفْسِ ابْنِ آدَمَ إِلَّا عَلَيْهَا صَدَقَةٌ فِي كُلِّ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ. قَبْلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمِنْ أَيْنَ لَنَا صَدَقَةٌ نَصَّدِّقُ بِهَا؟ قَالَ: إِنَّ أَبْوَابَ الْخَيْرِ لَكَثِيرَةٌ، الْعَسْبِيخُ وَالْتَّخْمِينَةُ وَالْتَّكْمِيرُ وَالْتَّهْلِيلُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَتَمِيْمَةُ الْأَدَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَ تَسْمَعُ الْأَصْمُ وَ تَهْدِي الْأَعْمَى، وَ تُدِلُّ الْمُسْعِدِلَ عَلَى حَاجَتِهِ، وَ تَسْعَى بِشِدَّةٍ سَأَلْتِكَ مَعَ اللَّهْفَانِ الْمُسْتَعِيْبِ، وَ تَحْمِلُ بِشِدَّةٍ ذِرَاعَيْكَ مَعَ الضَّعِيفِ، فَهَذَا كُلُّهُ صَدَقَةٌ مِنْكَ عَلَى نَفْسِكَ <sup>(۲)</sup>

(۱) داری ۳۰۱/۱

(۲) ابن حبان ۳۳۳۶

”اولاد آدم میں سے ہر جان کے اوپر ہر روز صدقہ واجب ہو جاتا ہے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! اتنا مال ہمارے پاس کہاں سے آئے گا جس کا ہم صدقہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: خیر کے دروازے بہت زیادہ ہیں: تسبیح، تحمید، تکبیر، تہلیل، نیکی کی ترغیب اور برائی کی روک تھام اور یہ کہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دو، کسی بہرے کو بات سنا دو، اندھے کو راستہ بتا دو، اپنی پنڈلیوں کے زور پر چل کر مدد کے طلب گار کسی مجبور کی مدد کر دو، اپنی قوت بازو سے کسی ضعیف کا بوجھ اٹھا دو، یہ سب کام تمہاری اپنی طرف سے تمہارے نفس کے لیے صدقہ ہیں۔“

صحیح مسلم کی روایت ہے: حضرت ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ، قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: فَيَعْمَلُ بِيَدِهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَ يَتَصَدَّقُ، قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَوْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ، قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: فَلْيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ، قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: فَلْيَنْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهُ صَدَقَةٌ<sup>(۳)</sup>

”ہر مسلمان پر صدقہ ہے، صحابہ نے عرض کیا: اگر وہ (صدقے کے لیے کچھ) نہ پائے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے اور اپنے آپ کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے، صحابہ نے عرض کیا: اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھے یا کرنے سکے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کسی مجبور حاجت مند کی مدد کر دے، صحابہ نے عرض کیا: اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بھلائی کا حکم دے۔ صحابہ نے عرض کیا: اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر وہ برائی سے بچے یہ بھی صدقہ ہے!“

یہ صدقہ کی وہ صورتیں ہیں، جن کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے۔ صدقہ کی کچھ صورتیں وہ بھی ہیں، جن کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے۔ مثال کے طور پر ذکر [تسبیح، تہلیل، تکبیر، تحمید اور استغفار وغیرہ] رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام پڑھنا۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنا، نماز کے لیے مساجد کی طرف جانا، وہاں نماز کے انتظار میں بیٹھنا یا کسی وحفظ و تلقین اور درس و تدریس کو سننا، اسی طرح لباس، چال ڈھال میں تواضع اختیار کرنا، کوئی ہنر سیکھنے سکھانے میں وقت صرف کرنا، حلال روزی کمانا اور اس کی تلاش میں رہنا، اسی طرح گزشتہ اعمال پر نفس کا محاسبہ کرنا اور سابقہ گناہوں پر ندامت، توبہ اور غم و افسوس کرنا۔ اللہ کے معاملے میں اپنے نفس کو حقیر سمجھنا، برے کاموں پر نفس کی مخالفت کرنا اور اس کی ناراضی مول لینا، اللہ کے خوف و خشیت سے رونا، زمین و آسمان کے ملکوت (بادشاہی) میں

(۳) صحیح مسلم، کتاب الادب، باب کل معروف صدقہ..... ۲۰۲۲

تکثر کرنا، آخرت اور اس سے متعلق چیزوں جنت کے وعدے، جہنم کی وعید وغیرہ پر غور کرنا، اسی طرح کی دیگر چیزیں جن سے ایمان بڑھتا اور اس سے دل کے اعمال خشیت و محبت اور امید و توکل پرورش پاتے ہیں۔  
 کہا گیا ہے کہ تکثر بدنی اعمال کے نوافل سے افضل ہے۔ یہ بات ایک سے زائد تابعین حضرت سعید بن مسیب، حضرت حسن بصری اور حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے۔ حضرت کعب کا بیان ہے کہ اللہ کے خوف سے روؤں یہ عمل مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اپنے بدن کے وزن جتنا سونا اللہ کی راہ میں صدقہ کروں۔ (جامع العلوم والحکم لابن رجب) »

### فقہ الحدیث

- ۱- مال کی طرح بدن کی بھی زکوٰۃ ہے۔
- ۲- بدن کی زکوٰۃ نیکی اور بھلائی کے وہ کام ہیں، جو فرائض کے دائرے میں نہیں بلکہ نوافل کے دائرے میں آتے ہیں۔
- ۳- نوافل کے دروازے بے شمار ہیں۔
- ۴- حدیث کی روشنی میں دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا نیکی ہے۔
- ۵- کسی کو سواری پر سوار ہونے میں مدد دینا بھی نیکی ہے۔
- ۶- کسی کا سامان لادنے میں معاونت کرنا بھی نیکی ہے۔
- ۷- اچھی بات کرنا بھی نیکی ہے۔
- ۸- راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا بھی نیکی ہے۔
- ۹- نماز ادا کرنے کے لیے مسجد کی طرف اٹھنے والا ہر قدم نیکی ہے۔
- ۱۰- کسی (بات نسن سکنے والے) بہرے کو بات سمجھا دینا بھی نیکی ہے۔
- ۱۱- کسی معمولی رہنمائی چاہنے والے کی رہنمائی کر دینا بھی نیکی ہے۔
- ۱۲- کسی مجبور کو بے بس کی مدد کر دینا بھی نیکی ہے۔
- ۱۳- برائی سے بچنا بھی نیکی ہے۔
- ۱۴- غرض کُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ [ہر اچھا کام نیکی ہے]





عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:  
**”الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِيمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ  
 وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ“**

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبُدٍ رضي الله عنه قَالَ:  
**”أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ؟ قُلْتُ  
 نَعَمْ، قَالَ: اسْتَقَمْتَ قَلْبَكَ، الْبِرُّ مَا أَطْمَأَنَّثَ إِلَيْهِ النَّفْسُ  
 وَأَطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ، وَالْإِيمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ  
 فِي الصَّدْرِ، وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتَوَكَ“**  
 حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَيْنَاهُ فِي مُسْنَدِي الْإِمَامَيْنِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ  
 وَالدَّارِمِيِّ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ

## نیکی اور گناہ کی پہچان

”نواس بن سمان رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نیکی حسن خلق ہے

اور جو چیز آپ کے دل میں کھٹکے اور ناگوار گزرے کہ اس کے بارے میں لوگوں کو خبر ہو، وہ گناہ ہے“

(اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو

آپ نے فرمایا:

تو نیکی کے بارے میں پوچھنے آیا ہے؟

میں نے عرض کیا: ہاں!

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:

”الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ

وَالْإِيمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ

وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ“

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبِدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ:

”أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ:

جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ؟

قُلْتُ نَعَمْ،

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اپنے دل سے پوچھ!

[پھر فرمایا] نیکی وہ ہے جس پر تیرا نفس  
اور دل مطمئن ہو

اور گناہ وہ ہے، جو تیرے دل میں کھٹکے اور  
جس سے سینے میں تر ڈھ پیدا ہو جائے۔ خواہ  
لوگ اس کے جواز کا فتویٰ دیں اور تجھے بھی  
اس کے کرنے کا فتویٰ دیں“

(یہ حدیث حسن صحیح ہے ہم نے اسے امام احمد بن حنبل اور امام  
دارمی کی سند میں حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے)

قَالَ: اسْتَفْتِ قَلْبَكَ،

الْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّ إِلَيْهِ النَّفْسُ  
وَاطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ،

وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ  
وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ، وَإِنْ أَفْتَاكَ  
النَّاسُ وَأَفْتَوْكَ“

(حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَيْنَاهُ فِي مُسْنَدِي الْإِمَامَيْنِ أَحْمَدَ  
بْنِ حَنْبَلٍ وَالْدارِمِيِّ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ)

### تفہیم الفاظ

الْبِرُّ :	نیکی / اچھائی / اچھا کام
الْإِثْمُ :	گناہ / برا کام
حَاكَ :	وہ جو کھٹکے / وہ جو شک پیدا کرے
فِي النَّفْسِ :	تیرے دل میں
تَرَدَّدَ :	تو ناپسند کرے / تجھے ناپسند ہو
يَطَّلِعُ :	اسے خبر ہو / اسے اطلاع ہو۔ اس کا قائل آگے الناس ہے۔ لہذا اسے کو ترجمہ میں شامل نہیں کریں گے۔
أَتَيْتُ :	میں آیا۔
جِئْتُ :	تو آیا ہے۔
تَسَأَلُ :	تو سوال کرے گا۔

- إِسْتَفْتِ : تو پوچھ/تو فتویٰ مانگ  
 إِطْمَآنَةٌ : وہ مطمئن ہو جائے [مؤنث ہے]  
 تَرَدَّدٌ : شک پیدا ہو جائے۔  
 الصُّدْرِ : سینہ/دل  
 إِنْ أَفْتَاكَ : خواہ فتویٰ دیں تجھے  
 الْفُتُوكَ : وہ فتویٰ دیں تجھے  
 أَفْتَاكَ اور الْفُتُوكَ : کا مطلب یہ ہے کہ خواہ لوگ تجھے بار بار اس کام کے جواز کا فتویٰ دیں۔

## شرح الحديث

### نیکی

”نیکی حسن اخلاق ہے“۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں: نیکی انتہائی آسان کام ہے، خندہ پیشانی بھی نیکی ہے اور نرم و شیریں گفتگو بھی نیکی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک آیت ایسی نازل فرمائی ہے جس میں نیکی کی کئی انواع کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔ فرمایا: لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ۗ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ ۗ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۗ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۗ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (البقرہ: ۱۷۷)

”نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور (نیک وہ لوگ ہیں کہ) جب عہد کریں تو اسے وفا کریں اور جنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راستباز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔“

## گناہ

آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ گناہ وہ ہے، جو دل میں کھٹکے، یعنی دل اس کام کے کرنے پر مطمئن و تیار نہ ہو۔ اس حدیث میں یہ دلیل موجود ہے کہ انسان جب کسی کام کا ارادہ کرے تو اس کو اپنے دل سے رجوع کر لینا چاہیے۔ اگر دل اس کام کے کرنے پر مطمئن ہو تو کر لے، ورنہ چھوڑ دے۔ شک و شبہ سے متعلق حدیث اَلْحَلَالُ بَيْنَ وَالْحَرَامِ بَيْنَ گزر چکی ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ آدم نے اپنے بیٹوں کو جو نصیحتیں کیں، اُن میں یہ بات بھی شامل تھی کہ جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو پہلے اس کے انجام پر غور کر لو۔ اگر میں انجام پر غور کر لیتا تو درخت نہ کھاتا (اور جنت سے نکالنا نہ جاتا) ان وصیتوں میں ایک بات یہ بھی تھی کہ جب تم کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرو تو نیک لوگوں سے مشورہ لے لو۔ اگر میں فرشتوں سے مشورہ لے لیتا تو وہ مجھے درخت کا پھل نہ کھانے کا مشورہ دیتے۔

گناہ کی ایک نشانی یہ بھی بتائی گئی ہے کہ تم یہ پسند نہ کرو کہ اس بارے میں دوسروں کو اطلاع ہو۔ کیونکہ لوگ ایسے شخص کو لعنت ملامت کرتے ہیں، جو مشتبہ چیز کھا لیتا ہے یا اس کو حاصل کر لیتا ہے یا کوئی ایسا کام کر لیتا ہے، جس میں شبہ ہو کہ معلوم نہیں یہ حلال ہے یا حرام ہے اور حرام کام کے ارتکاب پر تو وہ پسند ہی نہیں کرتا کہ کسی کو اس بارے میں خبر ہو۔

گناہ کی ایک دوسری نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ اس کے کرنے پر تمہارے دل میں کھٹک پیدا ہو جائے کہ یہ کام درست نہیں خواہ لوگ یہ فتویٰ ہی دے دیں کہ اس کام کا کرنا جائز ہے تم بھی کر لو۔ مثال سے اس بات کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس کوئی تحفہ لے کر آتا ہے اور اس کا اکثر مال حرام کی کمائی ہوتی ہے۔ اب آپ کا دل متزدد ہو جاتا ہے کہ آپ یہ ہدیہ قبول کریں یا نہ کریں۔ مگر مفتی آپ کو یہ چیز لے کر استعمال کر لینے یا کھا لینے کا فتویٰ دے دیتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ کا شک و شبہ دور نہیں ہوتا۔ لہذا اس طرح کے معاملات اور مواقع پر احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ایسا کام نہ کیا جائے جس میں شک و شبہ ہو۔

## فقہ الحدیث

۱- البیڑ یعنی نیکی اچھے کردار و عمل کا نام ہے۔

- ۲- نیکی وہ فعل ہے جس کے کرنے پر دل مطمئن ہو۔
- ۳- گناہ وہ کام ہے جس کے کرنے پر دل مطمئن نہ ہو۔ اور ضمیر اس کے کرنے کی اجازت نہ دے۔
- ۴- نیکی اور گناہ کے کام میں امتیاز کرنے والا بہترین مشیر انسان کا نفس [ضمیر] ہے۔
- ۵- ہر کام کرتے وقت نفس [ضمیر] سے رجوع کرنا چاہیے، قرآن نے اسے نفسِ لُوّامہ کہا ہے۔
- ۶- جس کام پر دل مطمئن نہ ہو اسے چھوڑ دیا جائے اور جس پر دل مطمئن ہو اسے کر لیا جائے۔
- ۷- ایک مؤمن کا دل حلال پر مطمئن ہو جاتا ہے اور حرام پر مضطرب ہو جاتا ہے۔
- ۸- اگر انسان کا اپنا نفس کسی کام کو جائز نہ سمجھے تو دوسروں کا فتویٰ اس کے شبہ کو دور نہیں کر سکتا۔
- ۹- جہاں شبہ ہو وہ کام نہ کیا جائے کیونکہ شریعت نے شبہات سے بچنے کی تاکید کی ہے۔



عَنْ أَبِي نَجِيحٍ الْعَرَبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رضي الله عنه قَالَ:

”وَعَظَّنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَوْعِظَةً وَجِلَّتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ  
وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَانَتْهَا مَوْعِظَةٌ  
مُودِعٌ فَأَوْصِنَا، قَالَ: أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ  
وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشُ  
مِنْكُمْ فَسِيرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ  
الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِدِ،  
وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ وَكُلُّ  
بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ“

رواه أبو داود والترمذي وقال حديث حسن صحيح

## سنت سے تمسک اور بدعت سے احتراز رسول اللہ ﷺ کی ایک جامع نصیحت

”ابو جیح عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ

(ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسا وعظ دیا کہ اس وعظ سے دل کانپ اٹھے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔

ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ وعظ تو ایسا تھا جیسے الوداعی نصیحت ہو، لہذا ہمیں اور نصیحت فرمائیے!

آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور سب و طاعت کی نصیحت کرتا ہوں خواہ تمہارے اوپر کوئی غلام امیر بنا دیا جائے۔

عَنْ أَبِي نَجِيحِ الْعَرَبِيِّ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

”وَعَظَّنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَوْعِظَةً وَجَلَّتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ،

فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَانَتْهَا مَوْعِظَةٌ مُؤَدِّعٌ فَأَوْصِنَا،

قَالَ: أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ،

فَائِهِ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسِيرِي  
 اخْتِلَافًا كَثِيرًا،  
 فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ  
 الرَّاهِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ  
 عَضُوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِدِ،  
 وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ،  
 فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ  
 وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ،  
 وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ“

تم میں سے جو بھی (طویل عمر) زندہ رہے گا  
 وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا۔  
 لہذا تم میری اور خلفائے راشدین مہدیین  
 کی سنت کو اپنے اوپر لازم کر لینا،  
 اسے ڈاڑھوں سے پکڑے رکھنا،  
 اور نئی چیزوں سے بچنا  
 کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہوتی ہے  
 اور ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے  
 اور ہر گمراہی جہنم میں لے جاتی ہے“

(اس حدیث کا ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے)

(رواہ أبو داؤد والترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

### تفہیم الفاظ

- وَعَظْنَا : وَعَظَ + نَا: وعظ فرمایا+ ہمیں۔  
 مَوْعِظَةٌ : وعظ/ تذکیر/ اللہ کی ذات یاد دلانے والی گفتگو  
 وَجِلَّتْ مِنْهَا : وَجَلَّتْ: وہل گئے/ کانپ اٹھے۔ مِنْهَا: اس سے یعنی وعظ سے  
 دَرَفَّتْ مِنْهَا : دَرَفَّتْ: بہہ پڑیں/ جاری ہو گئیں۔ مِنْهَا: اس سے یعنی وعظ سے  
 الْعَيُّونُ : آگھیں۔ الْعَيْنُ کی جمع العيون ہے۔  
 كَانَهَا : گویا یہاں جیسے یہ

مُوَدِّعٌ :	وداع کہہ جانے والا/ چھوڑ جانے والا
فَاَوْصِنَا :	صحیح کیجیے ہمیں / وصیت کیجیے ہمیں۔
اَوْصِيكُمْ :	میں صحیح کرتا ہوں تمہیں / میں وصیت کرتا ہوں تمہیں
السَّمْعِ :	غور سے سنا / توجہ سے سنا
الطَّاعَةِ :	بات ماننا / حکم ماننا
اِنْ تَأْمُرُ :	خواہ امیر بن جائے / خواہ ذمہ دار بن جائے
عَبْدٌ :	کوئی غلام
يَعِشُ :	وہ زندہ رہے گا
فَسَيَرَى :	جلد وہ دیکھے گا
اِخْتِلَافًا كَثِيرًا :	بہت زیادہ اختلاف
فَعَلَيْكُمْ :	پس تم پر لازم ہے پکڑنا / تھامنا
بِسُنَّتِي :	میری سنت کو
سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ :	خلفاء کی سنت
الرَّاهِدِينَ :	راہ راست اختیار کرنے والے۔ یہ راہد کی جمع ہے۔ اسم فاعل جمع۔
الْمَهْدِيِّينَ :	ہدایت سے نوازے گئے / ہدایت یافتہ، یہ مہدئی کی جمع ہے۔ اسم مفعول جمع
	سُنَّتِ الْخُلَفَاءِ الرَّاهِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ کا ترجمہ ہوگا: ”راہ راست اختیار کرنے والے خلفاء کی سنت،“ جنہیں اللہ نے ہدایت سے نوازا ہے۔
عَضُوا عَلَيْهَا :	عَضُّ يَعَضُّ عَضًا کا معنی دانٹوں سے کاٹنا ہوتا ہے، یہاں مراد ہے مضبوطی سے پکڑنا، ترجمہ ہوگا: مضبوطی سے تھامو اسے۔ یعنی سنت کو۔
بِالنَّوْاجِدِ :	داڑھیں۔ ناجد کی جمع ہے
اِيَّاكُمْ :	بچو تم / دور رہو تم۔ اس لفظ کے بعد اگر کو کے عطف کے ساتھ کوئی لفظ آئے تو اس کا معنی اس چیز سے بچنے کے ہوتے ہیں دیکھیے آگے آ رہا ہے: وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ
	نئے نئے کام / نئے نئے امور۔ مراد دین میں نیا کام جاری کرنا ہے۔ مُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ کی واحد

مُحَدَّثَةٌ ہے۔ الْأُمُوزُ کی واحد الامر ہے۔

بدعة : ہر ایسی چیز جس کا چلن دین میں نہ ہو اور نئے سرے سے اس کو رواج دے کر دین کا حصہ قرار دینے کی کوشش کی جائے۔ عبادات میں ہر وہ کام جو سنت کے خلاف ہو بدعت کہلاتا ہے۔ عادات میں ہر وہ کام بدعت ہے جو اصول شریعت اور روح شریعت کے خلاف ہو لیکن ہر نئی چیز بدعت نہیں ہوتی۔

صَلَائَةٌ : گمراہی / راہِ راست سے متضاد راستہ اور فکر و عمل  
النَّارِ : آگ۔ یہاں جہنم مراد ہے

### شرح الحديث

« رسول اللہ ﷺ کے دوسو دو لگداز انداز میں فرمائے گئے وعظ سے صحابہؓ نے یہ محسوس کیا کہ آپ ﷺ دنیا کو چھوڑ جائیں گے۔ لہذا انہوں نے کسی ایسی جامع نصیحت کی درخواست کی جس پر آپ ﷺ کے بعد وہ کار بند رہیں اور اس سے تمسک اختیار کیے رکھیں۔

### تقویٰ --- اسلام کا مطلوب

رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کی درخواست پر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اللہ سے ڈرتے رہو۔ تقویٰ یعنی اللہ کا خوف تمام عبادات کا لب لباب اور اسلام کا مقصود ہے۔ اسلام کے اوامر و نواہی دراصل مسلمان و مومن کے اندر اسی صفت اور خوبی کو پروان چڑھانے کا ذریعہ ہیں۔ تقویٰ کو اختیار کر لینے میں دنیا و آخرت کی سعادت ہے اللہ تعالیٰ نے انگوں اور پچھلوں سب کو اس کا حکم دیا ہے۔ فرمایا:

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنْ اتَّقُوا اللَّهَ [النساء: ۱۳۱]

”تم سے پہلے جن کو ہم نے کتاب دی تھی انہیں بھی یہی ہدایت کی تھی اور اب تم کو بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کہ خدا سے ڈرتے ہوئے کام کرو۔“

تقویٰ کی مزید وضاحت کے لیے اربعین کی حدیث ۱۸ دیکھیے۔

## سمع و طاعت کی اہمیت اور حدود

سمع و طاعت [بات کو سننا اور ماننا] شریعت کی ایسی شاندار اصطلاح ہے کہ اجتماعیت کے نظام کا تمام تراخضار اسی کے اوپر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے متعدد مواقع پر جب صحابہؓ سے بیعت لی تو فرمایا: عَلَي السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ یعنی یہ عہد کرو کہ میری بات سنو اور مانو گے، صحابہؓ بھی اپنی گفتگوؤں میں یہ لفظ استعمال کرتے تھے کہ بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَي السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ ”ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سمع و طاعت کی بیعت کی۔“

رسول ﷺ کی سمع و طاعت کے بعد مسلمانوں کے امراء [حکمرانوں] کی سمع و طاعت بھی فرض قرار دی گئی ہے۔ متعدد احادیث میں الفاظ کے تھوڑے اختلاف کے ساتھ اس مضمون کا بیان آیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسْمَعُوا وَاطِيعُوا وَاِنْ اسْتَعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَانَ رَأْسَهُ زَبِيَّةً<sup>(۱)</sup> ”بات سنو اور مانو خواہ تمہارے اوپر کسی حبشی کو حکمران بنا دیا جائے اور اس کا سر منقہ کی مانند ہو۔“

حکمرانوں کی اس سمع و طاعت کا دائرہ اور حدود بھی حدیث کے اندر بیان کر دیے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے:

اِنْ اَمَرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ مُجَلَّدٌ يَفْؤُذُكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ فَاسْمَعُوا لَهُ وَاَطِيعُوا<sup>(۲)</sup>

”اگر تمہارے اوپر ناک کٹے غلام کو حکام بنا دیا جائے اور وہ تم پر کتاب اللہ کے مطابق حکمرانی کرے تو اس کی بات سنو اور مانو۔“

خطبہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ وَاِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ مُجَلَّدٌ فَاسْمَعُوا لَهُ وَاَطِيعُوا مَا اَقَامَ فِيكُمْ كِتَابَ اللَّهِ<sup>(۳)</sup>

”لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو، اور اگر تمہارے اوپر ناک کٹا حبشی غلام بھی حکمران بن جائے تو اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو جب تک وہ تمہارے اندر قرآن کو نافذ کیے رکھے۔“

سمع و طاعت کے اس دائرے کی مزید وضاحت رسول اللہ ﷺ کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے کہ:

(۱) صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب امامة العبد والمولى ..... ۶۹۳

(۲) صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصية و تحريمها فی المعصية ۱۸۳۸

(۳) ترمذی، کتاب الجهاد، باب ماجاء فی طاعة الامام ۱۶۰۶، اجم ۷۰/۳

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ (۴)

”اُن کاموں میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاسکتی، جن میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو۔“

ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اگر ہمارے امیر ایسے ہوں جو آپ ﷺ کی سنت پر عمل نہیں کرتے اور آپ ﷺ کے حکم کو تسلیم نہیں کرتے، ان کے بارے میں آپ ﷺ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا طَاعَةَ لِمَنْ لَمْ يُطِيعِ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ (۵)

”اس آدمی کی اطاعت [فرض] نہیں، جو اللہ کی اطاعت نہیں کرتا۔“

### اختلافات کے زمانے میں سنت سے تمسک

رسول اللہ ﷺ نے اپنی نصیحت کے اندر یہ خبر بھی دی کہ میرے بعد بہت سے اختلافات رونما ہو جائیں گے۔ یہ اختلافات دین کے اصولوں میں بھی ہو سکتے ہیں اور فروعات میں بھی۔ اعمال و اقوال اور اعتقادات و نظریات میں بھی۔ اس صورت حال میں وہی لوگ راہ راست پر ہوں گے جو سنت رسول ﷺ اور سنت خلفائے راشدین پر عمل پیرا ہوں گے۔

سنت سے تمسک کی اہمیت رسول اللہ ﷺ کے ان الفاظ سے بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ”اس کو داڑھوں سے تھامے رکھنا۔“

سنت کے اتباع کی مزید وضاحت کے لیے اربعین کی حدیث ۹ اور ۴۱ دیکھیے۔

### بدعات سے اجتناب و احتراز

دین کے اندر ایجاد کیا جانے والا ہر ایسا عمل، جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو، مُخَدَّثَةٌ کہلاتا ہے اور ہر مُخَدَّثَةٌ کو بدعت قرار دیا گیا ہے۔ بدعت دراصل ایسا عمل ہے، جو کوئی شخص اپنی عقل و فکر کی بنیاد پر اختراع کر کے اسے دین قرار دے۔ اس حدیث میں بدعت کی شناعیت کو بڑے واضح الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔

(۴) احمد ۱۳۱/۱

(۵) احمد ۲۱۳/۳

رسول اللہ ﷺ نے کتاب اللہ کو ”بہترین بات“ اور اپنی ہدایت و رہنمائی کو ”بہترین رہنمائی“ بھی کہا ہے جبکہ محدثہ [ہر نئے عمل] کو ”بدترین امر“ کہا ہے۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے:

إِنْ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ شَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا وَ كُلُّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ<sup>(۶)</sup>

”یقیناً بہترین کلام، اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت، محمد کی ہدایت ہے اور بدترین امور محدثات ہیں اور ہر محدثہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

محدثات و بدعات کو ”امر مردود“ کہہ کر بھی رسول اللہ ﷺ نے اس کے خطرناک ہونے کی طرف نشان دہی کی ہے۔ اس کی مزید تفصیل کے لیے اربعین کی حدیث ۵ دیکھیے! ▶▶

”میری سنت کو لازم پکڑو“ کا مطلب یہ ہے کہ معاملات میں اختلافات کے مواقع پر سنت کو اپناؤ اور اسے ڈاڑھوں سے پکڑے رکھو۔ ڈاڑھوں سے مراد پچھلے دانت ہیں۔ جب انسان کسی چیز کو ڈاڑھوں میں پکڑتا ہے تو بڑی مضبوطی سے پکڑ سکتا ہے کیونکہ تمام دانتوں کی قوت مجتمع ہو کر بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے اور سنت کو دانتوں سے پکڑنے کا مطلب، اسے اپنانا اور اہل بدعات کے پیچھے نہ چلنا ہے۔ یہاں خلفائے راشدین مہدیین سے ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم مراد ہیں، جو خلافت علی منہاج النبوة کے لیے سر توڑ کوششیں کرتے رہے۔

## فقہ الحدیث

- ۱- ہر نیک عمل کی قبولیت کا انحصار تقویٰ پر ہے۔
- ۲- کوئی شخص تقویٰ کی راہ اختیار کیے بغیر اللہ کے حضور کامیاب نہیں ہو سکتا۔
- ۳- اتباع کا دوسرا نام سب و طاعت ہے۔
- ۴- اللہ اور رسول ﷺ کے بعد اولی الامر [اہل منصب] کی سب و طاعت فرض قرار دی گئی۔
- ۵- اللہ اور رسول ﷺ کی سب و طاعت بلا حیل و حجت فرض ہے۔
- ۶- اولی الامر کی سب و طاعت صرف معروف میں فرض ہے، معصیت اور منکر میں نہیں۔

- ۷- سمع و طاعت سے دراصل دینی بنیادوں پر قائم ریاست کا استحکام مطلوب ہے۔
- ۸- سمع و طاعت سے انتشار، بغاوت اور باطل کی سرکوبی بھی مطلوب ہے۔
- ۹- اختلافات کے ہر موقع پر سنت سے رہنمائی حاصل کرنا فرض ہے۔
- ۱۰- سنت کا اطلاق خلفائے راشدین کے طریقے اور فیصلوں پر بھی ہوتا ہے۔
- ۱۱- سنت کی موجودگی میں بدعات کو رواج دینا رسول ﷺ کی حیثیت کو چیلنج کرنا ہے۔
- ۱۲- سنت کے مقابلے میں بدعت پر عمل اجتماع رسول ﷺ سے انکار ہے۔
- ۱۳- جس عمل یا سوچ کی اصل دین و شریعت میں نہ ہو، وہ بدعت ہے۔
- ۱۴- اللہ کے رسول ﷺ نے بدعت کو ناقابل قبول قرار دیا ہے۔
- ۱۵- بدعت گمراہی ہونے کی بنا پر جہنم میں لے جانے کا باعث بنے گی۔
- ۱۶- دنیاوی وسائل اور ذرائع پر بدعت کا اطلاق نہیں ہوتا، یہ اعتقادات، عبادات، عادات اور معاملات میں شریعت کو مد نظر رکھنے کا نام ہے۔



عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضي الله عنه قَالَ:

قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي عَنِ النَّارِ؟ قَالَ: لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيمٍ وَ إِنَّهُ لَيْسِيرٌ عَلَيَّ مَنْ يَسِرَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ، تَعْبُدُ اللَّهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَ تَقِيْمُ الصَّلَاةَ وَ تُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَ تَصُومُ رَمَضَانَ، وَ تَحُجُّ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ الصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَ الصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ، وَ صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ تَلَا: تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ - حَتَّى بَلَغَ - يَعْمَلُونَ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ وَعَمُودِهِ وَ ذِرْوَةِ سَنَامِهِ؟ قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ، وَ ذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَكَ ذَلِكَ كُلِّهِ؟ قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ، وَقَالَ: كُفَّ عَلَيْكَ هَذَا، قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ وَ إِنَّا لَمُؤَاخِذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ؟ فَقَالَ نِكَلْتِكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ، وَ هَلْ يَكُفُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِمْ أَوْ قَالَ: عَلَى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ“

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

## ایک بہت بڑا سوال اور اس کا جواب

”معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ

مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل

اور جہنم سے دور کر دے؟

آپ ﷺ نے جواب دیا ”تم نے بہت بڑا

سوال کیا ہے

(در اصل) یہ (عمل) اس شخص کے لیے بہت

آسان ہے جس کے لیے اللہ آسان بنا دے۔

”وہ عمل یہ ہے کہ تم اس طرح اللہ کی عبادت

کرو کہ کسی بھی شے کو اس کا شریک نہ بناؤ۔

نماز قائم کرو،

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ:

قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ

أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ

وَيُبَاعِدُنِي عَنِ النَّارِ؟

قَالَ: لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيمٍ

وَأِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسِرَهُ اللَّهُ

تَعَالَى عَلَيْهِ،

تَعْبُدُ اللَّهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا

وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ

وَتَوْبَىٰ الزَّكَاةَ،

زکوٰۃ ادا کرو،

وَتَصُومُ رَمَضَانَ،

رمضان کے روزے رکھو

وَتَحُجُّ الْبَيْتَ،

اور بیت اللہ کا حج کرو۔“

ثُمَّ قَالَ:

پھر آپ نے فرمایا:

أَلَا أَدُلُّكَ عَلَىٰ أَبْوَابِ الْخَيْرِ؟

”کیا میں تمہیں خیر کے دروازوں کی نشاندہی بھی نہ کر دوں؟“

الصَّوْمُ جَنَّةٌ،

(وہ تین دروازے یہ ہیں) روزہ (گناہوں سے بچنے کی) ڈھال ہے۔

وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ

صدقہ خطا کو اس طرح مٹا دیتا ہے

كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ،

جیسے پانی آگ کو بجھا ڈالتا ہے

وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ،

اور آدمی رات کے وقت آدمی کا نماز پڑھنا (بھی خیر کا ایک دروازہ ہے)“

ثُمَّ تَلَا: تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ

پھر آپ ﷺ نے یہ آیات تلاوت کیں۔

الْمَضَاجِعِ - حَتَّىٰ بَلَغَ -

تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ.

يَعْمَلُونَ،

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ

جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (سجہہ: ۱۶، ۱۷)\*

\* ترجمہ: ”اُن (نیک بندوں) کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں، اس لیے کہ وہ اپنے رب کو (نماز تہجد میں) خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں۔ اور ہماری دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں، لہذا (ان نوافل کا اہتمام کروا) کوئی (فہم) نہیں جانتا کہ ان کے ان اعمال کی جزاء میں ان کے لیے آنکھوں کی خشکدک کا کیا سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے؟“

ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ  
الْأَمْرِ وَعَمُودِهِ وَذِرْوَةِ سَنَامِهِ؟

قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ

قَالَ: رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ

وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ،

وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ،

ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَكَ  
ذَلِكَ كَلِمَةٍ؟

قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ،

فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ، وَقَالَ:

كُفَّ عَلَيْكَ هَذَا،

قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ وَإِنَّا لَمُؤَاخِذُونَ

بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ؟

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں  
سارے معاملے کی بنیاد، ستون اور چوٹی کے  
بارے میں نہ بتاؤں؟“

میں نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ!  
بتائیے!

آپ ﷺ نے فرمایا: ”معاملے کی بنیاد اسلام  
ہے۔“

اس کا ستون صرف نماز ہے

اور اس کی چوٹی صرف جہاد ہے“

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس  
سارے معاملے کا احاطہ کرنے والی چیز کے  
متعلق نہ بتاؤں؟“

میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ کیوں نہیں، بتائیے!

پھر آپ ﷺ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا:  
”اسے قابو میں رکھو“

میں نے پوچھا: یا نبی اللہ ﷺ! کیا ہم سے  
اُن باتوں کا مواخذہ بھی ہوگا، جو ہم اس  
زبان سے کرتے ہیں؟

فَقَالَ لِكَلِّتِكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ،  
وَهَلْ يَكُوبُ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَيَّ  
وَجُوهِهِمْ أَوْ قَالَ: عَلَيَّ مَنَاخِرِهِمْ  
إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ“

(رواہ القُرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ) (یہ حدیث ترمذی نے روایت کی ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے)

آپ نے فرمایا: ”معاذ! تمہاری ماں تمہیں گم کرے۔ لوگوں کو ان کی زبان کا کیا دھرا ہی اونڈھے منہ یا ناک کے بل جہنم میں گرائے گا۔“

### تفہیم الفاظ

- يُدْخِلُنِي : وہ داخل کر دے مجھے  
يُبَاعِدُنِي : وہ دور کر دے مجھے  
عَظِيمٌ : بہت بڑا  
يَسِيرٌ : بہت آسان / ہلکا  
يَسْرًا : وہ آسان بنا دے / وہ آسان کر دے  
أَذْلُكَ : میں تمہاری رہنمائی کروں؟  
أَبْوَابِ الْخَيْرِ : نیکی کے دروازے۔ باب کی جمع ابواب ہے۔  
جُنَّةٌ : ڈھال / فولادی چادر کی ایک خاص شکل کا ٹکڑا، جو دشمن کا وار روکنے کے لیے میدان جنگ میں آدمی استعمال کرتا تھا۔  
تَطْفِيءُ : وہ بجھا دیتی ہے [مؤنٹ]  
يُطْفِئُ : وہ بجھا دیتا ہے [مذکر]  
الْخَطِيئَةُ : خطا / لغزش / کوتاہی / غلطی  
الماءُ : پانی  
جَوْفٌ : پیٹ / لطن۔ یہاں جوف اللیل سے آدمی رات کا وقت مراد ہے۔ یعنی وقتِ تہجد۔

- قَلَا : اس نے تلاوت کی۔ یہاں فاعل رسول اللہ ﷺ ہیں۔ لہذا ترجمہ ہوگا آپ ﷺ نے تلاوت فرمائی۔
- تَتَجَافَى : وہ الگ ہوتی ہیں / وہ جدا ہوتی ہیں۔ یہ باب تفاعل ہے۔ اس میں مشارکت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یہاں دوسرا شریک مَضْجَعُ ہے جو بے جان ہے لہذا مفہوم یہ ہوگا کہ یہ لوگ اپنے پہلو بستروں سے جدا کر دیتے ہیں تو بستر بھی ان کو اپنے سے جدا کر دیتے ہیں۔ یعنی ان کو اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتے؟
- جُنُوبُهُمْ : ان کے پہلو۔ جَنَّبَ کی جمع جُنُوبٌ ہے۔
- مَضَاجِعُ : بستر / پچھونا۔ مَضْجَعُ کی جمع ہے۔ یہ اسم ظرف ہے۔
- رَأْسُ الْأُمْرِ : معاملے کی بنیاد / سب سے بنیادی مقام، رَأْسُ كَالْفَوْیٰ معنی سر ہے۔
- عَمُودٌ : ستون۔
- ذِرْوَةٌ : چوٹی / بلند جگہوں میں نمایاں جگہ۔
- سَنَامٌ : کوہان / اونچی جگہ
- مِلاک : قابو میں رکھنے والا (Controlling)، احاطہ کرنے والا۔
- بَلَىٰ : کیوں نہیں! / جی ہاں / ضرور ضرور
- كُفٌّ : تم بند رکھو! تم قابو میں رکھو۔
- مُواخَذُونَ : قابل باز پرس لوگ / قابل مواخذہ لوگ۔
- لَتَكَلَّمُنَّ : ہم بات کرتے ہیں / ہم بولتے ہیں۔
- لَيَكَلِّتَنَّكَ : وہ تم کو دے تجھے [مؤنث]
- يَكْبُتُ : وہ الٹا کر کے گرائے گا / وہ اونٹ سے منہ گرائے گا۔
- وَجُوهٌ : چہرے، وَجْهَةٌ کی جمع۔
- مَنَاجِرُ : نعتیں، مَنَجْرٌ کی جمع ہے۔ اسم ظرف ہے۔
- حَصَائِدُ : کئی ہوئی فصل، حَصِيدَةٌ کی جمع ہے۔
- الْأَلْسِنَةُ : زبانیں۔ لِسَانٌ کی جمع ہے۔ یہ زبان (Toung) اور بولی (Language) دونوں

کے لیے بولا جاتا ہے۔

## شرح الحدیث

« اللہ تعالیٰ حضرت معاذ بن جبل کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے ایک ایسا سوال کیا جس کا جواب حاصل کرنا ہر مومن کی دلی خواہش ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جواب میں نور و ہدایت کے متعدد موتی بکھیر دیے۔ اور ان چیزوں کے تذکرے سے قبل اللہ تعالیٰ کی توفیق کو بیان کر کے یہ بات بھی واضح کر دی کہ کوئی انسان یہ خیال نہ کرے کہ ان اعمال کی انجام دہی میرا اپنا کمال ہے، بلکہ وہ یہ ایمان رکھے کہ یہ سراسر اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے۔ آئیے مختصر ان امور کا مطالعہ کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائے:

## ارکان اسلام

جنت میں داخلے اور جہنم سے نجات کا سب سے پہلا ذریعہ رسول اللہ ﷺ نے ارکان اسلام کو قرار دیا ہے۔ توحید، نماز، زکوٰۃ، صوم رمضان اور حج بیت اللہ پر مفصل گفتگو آر بی عین کی حدیث ۲ اور ۳ میں بیان کی جا چکی ہے۔

## خیر کے دروازے

ارکان اسلام کا ذکر کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو مخاطب کر کے فرمایا: کیا میں تمہیں خیر کے دروازوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ پھر خیر کے دروازوں میں ان امور کا ذکر فرمایا جو فرض ادا کرنے کے بعد نوافل کے طور پر انسان ادا کرتا ہے۔

**روزہ:** رسول اللہ ﷺ نے خیر کے دروازوں میں سب سے پہلے روزے کا ذکر فرمایا۔ ایک دوسری حدیث میں روزے کو ڈھال اور مضبوط قلعہ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ:

الْصِّيَامُ جُنَّةٌ وَ حِصْنٌ حَصِينٌ مِنَ النَّارِ (۱)

”روزے ڈھال اور آگ سے بچاؤ کے لیے مضبوط قلعے ہیں۔“

روزے کو ڈھال اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کے ذریعے انسان دنیا میں معصیت کاری سے بچتا ہے اور یہی چیز

آخرت میں اس کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے ڈھال کا کام دے گی اور جس شخص کے پاس دنیا میں گناہوں سے بچنے کے لیے ڈھال نہ ہوگی اس کے پاس آخرت میں آگ سے بچنے کے لیے بھی ڈھال نہ ہوگی۔

**صدقہ:** صدقہ کا ایک وسیع مفہوم و تصور حدیث ۲۵ اور ۲۶ میں آچکا ہے۔ یہاں صدقہ سے مراد انفاق فی

سبیل اللہ ہے جس کے بارے میں قرآن مجید میں آیا ہے:

إِنْ تَبَدَّلُوا الصَّدَقَاتِ فَبِعَمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ

مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ (البقرہ: ۲۷۱) ”اگر تم اپنے صدقات علانیہ دے، تو یہ بھی اچھا ہے، لیکن اگر چھپا کر حاجت

مندوں کو دے، تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ تمہاری بہت سی برائیاں اس طرز عمل سے محو ہوجاتی ہیں۔“

اس آیت میں ایک اہم بات یہ بیان ہوئی ہے کہ انسان جو کچھ بھی خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں

خرچ کرے گا، اس کا اجر اس کو یقیناً ملے گا، لیکن یہ کام اگر علانیہ اور غیر حاجتمندوں کو دے دیا جائے تو اس کے

دنیاوی فوائد شاید اس قدر نہ ہوں، جس قدر مخفی طریقے سے اور اصل ضرورت مندوں کو دینے سے حاصل ہوتے

ہیں۔

صدقے کے ضمن میں ایک اور اصولی ہدایت قرآن مجید نے یہ فرمائی ہے کہ صدقہ دینے کے بعد اس شخص پر

اس کا احسان نہ جتایا جائے، جس کو صدقہ دیا گیا ہے اور اس سے ناجائز و ناروا مطالبات کر کے اسے یہ احساس نہ

دلایا جائے کہ میں نے تجھے زکوٰۃ یا صدقہ دیا ہے، لہذا تجھے میرا احسان مند ہونا چاہیے۔ آیت قرآنی کے الفاظ ہیں:

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يُتْبَعُهَا أذى (البقرہ: ۲۶۳)

”ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات پر ذرا سی چشم پوشی اُس خیرات سے بہتر ہے، جس کے پیچھے دکھ ہو۔“

صدقے کے بارے میں تفصیلی احکامات سورۃ البقرہ کی آیات ۲۶۱-۲۷۴ میں ملاحظہ فرمائیے۔ ان آیات

میں بیان کردہ باتیں ہر مسلمان کے علم میں ہونی چاہئیں۔

ایک حدیث میں ہے:

إِنَّ صَدَقَةَ السِّرِّ لَنُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِثْقَالَ سُوءٍ<sup>(۲)</sup>

”پوشیدہ طور پر دیا گیا صدقہ، رب کی ناراضی کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور بری موت کو ٹال دیتا ہے۔“

(۲) ترمذی، کتاب الزکوٰۃ، باب ماجاء فی فضل الصدقہ ۶۶۳، جامع العلوم والحکم ۱۰/۲۹ (السر) کالفظ

جامع العلوم والحکم میں ہے جبکہ شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے دیکھیے (ضعیف ترمذی ۱۵۵)

**آدھی رات کی نماز:** اس نماز کی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ بھی جہنم کی آگ کو اسی طرح ٹھنڈا کرتی ہے جس طرح صدقہ آگ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ قرآن مجید کی اس بارے میں رہنمائی تو رسول اللہ ﷺ کے کلمات میں ہی اوپر درج کی جا چکی ہے۔ یعنی سورۃ السجدہ کی آیات۔ عام لفظوں میں اس نماز کو نماز تہجد کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو اس کا حکم دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی ترغیب امت کو بھی دلائی ہے۔ اس نماز کے بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ قِيَامُ اللَّيْلِ (۳)

”فرض نمازوں کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والی نماز قیام اللیل یعنی تہجد ہے۔“

### معاطے کی بنیاد، ستون اور چوٹی

خیر کے دروازوں کا تذکرہ فرمانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ایک نئے عنوان سے کچھ باتیں ارشاد فرمائیں۔ ان میں معاطے کی اصل اور بنیاد یعنی جو کچھ ایک مسلمان کو بتایا گیا ہے اور اس پر عمل کا مطالبہ کیا گیا ہے وہ اسلام ہے۔ اسلام کو چھوڑ کر انسان اس کے کسی ایک جز کو قطعاً قائم نہیں کر سکتا۔ لہذا اسلام کو مکمل طور پر اختیار کرنا ضروری ہے۔ اس سے ہٹ کر کچھ قبول نہیں ہوگا، خواہ وہ نیکی اور بھلائی کے کتنے ہی بڑے ذخیرے کیوں نہ ہوں۔ اسلام کو بنیاد قرار دے کر نماز کو معاطے کا مرکزی ستون قرار دیا گیا۔ خیمہ زنی میں مرکزی ستون کی بہت اہمیت ہے، یعنی اگر خیمہ کے درمیان ستون قائم نہ رہے تو سارا خیمہ درمیان سے جھک جاتا ہے اور اس کے نیچے کا خلا اس قدر کم ہو جاتا ہے کہ خیمہ میں موجود لوگ خیمہ سے فائدے کی بجائے تکلیف محسوس کرنے لگتے ہیں۔

[نماز کی اہمیت کا مفصل ذکر آر بی جین کی حدیث ۳، ۲ میں بھی گزر چکا ہے تاہم اس پر اصولی گفتگو کے لیے

آر بی جین کی حدیث ۲۲ ملاحظہ کیجیے]

جہاد کو معاطے کی چوٹی قرار دیا گیا ہے۔ اس امر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام کی تمام مدنی زندگی جہاد اور امور جہاد کے اہتمام میں گزری۔ یہ ایک وسیع موضوع ہے۔ موقع کی مناسبت سے ایک آیت اور حدیث کا مطالعہ کر لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (البقرہ: ۱۵۴)

”اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مردہ نہ کہو، ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں، مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا۔“

حضرت ابو ذر روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ ثُمَّ جِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (۳) ”اللہ پر ایمان اور پھر اللہ کی راہ میں جہاد۔“

ایک حدیث میں ہے:

وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا شَحَبَ وَجْهَ وَلَا أُغْبِرَتْ قَدَمٌ تَبْتَغِيْ فِيْهِ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ الْمَفْرُوْضَةِ كَالْجِهَادِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (۵)

”اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے، فرض نمازوں کے بعد درجاتِ جنت کے حصول میں جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں، جس میں انسان کا چہرہ خون آلود اور قدم غبار آلود ہوں۔“

## سارے معاملے کی کنٹرولنگ [Controlling]

رشد و ہدایت سے بھری اس گفتگو کے آخر میں رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسی چیز کا ذکر فرمایا، جس کے اوپر تمام تر معاملے کا انحصار ہے، آپ ﷺ نے اس چیز کو ملاک کا نام دیا ہے۔ یہ ایک جامع لفظ ہے۔ مشہور عربی ڈکشنری: المعجم الوسيط میں لفظ ملاک اور ملاک کا مفہوم یوں درج کیا گیا ہے:

مَلَكَ الْأَمْرِ: قِوَامُهُ وَخُلَاصَتُهُ، أَوْ عُنْصُرُهُ الْجَوْهَرِيُّ. يُقَالُ: الْقَلْبُ مَلَكَ الْجَسَدِ.  
”مَلَكَ الْأَمْرِ“ کا معنی ”معاملے کا خلاصہ اور اس کا اصل“ ہے۔ یا معاملے کے جوہری عنصر کو ملاک کہتے ہیں۔ دل کے بارے میں کہا جاتا ہے: ”دل پر جسم کا انحصار ہے“

یہ لفظ م کی زبر کے ساتھ بھی آتا ہے یعنی مِلاک۔ اس کا معنی وسط [درمیان] کے ہیں۔ اس لفظ کا صحیح مفہوم انگریزی لفظ کنٹرولنگ ادا کرتا ہے۔

(۳) التاريخ الكبير ۲۰۶۹

(۵) ۱۰۵/۵

رسول اللہ ﷺ نے زبان کو سارے معاملے کی کنٹرولنگ قرار دیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَّبِعُنُ فِيهَا يَنْزِلُ بِهَا فِي النَّارِ أَوْ الْجَنَّةِ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ  
وَالْمَغْرِبِ<sup>(۶)</sup>

”انسان کسی غیر واضح معاملے میں کوئی ایسا لفظ کہہ دیتا ہے کہ جس کے ذریعے وہ مشرق و مغرب کے فاصلے کے برابر آگ میں دوڑ جا کرتا ہے۔“

زبان کے بارے میں اہل علم کے ہاں یہ مقولہ مشہور ہے:

جِرْمُهُ صَغِيرٌ وَ جِرْمُهُ كَبِيرٌ ”اس کا جسم چھوٹا مگر جرم بہت بڑا ہوتا ہے۔“

حضرت ہبل بن سعدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ يَضْمَنُ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنَ لِيَ الْجَنَّةَ<sup>(۷)</sup>

”جو شخص مجھے جو کچھ دو جبرڑوں اور جو کچھ دو ٹانگوں کے درمیان ہے، اس کی ضمانت دے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“

’دو جبرڑوں کے درمیان میں جو کچھ ہے‘ سے مراد زبان اور دو ٹانگوں کے درمیان جو کچھ ہے‘ سے مراد

’شرم گاہ‘ ہے۔

[اس حدیث کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے اربعین کی حدیث ۱۵] ▶▶

## فقہ الحدیث

۱- اسلام میں داخل ہونے، اس پر زندہ رہنے، اسی پر مرنے، آخرت میں بخشش کا مستحق ٹھہرنے، جہنم سے نجات پانے اور جنت میں داخل ہونے کی پہلی اور آخری شرط توحید کا اقرار اور اعتراف اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔

۲- باقی ارکان اسلام کی باری توحید کے متصل بعد ہے، ان کے ادا کرنے سے کوئی شخص کسی شرعی عذر کے بغیر

(۶) صحیح بخاری، کتاب الرقان، باب حفظ اللسان ..... ۶۳۷۷، صحیح مسلم ۲۹۸۸، واللفظ لہ

(۷) صحیح بخاری، کتاب الرقان، باب حفظ اللسان ..... ۶۳۷۳،

مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔

۳- جو شخص ارکان اسلام کا اہتمام نہیں کرتا، وہ لاکھ نیکی کے کام کرے، بہر حال وہ دین کے تقاضے پورے نہیں کر رہا۔

۴- ارکان اسلام کا اہتمام فرض جبکہ بقیہ اعمال ترغیبات پر مشتمل نفل عمل ہے۔ جنت میں داخلے کا راستہ فرائض کے ادا کرنے ہی پر موقوف ہے، نوافل فرائض کے ادا کرنے میں رہ جانے والی کمی کو پورا کرنے کا ذریعہ ہیں۔

۵- اس حدیث کی رو سے نوافل میں رمضان کے علاوہ روزے رکھنا، زکوٰۃ کے علاوہ صدقہ دینا، فرض نماز کے علاوہ رات کو نماز پڑھنا شامل ہیں۔

۶- خیر و بر کے پورے نظام کی اصل اسلام ہے۔

۷- اس نظام کے قیام میں نماز کو مرکزی ستون کی حیثیت حاصل ہے۔

۸- جہاد اس عمارت کے پینار کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی جہاد دوسری تہذیبوں کے مقابلے میں اسلامی زندگی کا امتیازی نشان ہے۔

۹- اس سارے معاملے کا خلاصہ، جو ہر اور انحصار کی اصل شے، زبان ہے۔

۱۰- زبان کے لائینی، بے ہودہ اور برے استعمال سے رکنا، شریعت کا تقاضا ہے۔

۱۱- بہت سے لوگ زبان کے عمل [کہے ہوئے الفاظ] کی وجہ سے جہنم کا ایجنٹ بنیں گے۔

۱۲- زبان کے برے اعمال کی سزا عام نہیں ہوگی، بلکہ منہ یا ناک کے بل جہنم میں گرایا جائے گا۔

۱۳- انسان نیکی کے کام اور بدی سے اجتناب، اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فضل ہی سے انجام دیتا ہے۔





الحديث الثلاثون

عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخَشِينِيِّ جَرْتُومِ بْنِ نَاسِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ  
اللَّهِ ﷺ قَالَ:

”إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوهَا، وَحَدَّ حُدُودًا  
فَلَا تُعْتَدُوهَا، وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوهَا وَسَكَتَ عَنْ  
أَشْيَاءَ رَحْمَةً لَكُمْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوا عَنْهَا“

حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ الدَّارُ الْقُطَيْبِيُّ وَغَيْرُهُ

# فرائض، حدود، محرمات کا تعین

-----اور-----

## بعض اشیاء کے بارے میں شریعت کی خاموشی

عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْعُمَيْيِّ جَرْتُومِ بْنِ نَاصِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوهَا، وَحَدَّ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا، وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوهَا، وَسَكَّتَ عَنْ أَشْيَاءَ رَحْمَةً لَكُمْ، غَيْرَ نَسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوا عَنْهَا.

”ابو ثعلبہ حنی جرتوم بن ناصر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یقیناً اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں، تم ان کو پامال نہ کرنا! اور کچھ حدود وضع کی ہیں تم ان سے تجاوز نہ کرنا! اور کچھ اشیاء حرام کی ہیں تم ان کی حرمت کو نہ توڑنا! اور کچھ اشیاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تم پر ترس کھاتے ہوئے کسی بھول کے بغیر خاموشی اختیار کی ہے، تم ان کے بارے میں نہ کریدنا۔“

(حدیث حسن ہے اسے دارقطنی وغیرہ نے روایت کیا ہے)

(حدیث حسن رواہ الدار قطنی وغیرہ)

## تفہیم الفاظ

- فَرَضَ : لازم کیا ہے/ واجب ٹھہرایا ہے/ متعین کر دیا ہے۔
- فَرَأَيْضَ : فَرَضَ کی جمع۔ لازم یا واجب ٹھہرائی ہوئی چیزیں/ کام۔
- فَلَا تُضَيِّعُوهَا: فَلَا لِهَذَا نَف + لَا: لِهَذَا + نَه = تَضَيِّعُوا + هَا = تم ضائع کرو + ان کو = لِهَذَا تم ضائع کرو انہیں۔ یعنی فرائض کو۔
- حَدَّ : خط کھینچ دیا ہے/ اس نے حد قائم کر دی ہے۔
- حُدُودًا : حَدَّ کی جمع۔ بارڈر لائن۔ حُدُودًا۔ حَدَّ كَامْفَعُول بِهِ ہے اس لیے اس کی آخری د پر زبر ہے۔
- فَلَا تَعْتَدُواهَا: لِهَذَا تَجَاوَزْ كَرْتَم ان سے۔
- جَرَمَ : اس نے حرام ٹھہرایا/ اس نے ممنوع قرار دے دیا۔
- أَشْيَاءَ : شَيْءٌ کی جمع۔ چیزیں۔
- فَلَا تَنْتَهِكُوهَا: لِهَذَا تَمْنَعُ خَرَابْ كَرُو انہیں۔ هَا [انہیں] کا اشارہ أَشْيَاءَ کی طرف ہے۔
- رَحْمَةً لَكُمْ: رَحْمَةً رَحْمَ كَرْتے ہوئے/ ترس کھاتے ہوئے۔ لَكُمْ: تمہارے لیے یعنی تم پر۔
- رَحْمَةً لَكُمْ: تم پر رحم کرتے ہوئے۔
- غَيْرَ نِسْيَانٍ: غَيْرَ: بغیر۔ نِسْيَانٍ: کسی بھول کے۔ غَيْرَ نِسْيَانٍ: کسی بھول کے بغیر، مرکب اضافی ہے۔
- فَلَا تَبْهَتُوا: لِهَذَا تَمْت كَرِيدُو۔
- عَنْهَا : عَنْ + هَا: متعلق + ان کے = ان کے متعلق۔

## شرح الحدیث

« اس حدیث میں فرائض کی حفاظت کرنے، حدود اللہ سے تجاوز نہ کرنے، حرام اشیاء کی حرمت کو پامال نہ کرنے اور مباح چیزوں کے بارے میں زیادہ کریدنے اور تفتیش نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

فرائض میں عموماً وہی چیزیں شامل کی جاتی ہیں، جن کو اسلام کے بنیادی ستون کہا گیا ہے۔ یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔ فَلَا تُضَيِّعُوهَا [ان کو ضائع نہ کرو] کے الفاظ سے فرائض کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان فرائض

میں نماز ایک ایسا فرض ہے، جس کو ادا کرنا ہر مسلمان کے لیے روزانہ پانچ مرتبہ فرض قرار دیا گیا ہے۔ اس کی اہمیت بہت سی قرآنی آیات اور متعدد احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ و اسرائیلؑ کی اولاد کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ غِيَاً (مریم: ۵۹)

”پھر ان کے بعد وہ ناخلف لوگ ان کے جاٹھیں ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات نفس کی پیروی کی، قریب ہے کہ وہ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں۔“

یہ آیت بتاتی ہے کہ فرض کو اہمیت نہ دے کر اسے ضائع کر دینا، گمراہی میں جا کرنے کا باعث بن سکتا ہے۔

### حدود اللہ سے تجاوز نہ کرو!

حدود اللہ سے مراد وہ کام ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مسائل کے ذکر میں بہت سی چیزوں اور کاموں سے منع کرنے کے بعد فرمایا ہے:

بَلِّغْ خُدُودَ اللَّهِ، فَلَا تَعْتَدُوا هَا، وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ، فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (البقرہ: ۲۲۹)

”یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو! اور جو لوگ حدودِ الہی سے تجاوز کریں، وہی ظالم ہیں۔“

اس آیت سے قبل جن مسائل کا ذکر ہے، حدود اللہ سے آگاہی حاصل کرنے کی خاطر ان کا مطالعہ ہر مسلمان کے لیے نہایت ضروری ہے۔

### محرمات کی ایک فہرست

ان حدود کے ذکر کے بعد، ان اصل محرمات کا ذکر ہے، جن کا استعمال اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

ذیل میں محرمات کی ایک فہرست ملاحظہ ہو:

- ۱- وہ محرمات جن کی حرمت قرآن کریم کی آیات سے ثابت ہے، سورۃ الانعام میں (۹) باتوں کا ذکر کیا گیا:
- قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّي عَلَيْكُمْ اَلَا تَشْعُرُونَ بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالَّذِينَ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوا اَوْلَادَكُمْ مِمَّنْ اِمْتَلَقْتُمْ نَحْنُ نَرِزُقُكُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَا مَا بَطَّنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ ذٰلِكُمْ وَاضْحٰكُم بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۱۵۱) وَلَا

تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۚ وَأُولُوا الْكَيْلِ وَالْمِيزَانَ  
بِالْقِسْطِ ۚ لَا تَكْلِفُوا نَفْسًا إِلَّا وَسَعَهَا ۚ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدُوا ۗ وَكَانَ ذَاقِرْبِي ۚ وَبِعَهْدِ اللَّهِ  
أَوْفُوا ۗ ذَلِكُمْ وَضَعْنَا لَكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ [الانعام]

”اے نبی! ان سے کہو کہ آؤ میں تمہیں سناؤں، تمہارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں: (۱) یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، (۲) اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو (۳) اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے، (۴) اور بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی، (۵) اور کسی جان کو، جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے، ہلاک نہ کرو، مگر حق کے ساتھ۔ یہ باتیں ہیں جن کی ہدایت اس نے تمہیں کی ہے شاید کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو اور (۶) یہ کہ مال یتیم کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو بہترین ہو، یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد کو پہنچ جائے۔ (۷) اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو، ہم ہر شخص پر ذمہ داری کا اتنا ہی بار رکھتے ہیں جتنا اسکے امکان میں ہے۔ (۸) اور جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو۔ (۹) اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ ان باتوں کی ہدایت اللہ نے تمہیں کی ہے شاید کہ تم نصیحت قبول کرو۔“

سورۃ الاعراف میں (۴) باتوں کا ذکر کیا گیا:

● قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ ۖ وَالْإِنَّمِ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ وَأَنْ  
تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطَانًا ۚ وَ أَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (الاعراف: ۳۳)

”اے نبی! ان سے کہو کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ تو یہ ہیں: (۱) بے شرمی کے کام..... خواہ کھلے ہوں یا چھپے..... (۲) اور گناہ اور ناحق زیادتی، (۳) اور یہ کہ اللہ کے ساتھ تم کسی ایسے کو شریک کرو جس کے لیے اس نے کوئی سند نازل نہیں کی، اور (۴) یہ کہ اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق تمہیں علم نہ ہو (کہ وہ حقیقت میں اسی نے فرمائی ہے)۔“

سورۃ المائدہ میں (۱۱) باتوں کا ذکر ہوا:

● حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أَهَلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ  
وَالْمُتَرَدِّيَّةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۚ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ ۚ وَأَنْ  
تَسْتَفْسِمُوا بِالْأَنْزَامِ [المائدہ: ۳]

”تم پر حرام کیا گیا (۱) مردار، (۲) خون، (۳) سور کا گوشت، (۴) وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، (۵) وہ جو گلا گھٹ کر، (۶) یا چوٹ کھا کر، (۷) یا بلندی سے گر کر، (۸) یا لگر کھا کر مرا ہو، (۹) یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو..... سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا..... (۱۰) اور وہ جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو۔ (۱۱) نیز یہ بھی تمہارے لیے ناجائز ہے کہ پانسوں کے ذریعہ سے اپنی قسمت معلوم کرو۔“

• حُرْمَتُ عَلَیْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَ اَبْنَاتُكُمْ وَ اَخْوَانُكُمْ وَ عَمَّتُكُمْ وَ خَالَاتُكُمْ وَ بَنَاتُ الْاَخِ وَ بَنَاتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهَاتُكُمْ الَّتِي اَرْضَعْتُمْ وَ اَخْوَانُكُمْ مِنَ الرِّضَاعَةِ وَ اُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَ زَوَّاجَاتُكُمْ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُمْ فِيْهِنَّ فَاِنْ لَمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ فِيْهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ وَ حَلَائِلُ اَبْنَائِكُمُ الدِّیْنِ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ [النساء: ۲۳]

”تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں، اور تمہاری بیویوں کی مائیں، اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنہوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہے، ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا تعلق زن و شوہو چکا ہو۔ ورنہ اگر (صرف نکاح ہوا اور) تعلق زن و شوہو ہوا ہو تو (انہیں چھوڑ کر ان کی لڑکیوں سے نکاح کر لینے میں) تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے..... اور تمہارے ان بیٹیوں کی بیویاں جو تمہاری صلب سے ہوں۔ اور یہ بھی تم پر حرام کیا گیا ہے کہ ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرو۔“

• وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حُرْمَ الرِّبَا [البقرہ: ۲۷۵]

”اور اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام!“

• قرآن مجید میں بعض اوقات ’حرام‘ کا لفظ استعمال کیے بغیر، کسی چیز سے وعید و تنبیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا منع کر دینا بھی اس چیز کی حرمت کو ثابت کرتا ہے مثلاً:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاَجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۹۰) اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُوَفِّعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَاءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ

وَ يَصَلُّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ، فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ (۹۱) [المائدہ]

”یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ



تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن غلام، مشرک شریف سے بہتر ہے، اگرچہ وہ تمہیں بہت پسند ہو۔ یہ لوگ تمہیں آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے اذن سے تم کو جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔“

● علانیہ زنا کا پیشہ اختیار کرنے والے مرد اور عورت سے بھی نکاح کو حرام قرار دیا گیا ہے:

الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرْمٌ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ (النور: ۳)

”زانی نکاح نہ کرے، مگر زانیہ کے ساتھ یا مشرک کے ساتھ۔ اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہ کرے مگر زانی یا مشرک۔ اور یہ حرام کر دیا گیا ہے اہل ایمان پر۔“

● مقررہ مدت کے لیے مقررہ اجرت پر نکاح [حتہ] کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے:

شروع میں اس کی اجازت باہر مجبوری دی گئی، مگر بعد میں اس کو حرام کر دیا گیا۔ صحیح مسلم میں سبرہ جینی کی روایت ہے:

أَنَّ عَزْرًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَتَحَ مَكَّةَ فَأَذِنَ لَنَا فِي مُتْعَةِ النِّسَاءِ قَالَ فَلَمْ أَخْرُجْ حَتَّى حَرَمَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ (۴) ”وہ نبی ﷺ کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر شریک تھے۔ آپ ﷺ نے ہمیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی۔ پھر میں وہاں سے نکلا نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام کر دیا۔“

● دوران حیض عورت سے مجامعت کو بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے:

فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرُبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ (البقرہ: ۲۲۲)

”حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ! جب تک کہ وہ پاک صاف نہ ہو جائیں۔“

پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ اس طرح جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔“

● اسی طرح عورت کے دبر سے اجتناب کا بھی حکم ہے:

لَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِي أُذُنَيْهِنَّ (۵)

”عورتوں کے دبر میں صحبت نہ کرو۔“

(۴) صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعہ و بیان أنه أیج ثم نسخ واستقر تحریمه الی یوم القیامۃ ..... ۱۴۰۶

(۵) ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب النہی عن اتیان النساء فی ادبارهن ..... ۱۹۲۴

- شراب سمیت ہر نشہ آور چیز کو یہ کہہ کر حرام کر دیا: **كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ** (۱) "ہر نشہ پیدا کرنے والی چیز حرام ہے۔"
  - انسان کے مال و جان اور عزت و آبرو کو بھی سنت نے حرام قرار دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
**إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ** (۲)
- "بے شک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔"

جہاں شریعت خاموش ہو، وہاں زیادہ کریدنا نہیں چاہیے

زیر تشریح حدیث کا آخری حصہ مباحات کی شرعی حیثیت سے متعلق ہے، مباحات کے بارے میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ کچھ چیزوں کو حرام قرار نہیں دیا گیا، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں خاموش رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کسی بھول یا نسیان کی وجہ سے نہیں کیا، کیونکہ اللہ تو بھولنا نہیں لا یَضِلُّ وَ لَا یَنْسِي [طہ: ۵۲] انسانوں پر رحم کرتے ہوئے اللہ نے ان کو مزید پابندیوں میں نہیں جکڑا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ اب کوئی شخص ان چیزوں کے بارے میں کرید اور تفتیش میں نہ لگ جائے کہ یہ بھی حرام کے دائرے میں آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر نرمی فرمائی ہے کہ ایسی چیزوں کے استعمال پر ان سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی تو انسانوں کو از خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے گریز کرنا چاہیے۔

**وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ [البقرہ: ۱۹۵]** "اور اپنے ہاتھوں ہی خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔"

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: لوگو تم پر حج فرض کیا گیا۔ تم حج کرو ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہر سال فرض کیا گیا؟ رسول اللہ ﷺ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہے۔ آدمی نے تین مرتبہ پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا اور تم اس پر عمل نہ کر سکتے۔

اسی موقع پر رسول اللہ ﷺ نے کثرت سوال اور کرید اور تفتیش سے متعلق اظہار ناراضی کرتے ہوئے فرمایا:  
**ذُرِّي ي مَا تَرَكْتُمْ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَفْرَةٍ سَأَلْتَهُمْ وَ اخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ  
 فَإِذَا أَمَرْتُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَإِذَا نَهَيْتُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ. (۸)**

(۶) صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب بیان أن كل مسكر خمر وأن كل خمر حرام ..... ۲۰۰۲

(۷) صحیح ابوداؤد ..... ۲۷۰/۳

(۸) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر ..... ۱۳۳۷

”میں نے تمہیں جس چیز پر چھوڑ دیا ہے اس پر عمل کرو تا تم سے پہلے تو میں محض کثرت سوال اور اپنے انبیاء سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں۔ میں جس چیز سے تمہیں کروں اس سے اجتناب کرو اور جب کسی کام کے کرنے کا حکم دوں تو اپنی استطاعت کے مطابق اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو“

اس حدیث کا مضمون ایک اور حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے:

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ضَرَبَ اللَّهُ مَقْلًا صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا، وَعَلَى جَنْبَيْ الصِّرَاطِ سُورَانِ فِيهِمَا أَبْوَابٌ مُفْتَحَةٌ، وَعَلَى الْأَبْوَابِ سُعُورٌ مَرَعَاةٌ، وَعَلَى بَابِ الصِّرَاطِ دَاعٍ يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ! اذْخُلُوا الصِّرَاطَ جَمِيعًا وَلَا تَنْتَفِرُوا، وَدَاعٍ يَدْعُو مِنْ جُوفِ الصِّرَاطِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَفْتَحَ شَيْئًا مِنْ بِلْكَ الْأَبْوَابِ قَالَ: وَيَحْكُ لَا تَفْتَحُهُ فَإِنَّكَ إِن تَفْتَحَهُ تَلْجُءُ وَالصِّرَاطُ: الْإِسْلَامُ، وَالسُّورَانِ: حُدُودُ اللَّهِ، وَالْأَبْوَابُ الْمُفْتَحَةُ: مَحَارِمُ اللَّهِ، وَذَلِكَ الدَّاعِي عَلَى رَأْسِ الصِّرَاطِ: كِتَابُ اللَّهِ، وَالِدَّاعِي مِنْ فَوْقٍ وَعَظُّ اللَّهِ فِي قَلْبِ كُلِّ مُسْلِمٍ <sup>(۱)</sup>

”حضرت نواس بن سمان رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے ایک سیدھے راستے کی مثال بیان کی ہے کہ اس راستے کے دونوں اطراف دیواریں ہیں، جن میں کھلے ہوئے دروازے ہیں۔ ان دروازوں پر لکھے ہوئے پردے ہیں، راستے کے دروازے کے اوپر ایک پکارنے والا پکارتا ہے: لوگو! سب راستے پر چل پڑو اور ادھر ادھر نہ جاؤ۔ اس طرح ایک پکارنے والا راستے کے درمیان سے یہی پکار لگاتا ہے [کوئی گزرنے والا] اگر ان دروازوں میں سے کسی کا پردہ ہٹانے کا ارادہ کرتا ہے تو یہ [پکارنے والا] کہتا ہے: ”مجھ پر افسوس اسے نہ کھول۔ اگر تو اس کو کھولے گا تو اس سے الجھ کر رہ جائے گا۔ [پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ راستہ: اسلام ہے۔ دیواریں: حدود اللہ ہیں۔ کھلے ہوئے دروازے: اللہ کی حرام کردہ اشیاء ہیں۔ راستے کے دروازے پر سے آواز دینے والا: اللہ کی کتاب ہے اور اوپر [درمیان] سے آواز لگانے والا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر مسلمان کے دل میں موجود واعظ [ضمیر] ہے۔“

[اس حدیث کی مزید تشریح کے لیے حدیث ۶ کا مضمون ملاحظہ کیجیے]

## فقہ الحدیث

- ۱- فرائض کو ادا کرنے میں حدود اللہ کا پاس اور مکروہ و حرام سے اجتناب میں آدمی کو نہایت محتاط ہونا چاہیے۔
- ۲- اللہ تعالیٰ کا سکوت انسانوں کے لیے رحمت ہے۔
- ۳- اللہ کا سکوت کسی نسیان / بھول کا نتیجہ نہیں ہوتا، بلکہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔
- ۴- جہاں شریعت خاموش ہو، وہ چیزیں مباح ہوتی ہیں، ان میں زیادہ گفتیش اور کرید جائز نہیں۔
- ۵- انسان کے لیے غیر محتاط طرز زندگی ٹھیک نہیں۔
- ۶- انسان کو اپنے رویوں کی اصلاح پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔





الحدث الحادي والثلاثون

عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رضي الله عنه قَالَ:  
 «جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ذُنْبِي عَلَى  
 عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِي اللَّهُ وَأَحَبَّنِي النَّاسُ فَقَالَ صلى الله عليه وسلم:  
 «إِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللَّهُ وَإِزْهَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ  
 يُحِبَّكَ النَّاسُ»

حَدِيثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَغَيْرُهُ بِأَسَانِيدٍ حَسَنَةٍ

## اللہ اور مخلوق کا محبوب بننے کا گُر

عَنْ أَبِي الْقَعَّاسِ مَهْلَبِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: "جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: "ابوالقاس مہلب بن سعد الساعدی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ ذُلِّي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ أَحْبَبِي اللَّهُ وَأَحْبَبِي النَّاسُ كَرِهْتُ وَأُورِ لَوْ كَرِهْتُ مِنْ مَحَبَّتِكَ كَرِهْتُ

یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتائیے کہ میں اسے کروں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔

فَقَالَ ﷺ: "إِزْهَدِي فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللَّهُ

آپ ﷺ نے فرمایا: سامان دنیا سے بے پروا ہو جا، اللہ تجھ سے محبت کرے گا

وَأِزْهَدِي فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ

اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے، اس سے بے پروا ہو جا، لوگ تجھ سے محبت کریں گے۔

(یہ حدیث حسن ہے، اسے ابن ماجہ وغیرہ نے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے)

(عَلَيْهِتُ حَسَنٌ، رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَغَيْرُهُ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ)

## تفہیم الفاظ

ذَلِي : بتائے مجھے/ میری رہنمائی فرمائیے۔

أَحْسَنِي : وہ محبت کرے مجھ سے۔

إِزْهَدْ : بے نیاز ہو جا، بے پروا ہو جا۔

يُحِبُّكَ : محبت کرے گا تجھ سے۔

## شرح الحدیث

دنیا کی ان چیزوں کو ترک کرنے کا نام 'زهد' ہے، جن کی انسان کو ناکمز پر ضرورت نہ ہو۔ اگرچہ وہ حلال ہی ہوں۔ یہ چیزیں جس قدر میسر ہوں، انہی پر اتنا کیا جائے اور مشتبہ چیزوں کے ترک کرنے کو 'ورع' کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ زاہدین سب سے زیادہ فطند ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ دنیاوی مال و متاع کی اس چیز سے محبت کرتے ہیں، جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرے اور اس چیز کو ناپسند کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرے۔ یہ لوگ اپنے لیے وہی عمل پسند کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو۔ امام شافعی نے کہا ہے: اگر کسی کو دانا شخص کے پاس جانے کا مشورہ دینا ہو تو اسے زاہدین کے پاس بھیجا جائے۔ کسی نے کہا ہے:

كُنْ زَاهِدًا فَيَمَّا حَوَّثَ أَيْدِي الْوَرِيِّ تَضْحَى إِلَى تَحْلِ الْأَسْمَاءِ حَبِيْبًا

أَوْ مَا تَرَى الْخَطَافَ حَرَمَ زَادَهُمْ فَعَلَا زَيْنَسًا فِي الْحَبْحَبِ قَرِيْبًا

”تم اس چیز سے بے نیاز ہو جاؤ اور جو لوگوں نے جمع کر رکھی ہے تو تمام مخلوق کے محبوب بن جاؤ گے۔“

”اگر تم دیکھو کہ کوئی ڈاکو لوگوں کے مال کو حرام سمجھ کر چوری سے رک گیا ہے تو وہ جلد ہی بہت بڑا فطند

بن جائے گا۔“

امام شافعی نے دنیا کی مدت میں فرمایا ہے:

وَمَنْ يَدْقِ الدُّنْيَا فَيَأْتِي طَعْمَتَهَا وَيَسْقِي الْإِنْسَانَ عَذْبَهَا وَعَدَّ أَبْنَاهَا

”جو آدمی دنیا کا ڈاکہ چکھنا چاہتا ہے، وہ مجھ سے پوچھ لے کہ اس کا مزہ کیسا ہے! کیونکہ میں نے تو دنیا

کو کھا کے دیکھا ہے۔ اس کا ٹخ و شیریں میرے سامنے حاضر کر دیا گیا۔“

لَمْ أَرَهَا إِلَّا غَرُورًا وَبَاطِلًا كَمَا لَاحَ لِي ظَهْرُ الْفَلَاقَةِ سَرَابَهَا  
”تو میں نے اسے دھوکہ دفریب اور باطل کے سوا کچھ نہیں پایا، جس طرح صحراء میں سراب، پانی دکھائی  
دیتا ہے۔“

وَمَا هِيَ إِلَّا جِيْفَةٌ وَمُسْفَحِيْلَةٌ عَلَيْهَا كِلَابٌ هَبْمُهْنٌ اِجْتَدَاهَا  
”یہ دنیا تو ایک مردار ہے، جس کے اوپر کتے ٹوٹے پڑے ہیں، جو اس کو بھنبوڑ کر کھا جانا چاہتے ہیں۔“  
فَإِنْ تَجَسَّيْتَهَا كُنْتَ سَلَمًا لِأَهْلِهَا وَإِنْ تَجَسَّدْتَهَا نَارَ عَنَّا كِلَابَهَا  
”اگر تم اس سے دور رہو گے تو دنیا داروں سے اپنے آپ کو بچالو گے اور اگر اسے حاصل کرنے کی  
کوشش کرو گے تو اس کے کتے تم سے یہ چمین لیں گے۔“

لَدَغَ عَنَّا كِلَابُ الْأُمُورِ فَإِنَّهَا حَرَامٌ عَلَى نَفْسِ النَّبِيِّ إِنْ تَكَابَهَا  
”فضول اور بے معنی کاموں کو چھوڑ دو کیونکہ ایک متقی نفس کے لیے تو ان کا ارتکاب حرام ہے۔“

ضرورت کی حد تک طلب واجب لیکن زیادہ کی حرص ناپسندیدہ ہے

امام شافعی کے الفاظ ”متقی شخص پر فضول کاموں کا ارتکاب حرام ہے“ یہ اشارہ کرتے ہیں کہ دنیا پر خوش ہونا  
حرام ہے۔ امام بخاری نے اللہ تعالیٰ کے قول وَفَسِّرْ حُورًا بِالْحَيَوَةِ الدُّنْيَا کی تفسیر کرتے ہوئے اس بات کی یہ تصریح  
کی ہے: ”اور مذموم دنیا سے مراد ضرورت سے زائد کی طلب اور حرص رکھنا ہے، کیونکہ ضرورت کی حد تک اسے  
طلب کرنا تو واجب ہے۔ بعض علماء نے تو کہا ہے کہ ضرورت کی طلب دنیا میں شامل نہیں ہے اور یہاں دنیا سے  
مراد ضرورت سے زائد کی طلب و خواہش رکھنا ہے۔“ امام نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال لیا ہے: زَيْنَ  
لِلنَّاسِ حُبِّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالبَيْنِ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالفِضَّةِ وَالخَيْلِ  
المُسَوَّمَةِ وَالأَنْعَامِ وَالحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَوَةِ الدُّنْيَا. (آل عمران: ۱۴) ”لوگوں کے لیے مرغوبات  
نفس..... عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں..... بڑی خوش آئند بنا دی  
گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کا یہ قول فراخی و خوشحالی کی اس طلب و آرزو کی طرف اشارہ ہے، جو پچھلے زمانوں میں بھی انسان کرتا

رہا ہے۔ امام شافعیؒ نے کہا ہے: دنیا کی حلال چیزوں کی بھی زائد از ضرورت طلب ایک سزا ہے، جو اللہ تعالیٰ اہل توحید کو دیتا ہے۔ کسی نے کہا ہے:

لَا دَارَ بَعْدَ الْمَوْتِ يَسْكُنُهَا إِلَّا الْيَتِيمُ كَانَ قَبْلَ الْمَوْتِ يَتِيمًا  
 ”موت کے بعد انسان کا کوئی گھر نہیں، جہاں وہ ٹھہر سکے، سوائے اس ٹھکانے کے، جو انسان موت سے قبل یتیم کرتا ہے۔“

فَإِنْ بَنَاهَا بِغَيْرِ طَابٍ مَسْكُنُهُ وَإِنْ بَنَاهَا بِشَرِّ حَبَابٍ بَايَنَهَا  
 ”اگر وہ اس گھر کو اچھے طریقے سے تیار کرے گا تو اس کا یہ گھر اس کے لیے خوشی کا باعث ہوگا اور اگر برے طریقے سے بنائے گا تو اس کا بنانے والا نقصان میں رہے گا۔“

النَّفْسُ تَرْغَبُ فِي الدُّنْيَا وَقَدْ عَلِمَتْ أَنَّ الزَّهَادَةَ فِيهَا تَرَكَ مَا فِيهَا  
 ”نفس تو متاع دنیا میں رغبت رکھتا ہے، جبکہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس کو چھوڑنے کا نام ہی زہد ہے۔“  
 فَأَعْرِضْ أَصُولَ التَّقَى مَا دُمْتَ مُجْتَهِدًا وَاعْلَمْ بِأَنَّكَ بَعْدَ الْمَوْتِ لَا فِيهَا  
 ”پس جب تک سعی و جہد میں مشغول رہو تو تقویٰ کی آبیاری کرتے رہو، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ موت کے بعد اسی تقویٰ کی چھاؤں میں تمہیں بیٹھنا ہے۔“

## دنیا کا سامان اور انسانی رویے

«دنیا اور سامان دنیا کی طلب و بے طلبی کے حوالے سے انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔

۱- تو وہ لوگ ہیں، جنہوں نے دنیا کے بعد جزا و سزا کے کسی مقام کا ہی انکار کر دیا۔ ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَ نَارٍ وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا خَفِيلُونَ، أُولَئِكَ مَا لَهُمْ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ [یونس: ۷، ۸]

”حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی ہی پر راضی اور مطمئن ہو گئے ہیں اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں، ان کا آخری ٹھکانا جہنم ہوگا، ان برائیوں کی پاداش میں، جن کا اکتساب وہ (اپنے اس غلط عقیدے اور غلط طرز عمل کی وجہ سے) کرتے رہے۔“

یہ وہ لوگ ہیں، جن کا غم اور پریشانی بس دنیا سے لطف اندوز ہونا اور موت سے پہلے پہلے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں دوسری جگہ فرمایا:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَمْتَحِنُونَ وَيَا كُلُّونَ كَمَا تَأْكُلُونَ وَالنَّارُ مَفْجُورَةٌ لَّهُمْ [محمد: ۱۲]

”اور کفر کرنے والے بس دنیا کی چند روزہ زندگی کے مزے لوٹ رہے ہیں، جا لوگوں کی طرح کھا پی رہے ہیں، اور ان کا آخری ٹھکانا جہنم ہے۔“

مذکورہ لوگوں کے داخل جہنم ہونے کی بنیادی وجہ دنیا پر رنجھ کر اسی کا ہو رہنا قرار دیا گیا ہے۔ لہذا علماء نے اس خدشے کے پیش نظر دنیا سے کنارہ کش رہنے کا حکم دیا ہے کہ کہیں انسان زیادہ کی طلب میں اس قدر منہمک نہ ہو تا چلا جائے کہ زندگی کا اصل مقصد ہی بھول جائے۔

۲- انسانوں کی دوسری قسم وہ لوگ ہیں، جو دنیا کے بعد عذاب و ثواب کے دن اور مقام کا اقرار کرتے ہیں اور انبیاء و رسول کی شریعتوں سے منسوب بھی ہیں۔ ان کی مزید تین اقسام ہیں:

(۱) اپنے اوپر ظلم کرنے والے،

(۲) درمیانے درجے کے اعمال کرنے والے،

(۳) اللہ کے حکم پر نیکیوں میں سبقت لے جانے والے،

۱- ان تینوں اقسام میں پہلی قسم کے لوگ زیادہ ہیں اور یہ دنیا کی چمک دمک اور زیب و زینت کے ہی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ دنیا کو بلا ضرورت حاصل کرتے اور بے معرفت خرچ کر دیتے ہیں۔ دنیا کا حصول ان کی سب سے بڑی پریشانی بن کر رہ جاتی ہے۔ ان کی خوشی و ناخوشی اور دوستی و دشمنی کی بنیاد دنیا کا سامان ہی ہوتا ہے۔ یہ لوگ لہو و لعب، زینت و تفاخر اور نکاثر کے رسیا ہوتے ہیں۔ دنیا کے مقصود و مطلب سے نا آشنا ہوتے ہیں، وہ نہیں سمجھتے کہ دنیا تو اس سفر کی تیاری کی جگہ ہے، جو بیچنگی کے گھر کی طرف جاری ہے۔ ان لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں، جو اجمالاً آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن اس کی تفصیل سے واقف نہیں ہوتے، جس کی وجہ سے وہ دارِ آخرت کے لیے کوئی قابل ذکر توشہ و خیرہ نہیں کر سکتے۔

۲- دوسری قسم درمیانے درجے کے اعمال والے لوگ ہیں۔ یہ مباح اور جائز ذرائع سے دنیا کو حاصل کرتے ہیں۔ دنیا کے حقوق بھی ادا کرتے ہیں اور زائد کہ اپنے لیے جمع بھی کر لیتے ہیں۔ ان لوگوں پر کسی سزا و عذاب کی کوئی وعید نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ آخرت کو کس حد تک اپنی ترجیح میں رکھتے ہیں۔ کامیابی کی سطح

تک یا ناکامی کی حدود تک ہی۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں: اگر مجھے اپنی حسنت میں کمی کا خطرہ نہ ہوتا تو میں بھی تمہاری آسان زندگی میں شریک ہو جاتا۔ مگر میں نے تو اللہ تعالیٰ کو ایک قوم کے بارے میں فرماتے سنا ہے:

وَيَوْمَ نَعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَدْعَبْتُمْ طَيْبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ [الاحقاف: ۱۲]

”پھر جب یہ کافر آگ کے سامنے لا کھڑے کیے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا: تم اپنے حصے کی نعمتیں اپنی دنیا کی زندگی میں ختم کر چکے اور ان کا لطف تم نے اٹھالیا، اب جو تکبر تم زمین میں کسی حق کے بغیر کرتے رہے اور جو نافرمانیاں تم نے کیں ان کی پاداش میں آج تم کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔“

دراصل دنیا کے سامان سے دنیا میں مکمل طور پر مستفید نہ ہونے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان طیبات کا مزہ متقین و صالحین کو جنت میں دے گا۔

۳- اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والوں میں وہ لوگ شامل ہیں، جو دنیا کے مقصود و مطلب کو سمجھ گئے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتے رہے انہیں یہ سمجھ آگئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں، انسان کو محض آزمائش کے لیے ٹھہرا رکھا ہے کہ دیکھے کہ ان میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔

جب ان لوگوں کو ٹھیک طرح سے یہ علم ہو گیا کہ دنیا کا مطلوب و مقصود کیا ہے تو انہوں نے اپنا غم اور پریشانی سامان دنیا کے پیچھے مارے مارے پھرنے کو نہ بنے دیا، بلکہ دنیا کے صرف اتنے ہی حصے پر اکتفا کیا، جس قدر ایک مسافر زاد سفر اٹھا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

مَا لِي وَلِلدُّنْيَا إِنَّمَا مَتْلَى وَمَتْلَى الدُّنْيَا كَمَتْلَى رَاكِبٍ، قَالَ فِي ظِلِّ شَجَرَةٍ فِي يَوْمٍ صَائِفٍ ثُمَّ رَاحَ عَنْهَا وَتَرَكَهَا<sup>(۱)</sup>

”میرا اور دنیا کا کیا تعلق؟ میری اور دنیا کی مثال اس مسافر جیسی ہے، جو کسی گرم دن کو درخت کے سائے تلے

آرام کرے اور پھر اسے چھوڑ کر عازم سفر ہو جائے۔“

[دنیا کی حقیقت کے بارے میں مزید تفصیل کے لیے دیکھیے اربعین کی حدیث ۲۰]

انسان حصول دنیا کے بعد جب اس کی بنیاد پر فخر و تکبر، نمائش و نمود اور مقابلہ بازی پر اتر آتا ہے تو یہ چیز قابلِ مذمت ہے اور جو شخص اللہ کی نعمت کے اعتبار سے اس پر خوش ہو، وہ لائقِ تعریف ہے۔

حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے: ”اے اللہ جو کچھ تو نے ہمیں عطا کر رکھا ہے، ہم اس کے سوا کسی چیز پر خوش نہیں ہوتے۔“ اللہ تعالیٰ نے بھی زندگی میں میانہ روی اختیار کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے کہ اِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا (الفرقان: ۶۷) ”جب یہ لوگ خرچ کرتے ہیں تو اسراف سے کام لیتے ہیں نہ بخل سے، بلکہ ان کی درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَا عَابَ مِنْ اسْتِعْجَارٍ وَلَا نِدَمٍ مِنْ اسْتِشَارٍ وَلَا اتَّقَرَ مِنَ اتْتَصَدِ (۲) ”جو اپنے کام کے لیے استعارہ کر لے، وہ ناکامی نہیں دیکھے گا۔ جو دوسروں سے مشورہ لے لے، وہ شرمندگی نہیں اٹھائے گا اور جو خرچ کرنے میں درمیانی راہ اختیار کرے، وہ تنگ دست نہیں ہوگا۔“

کہتے ہیں: زندگی میں میانہ روی کو اختیار کرنا انسان کی آدمی مشقت کو گھٹاتا دیتا ہے۔ میانہ روی سے مراد پورا پورا اور ضرورت کے مطابق خرچ اور کام کرنا ہے۔

بعض علماء کا کہنا ہے: جو حلال کمائے اور درمیانے درجے میں خرچ کرے وہ بچت کی راہ پر چل پڑا۔

## فقہ الحدیث

- ۱- زندگی کا مقصد، محض دنیا کے سامان سے لطف اندوز ہونا نہیں ہے۔
- ۲- دنیا کا سامان تو انسان کے لیے آزمائش ہے۔
- ۳- یہ حلال اور جائز ذرائع سے کمایا گیا ہو تو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل ہے۔
- ۴- دنیا کو غلط، ناجائز اور حرام طریقے سے حاصل کیا جائے تو باعثِ عذاب و عتاب ہے۔
- ۵- ضرورت کی خاطر دنیا کمانا معیوب نہیں، لیکن دنیا کماتے کماتے دین کے تقاضوں کو نظر انداز کر دینا غلط ہے۔
- ۶- رزق حلال کا حصول تو مسلمان کے لیے باعثِ اجر ہے۔
- ۷- اگر ذرائعِ جائز ہوں تو ضرورت سے زائد کمانا بھی قابلِ مذمت نہیں۔

- ۸- دراصل یہ زہد و ورع کی اعلیٰ منزل ہے کہ انسان ان چیزوں کے حصول کی کوشش ترک کر دے، جن کی ضرورت ناگزیر نہیں اور ان چیزوں سے اپنا دامن بچائے رکھے، جو شبہات کے دائرے میں آتی ہیں۔
- ۹- انسان میانہ روی سے خرچ کرے تو اس کی طلب دنیا بھی محدود رہتی ہے اور وہ فقر سے بھی بچ جاتا ہے۔
- ۱۰- انسان حصول دنیا کی انتہا تک پہنچنے میں لگا رہے اور اللہ کا انکار کر دے تو یہ سراسر خسار ہے۔
- ۱۱- انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھ کر دنیا کمائے اور دین کے تقاضے بھی پورے کرے تو یہ اصل مطلوب و مقصود ہے۔
- ۱۲- دنیا کی طیبات سے کم واسطہ رکھنے کی مصلحت یہ ہے کہ جنت میں مومن کو یہ سب چیزیں مہیا کی جائیں گی لہذا ان کے حصول کی تشویق کی خاطر یہ رغبت دلائی گئی ہے کہ دنیا میں ان چیزوں سے کم سے کم واسطہ رکھو، تاکہ آخرت میں ان کا حصول آسان ہو سکے۔





عَنْ أَبِي سَعِيدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سِنَانِ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ

اللَّهِ ﷺ قَالَ :

”لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ.“

حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْدارُ قُطَيْبِيُّ وَغَيْرُهُمَا مُسْنَدًا.

وَرَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمَوْطَأِ مُرْسَلًا عَنْ عُمَرَ وَبْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

فَأَسْقَطَ أَبُو سَعِيدٍ، وَلَهُ طَرُقٌ يَقْوَى بَعْضُهَا بَعْضًا

## نہ تو نقصان پہنچاؤ اور نہ نقصان اٹھاؤ

”ابوسعید سعد بن مالک بن سنان غدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سِنَانِ الْغَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:

” (اسلام میں) نہ تو دوسرے کو تکلیف پہنچانے کی اجازت ہے اور نہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی۔“

”لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ“.

[علماء نے ایک ترجمہ یہ بھی کیا ہے] ”نہ تو نقصان پہنچاؤ نہ خود نقصان اٹھاؤ۔“

[یہ حدیث حسن ہے، ابن ماجہ اور دارقطنی وغیرہ نے اس کو مسند روایت کیا ہے اور مالک نے موطا میں عن عمرو بن لُحی عن ابیہ عن ابی النبی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے مرسل روایت کیا ہے اور ابوسعید کا ذکر نہیں کیا۔ یہ حدیث دیگر سندوں سے بھی مروی ہے جو ایک دوسرے کی تقویت کا باعث بنتی ہیں]

حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْإِسْرَاقِيُّ وَالْقَاسِمِيُّ وَغَيْرُهُمَا مُسْنَدًا. وَرَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمَوْطَأِ مُرْسَلًا عَنْ عَمْرِو بْنِ لُحَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْقَطَ أَبُو سَعِيدٍ، وَلَهُ طَرِيقٌ يَقْوَى بَعْضُهَا بَعْضًا

### شرح الحدیث

کسی کو ضرر نہ پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی کسی کو ناحق یا کسی سابقہ جرم پر تکلیف نہ پہنچائے اور ضرر کا مطلب یہ ہے کہ تم بھی اس آدمی کو تکلیف پہنچانے کی کوشش میں نہ لگ جاؤ، جس نے تمہیں تکلیف پہنچائی ہے۔ جب کوئی تمہیں گالی دے تو تم جواب میں اسے گالی نہ دو۔ اگر کوئی تمہیں چوٹ لگا دے تو تم بھی اسے

چوٹ نہ لگاؤ، بلکہ گالی گلوچ سے بچتے ہوئے اپنا حق حاکم وقت سے (عدالت میں) طلب کرو۔  
 جب دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کر بیٹھیں تو اس موقع پر کوئی از خود بدلہ نہ لے، بلکہ حاکم سے رجوع کر کے  
 اپنا حق وصول کرے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: **الْمُتَسَبِّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِي مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ** (۱)  
 ”آپس میں دو گالی دینے والے ایک دوسرے کو جو کہتے ہیں۔ ان میں سے پہل کرنے والا گنہگار ہوتا ہے، جب  
 تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔“

### ضرر و ضرار کے دائرہ کی وسعت

« لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ » میں ایک عمومی قاعدہ اور اصول بیان کیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسی تعلیم ہے، جس کا  
 دائرہ مسلمان معاشرہ تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ نوع انسانی کے ہر فرد کے لیے اس میں قابل قبول اور لائق عمل  
 اصول بیان کیا گیا ہے۔

یہ چیز قرآن حکیم کی اس تعلیم کی پوری پوری ترجمانی ہے، جس میں کہا گیا ہے: **لَا تَطْلُمُونَ وَلَا**  
**تُظَلَمُونَ** [البقرہ: ۲۷۹]

حدیث کے مفہوم کی وسعت کا ایک دائرہ تو یہ ہے۔ دوسرا دائرہ اس کے اطلاق کا ہے کہ کہاں کہاں اس کا  
 اطلاق ہوتا ہے۔ اس میں بھی زندگی کے تمام شعبے اور پہلو شامل کر دیے گئے ہیں، چند ایک کا سرسری ذکر قرآن و  
 حدیث کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔

مسلمان کی ایک تعریف یہ کی گئی ہے کہ:

**الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ** (۲)

”مسلمان وہ ہے، جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں۔“

اس حدیث میں بھی مسلمان کو بے ضرر رہنے کی تعلیم دی گئی ہے اور اس تعلیم کے باوجود اگر کہیں کوئی  
 ناخوشگوار صورت حال پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا ازالہ حضور درگزر اور احسان کی تعلیم دے کر کیا گیا ہے۔ ان بنیادی  
 تعلیمات کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث نے زندگی کے تمام پہلوؤں اور شعبوں میں اخلاقیات کا ایک ایسا نظام

(۱) صحیح مسلم، کتاب البر، باب النهی عن السباب ..... ۲۵۸۷

(۲) صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده ..... ۱۰

اور تعلیم پیش کی ہے کہ دنیا کا کوئی اور مذہب ایسی تعلیم پیش کرنے سے قاصر ہے، ایک نظر میں چند پہلوؤں کا مطالعہ کیجیے:

### وصیت میں ضرر کی ممانعت

قرآن مجید میں وراثت کی تقسیم کا طریقہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ مورث کے ذمے اگر کوئی قرض ہے یا اس نے ورثہ کے علاوہ کسی کے حق میں کوئی وصیت کی ہے تو پہلے اسے ادا کیا جائے اور پھر ورثہ میں وراثت تقسیم ہو۔ فرمایا:

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُؤْتِيهَا أَوْ ذِينَ غَيْرِ مُضَارٍ [النساء: ۱۲]

”وصیت جو کی گئی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو وصیت نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے، بشرطیکہ وہ ضرر رساں نہ ہو۔“

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس ”ضرر رسائی“ کا مفہوم یوں بیان کیا ہے:

”وصیت میں ضرر رسائی یہ ہے کہ ایسے طور پر وصیت کی جائے، جس سے مستحق رشتہ داروں کے حقوق تلف ہوتے ہوں اور قرض میں ضرر رسائی یہ ہے کہ محض حقداروں کو محروم کرنے کے لیے آدمی خواہ مخواہ اپنے اوپر ایسے قرض کا اقرار کرے، جو اس نے فی الواقع نہ لیا ہو، یا اور کوئی ایسی چال چلے، جس سے مقصود یہ ہو کہ حقدار میراث سے محروم ہو جائیں۔“ [ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی، آیت مذکورہ کا حاشیہ]

اس کے علاوہ وصیت میں یہ چیز بھی ضرر ہوگی کہ کوئی مرنے والا ورثہ میں سے کسی ایک کے حق میں محض اس لیے وصیت کر جائے کہ اس سے دوسروں کو نقصان پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ قَدْ أُعْطِيَ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِرِوَاثٍ (۳)

”اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار [وراثت] کا حق مقرر کر دیا ہے، لہذا کسی وارث کے حق میں کوئی وصیت نہیں۔“

وصیت میں ضرر کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی غیر وارث کے لیے اس قدر زیادہ وصیت کر دی جائے کہ حق داروں کو اس سے خاصا نقصان اٹھانا پڑے۔ اس چیز کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرما دیا اور اس کی حد متعین فرمادی۔ فرمایا:

أَلْفُكَ، وَ أَلْفُكَ كَثِيرٌ (۴)

(۳) ترمذی کتاب الوصایا عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء لا وصیة لوارث ..... ۲۱۲۰

(۴) صحیح بخاری کتاب الوصایا، باب أن یترک ورثتہ أغنیاء خیر من أن یتکفوا الناس ..... ۲۷۴۲

”مال کے ایک تہائی (تک وصیت کی جاسکتی ہے)، اور ایک تہائی بھی بہت زیادہ ہے۔“  
اس کے باوجود اگر کوئی شخص ایک تہائی سے زیادہ کسی کے حق میں وصیت کر جائے تو اس کا نفاذ درخاء کے  
مشورے اور اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ خواہ یہ وصیت نیک نیتی سے کی گئی ہو، یا ضرر کی نیت سے ہو۔

### معاشرت میں ضرر کی ممانعت

میاں بیوی کے کشیدہ اور مکدر تعلقات کے دوران میں ایک دوسرے کو ضرر پہنچانے کی کوشش ہمیشہ کی طرح  
آج کے معاشرے میں بھی ایک ناگزیر عمل بن گیا ہے لیکن اسلام نے اس حوالے سے بھی احسان و حسن اخلاق کی  
تعلیم دی ہے۔ فرمایا کہ اگر تمہارے تعلقات کشیدہ ہو گئے ہیں تو ان کو بار بار طلاق کے ذریعے تنگ نہ کرو اگر طلاق  
دینا ہی چاہتے ہو تو دے ڈالو اور اگر نہیں دینا چاہتے تو بھلے طریقے سے ان کو اپنے ساتھ رکھو۔

وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمَّا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا  
تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ [البقرہ: ۲۳۱]

”اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت پوری ہونے کو آجائے، تو یا بھلے طریقے سے انہیں  
روک لو یا بھلے طریقے سے رخصت کر دو۔ محض ستانے کی خاطر انہیں نہ روکے رکھنا کہ یہ زیادتی ہوگی اور جو  
ایسا کرے گا، وہ درحقیقت آپ اپنے اوپر ظلم کرے گا۔“

عورتوں کو طلاق دے ڈالنے کی صورت میں بھی اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انہیں اپنے ساتھ ہی رکھو لیکن اس  
غرض سے نہیں کہ تم انہیں ستاؤ۔

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وَجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ [الطلاق: ۶]  
”ان کو (زمانہ عدت میں) اسی جگہ رکھو جہاں تم رہتے ہو، جیسی کچھ بھی جگہ تمہیں میسر ہو اور انہیں تنگ کرنے  
کے لیے ان کو نہ ستاؤ۔“

طلاق کے باعث پیدا ہونے والے ایک اور مسئلے میں بھی اس چیز کا خیال رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ مسئلہ  
بچے کو دودھ پلانے کا ہے۔ چونکہ تعلقات دونوں طرف سے کشیدہ ہوتے ہیں، بچے پر حق بھی دونوں طرف کا ہوتا  
ہے، ماں کی متا اور باپ کی شفقت کے تقاضے ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی بچے کے معاملے سے لاتعلقی اور  
بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ماں متا کی وجہ سے بچے کو چھوڑنا گوارا نہیں کر سکتی اور باپ اپنی نسل ہونے کی وجہ سے اس سے

دست کش ہونے کے لیے تیار نہیں ہوتا، لیکن بچے کو دودھ پلانے کا معاملہ تو بہر حال ناگزیر ہے، وہ ماں پلانے یا کوئی اور۔

اسلام نے یہ اجازت دی ہے کہ باہمی رضامندی سے اگر ماں دودھ پلانے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر باپ کسی اور خاتون سے پلائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ دونوں صورتوں میں سے جو بھی ہو، ہر صورت میں ہر ایک کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے اور اسے تنگ نہ کرے۔

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنَ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُرِيحَ الرُّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بَوْلِدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بَوْلِدِهَا [البقرہ: ۲۳۳]

” (جو باپ چاہتے ہوں) ان کی اولاد پوری مدت رضاعت تک دودھ پیے، تو مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں۔ اس صورت میں بچے کے باپ کو معروف طریقے سے انہیں کھانا پکڑا دینا ہوگا۔ مگر کسی پر اس کی وسعت سے بڑھ کر بار نہ ڈالنا چاہیے۔ نہ تو ماں کو اس وجہ سے تکلیف میں ڈالا جائے کہ بچہ اس کا ہے، اور نہ باپ ہی کو اس وجہ سے تنگ کیا جائے کہ بچہ اس کا ہے۔“

اس ضمن کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگرچہ باپ کو حق حاصل ہے کہ وہ طلاق ہو جانے کی صورت میں بچہ ماں سے لے لے مگر ماں کی ممتا اور بچے کے ساتھ پیار و محبت کی وجہ سے یہ تعلیم دی گئی کہ ماں اور بچے کے درمیان علیحدگی نہ ہونے پائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدَةٍ وَوَلَدِهَا فَرَّقَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَحَبِّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ<sup>(۵)</sup>

”جس نے ماں اور اس کے بچے کے درمیان تفریق کر دی اللہ قیامت کے روز اس کے اور اس کے محبوب افراد کے درمیان تفریق ڈال دے گا۔“

تجارت میں ضروری ممانعت

خرید و فروخت میں ضروری ہے کہ کوئی اشد ضرورت مند کسی کے پاس جائے اور چیز کے مالک کو یہ معلوم ہو جائے کہ اسے اس چیز کی ناگزیر ضرورت ہے تو وہ دس روپے کی چیز پندرہ روپے میں فروخت کرے۔ اس تجارت کو

حدیث میں بیع المضطر ”مجبور کا سودا“ کا نام دیا گیا ہے۔

تجارت میں ضرر کی اور بھی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں، جن کی قباحت کے بارے میں انسان کا ضمیر زیادہ نہیں تو کم از کم ایک بار ضرور احساس دلاتا ہے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو، یہ ٹھیک نہیں ہے۔

ہمسایوں کے معاملے میں ضرر کی ممانعت

ہمسائے کو ضرر دینے کے کئی طریقے ہیں۔ ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ اپنی دیواریں اس قدر بلند کر لی جائیں کہ ان کو ملنے والی ہوا رک جائے اور ان کے گھر میں بلا ارادہ نظر جا پڑے۔ اپنا کوڑا اٹھا کر اپنے مکان کے حدود کی بجائے، ہمسائے کے حدود میں رکھنے کی کوشش کی جائے۔ کوئی معمولی استعمال کی چیز مانگے تو فراہم نہ کی جائے۔ کوئی ایسا کیمیکل مستقل استعمال کیا جائے، جس سے ہمسائے کو تکلیف ہو۔ ایسا شور و غل برپا کیا جائے جس سے اسے تکلیف ہو۔ اس طرح کے اور بہت سے چھوٹے چھوٹے امور ہیں، جن کو آج کے دور میں کوئی اہمیت ہی نہیں دی جاتی۔

دین کے نام پر دوسروں کو ضرر پہنچانا

آج کل مختلف مسالک کے درمیان علمی مذاکرے اور بحثیں کم ہوتی جا رہی ہیں۔ اس کے مقابلے میں ایک دوسرے پر طعن و تشنیع اور سب و ستم کا زور ہوتا ہے۔ دوسرا بھی مقابلہ اپنی صفائی پیش کرتے کرتے وہی انداز اختیار کر لیتا ہے، جو پہلے نے کیا ہوتا ہے۔ تشویش کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ دین کے نام پر ہوتا ہے۔ ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ اصل دین میرا مسلک ہے اور دوسرا کفر و فسق کی حدود کو جا پہنچا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ دین کی بنیاد سب کی ایک ہے اور عقائد میں جو فرق ہے، اس پر لڑائی کے بجائے قرآن و سنت کی روشنی میں اسے ٹھنڈے دل سے از خود سمجھا جاسکتا ہے۔ فروع کا اختلاف تو ایسی بات نہیں ہے جس کے اوپر جنگ کھڑی کی جاسکے۔ یہ تو مسالک کا مسئلہ ہے، (جو تعبیر یا دلیل یا مدلول کے اختلاف سے سامنے آتا ہے) قرآن مجید نے تو دوسرے ادیان کے ساتھ مکالمے میں احسان کی تعلیم دی ہے، حتیٰ کہ مشرکین کے خداؤں کو برانہ کہنے کا حکم دیا گیا ہے کہ جو باہو بھی اللہ کو برا کہیں گے۔ قرآن مسلمانوں کو صاف حکم دیتا ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ [الانعام: ۱۰۸]

”یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں، انہیں گالیاں نہ دو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔“

آج بعینہ یہی صورت حال ہے کہ ایک دوسرے کے موقف سے جہالت کی بنا پر، اہل مسالک باہم دست و گریباں ہیں۔ اگر وہ ایک دوسرے کے موقف کو عدل و انصاف اور امانت و دیانت کے ساتھ مطالعہ کریں تو ہر ایک پر دوسرے کی غلطی اور درستی واضح ہو جائے گی۔

اس حدیث کی روشنی میں، مختلف مسالک کے مسلمانوں کو کم از کم یہ خیال ضرور رکھنا چاہیے کہ وہ نہ کسی کو تکلیف دینے اور نہ کسی سے تکلیف اٹھانے کے اصول کے تحت، اپنا اپنا کام جاری رکھتے ہوئے حق کی جستجو کو مقدم رکھیں۔ جہاں حق نظر آ جائے اس کو کسی تعصب و عناد کے بغیر فوراً قبول کر لیں اپنی وابستگیوں کو نہ دیکھیں۔ یہی ایک طریقہ ہے، جس سے اس امت کا شیرازہ یکجا ہو سکتا ہے۔ ورنہ باہمی سرمٹھنوں نے تو امت کے جسد سے اتحاد و اتفاق کی روح کو کھینچ لیا ہے۔»

### فقہ الحدیث

- ۱- بلاوجہ کسی کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہیے۔
- ۲- کوئی وجہ ہو تب بھی مسلمان کو عناد و احسان سے کام لینا چاہیے۔
- ۳- کسی کو تکلیف دیں گے تو آپ کو بھی تکلیف دی جائے گی۔
- ۴- مسلمان بے ضرر ہوتا ہے۔
- ۵- ضرر و ضرار کا دائرہ، پوری نسل انسانی کی حدود تک وسیع ہے۔
- ۶- زندگی کے تمام شعبوں میں ضرر و ضرار کی ممانعت ہے۔
- ۷- قرآن و سنت سے چند متعین مقامات درج ذیل ہیں، جہاں نام لے کر ضرر سے منع کیا گیا ہے:
  - وصیت میں ضرر کی ممانعت ہے۔
  - معاشرت میں ضرر کی ممانعت ہے۔
  - تجارت میں ضرر کی ممانعت ہے۔
  - ہمسایوں کے معاملے میں ضرر کی ممانعت ہے۔
  - فروعی اختلافات میں بھی ضرر کی ممانعت ہے۔





الحديث الثالث والثلاثون

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:  
”لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ، لَادَّعَى رِجَالٌ أَمْوَالَ قَوْمٍ وَ  
دِمَاءَهُمْ، لَكِنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِيِ وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ  
انْكَرَ“

حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَغَيْرُهُ هَذَا، وَبَعْضُهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ.



## نزاعی معاملات میں قانونی ضابطے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:

”اگر محض لوگوں کے دعووں کی بنیاد پر ہی فیصلے اُن کے حق میں کیے جانے لگیں تو لوگ تو قوم کے مال و جان پر دعویٰ کر دیں گے۔“

”لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ،  
لَا دَعَى رِجَالٌ أَمْوَالَ قَوْمٍ  
وَدِمَاءَهُمْ،

مگر (اصول یہ ہے کہ) دلیل (شہادت اور ثبوت) پیش کرنا دعوے دار کے ذمے ہے اور قسم اٹھانا انکار کرنے والے پر لازم ہے۔“

لَكِنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِي  
وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ“

[یہ حدیث حسن ہے صحیحی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اس کے بعض الفاظ بخاری و مسلم میں بھی آئے ہیں]

حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَغَيْرُهُ هَذَا، وَبَعْضُهُ  
فِي الصَّحِيحَيْنِ

تفہیم الفاظ

لو : اگر

- يُعْطَى: اس کو دیا جائے
- لَا دُعَى: ضرورہ مدعی بن بیٹھے/ ضرورہ دعویٰ کر دے
- الْبَيِّنَةُ: گواہی/ شہادت/ آنکھوں دیکھی صورت حال کا بیان/ کسی چیز کے حق ہونے کے بارے میں دلائل۔
- الْمُدْعَى: دعویٰ کرنے والا، اپنے حق کے حصول کے لیے عدالت سے رجوع کرنے والا۔
- الْيَمِينُ: قسم/ حلف/ کسی چیز کے حق یا باطل ہونے کے بارے میں حلفیہ بیان دینا
- أَنْكَرَ: اس نے انکار کیا/ وہ منکر ہوا

## شرح الحدیث

« حضرت عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ:

جَاءَ خَصْمَانِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَادْعَى أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْمُدْعَى: أَقِمْ بَيِّنَتَكَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَيْسَ لِي بَيِّنَةٌ، فَقَالَ لِلْآخَرِ: أَخْلِفْ بِاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ مَا لَهُ عَلَيْكَ أَوْ عِنْدَكَ شَيْءٌ»<sup>(۱)</sup>

”نبی ﷺ کے پاس دو جھگڑنے والے آئے، اور ان میں سے ایک نے دوسرے کے خلاف (اپنے کسی حق کا) دعویٰ کیا تو نبی ﷺ نے مدعی سے فرمایا: دلیل [شہادت] پیش کرو! اس آدمی نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس کوئی دلیل نہیں، پھر آپ ﷺ نے دوسرے آدمی سے فرمایا: اس اللہ کی قسم اٹھاؤ، جس کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں کہ تیرے ذمہ اس آدمی کا کوئی حق نہیں یا تیرے پاس اس کی کوئی چیز نہیں ہے۔“»

بَيِّنَةُ: دلیل (شہادت) ﷺ پیش کرنا، مدعی کے ذمے ہے، کیونکہ وہ ظاہری صورت حال کے خلاف دعویٰ کر رہا ہوتا ہے اور اسے بری الذمہ ہونے کیلئے یہ کام کرنا لازمی اور ضروری ہوتا ہے۔

« حدیث میں لفظ بَيِّنَةُ استعمال ہوا ہے۔ اس میں شاہدین [دو گواہ]، دلائل وقرائن اور وہ تمام معاونات آجاتے ہیں، جو مدعی کے دعوے کو حق ثابت کر رہے ہوں۔ عموماً مقدمات میں دیگر دلائل وقرائن کی نسبت، زیادہ واسطہ شہادت ہی سے رہتا ہے اور شہادت چھپانے کو گناہ قرار دیا گیا ہے قرآن مجید میں اس کے بارے میں آیا ہے:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ أِثْمٌ قَلْبُهُ» [البقرہ: ۲۸۳]

(۱) السنن الکبریٰ للنسائی ..... ۶۰۰۷



تعالیٰ کو اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس پر غضبناک ہوگا۔“

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (آل عمران: ۷۷)

”وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں، ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اللہ قیامت کے روز نہ ان سے بات کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا، بلکہ ان کے لئے تو سخت دردناک سزا ہے۔“

بہتر ہے کسی مقدمہ میں قسم اٹھانے والے فریق کو، سمجھہ کرنے کے لئے حج یہ آیت پڑھ کر سنا دے۔

۴۴ اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ کوئی ناحق دعویدار اپنے دلائل و دعویٰ کو اگر اپنے زور بیان کے ذریعے عدالت میں موثر طریقے سے پیش کر لیتا ہے اور عدالت اس کے حق میں فیصلہ دے دیتی ہے۔ تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ثابت ہو گیا ہے لہذا اب کسی کی چیز اس کی ملکیت بن گئی ہے یا یہ اپنے مخالف فریق کے مقابلے میں جھوٹا ہوتے ہوئے بھی سچا قرار دیا گیا ہے۔ قاضی شریح اس طرح کے مواقع پر اکثر فریقین کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اس مقدمہ میں تم جھوٹے ہو، لیکن میں گواہیوں کی روشنی میں فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں، لہذا تم کسی دوسرے کا حق اگر مجھ سے فیصلہ کرا کے لے لو گے تو تم اپنے لیے جہنم کی آگ ہی خریدو گے۔

دوسری طرف یہ تعلیم دی گئی کہ اگر مدعی سچا ہو، حق پر ہو، لیکن دلیل [شہادت] پیش نہ کر سکے اور مدعی علیہ قسم اٹھالے کہ یہ میرا حق ہے تو مدعی کو صبر کرنا چاہیے اور عدالت کے فیصلے کو قبول کرنا چاہیے۔ حضرت علیؑ کے دعوے کے خلاف حضرت شریحؑ کے فیصلے پر حضرت علیؑ کے رد عمل اور طرز عمل کی نوعیت یہی تھی۔ انہوں نے بلا حیل و حجت قاضی شریحؑ کے فیصلے کو قبول کر لیا تھا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ چور، جو ایک یہودی تھا، اسلام کے نظام عدل اور اہل اسلام کے اس نظام پر یقین و اعتماد کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔<sup>(۳)</sup>

(۳) یہ واقعہ یہودی کے ساتھ حلیہ الاذلیا ۱۳۹/۴، لسان المیزان ۳۴۲/۲ میں جبکہ نھرانی (عیسائی) کے ساتھ یہی ۱۰/۱۳۶

کنز العمال ۱۷۷۸۹ میں موجود ہے۔

## فقہ الحدیث

- ۱- مسلمان کا خون، مال اور آبرو، تینوں چیزیں قانونی طور پر قابلِ حرمت قرار دی گئی ہیں۔
- ۲- لہذا ان کی حرمت کو کسی قانونی جواز کے بغیر توڑا نہیں جاسکتا۔
- ۳- کسی شخص کے محض دعوے اور محض اُفواہ کی بنیاد پر، کسی کے خون، مال یا آبرو کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔
- ۴- مدعی کو اپنا دعویٰ اور موقف صحیح ثابت کرنے کے لیے، دلائل و شواہد پیش کرنا ضروری ہے۔
- ۵- اگر مدعی دلائل و شواہد پیش نہ کر سکے تو مدعی علیہ اپنا موقف حق ثابت کرنے کے لیے حلف اٹھائے۔
- ۶- شہادت رکھنے والے لوگوں کو، حتیٰ الوسع شہادت دینی چاہیے۔
- ۷- مدعی اگر جھوٹے دلائل و شواہد پیش کرتا ہے تو اس پر اسے اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔
- ۸- جھوٹے دلائل کی بنیاد پر کیا جانے والا غلط فیصلہ، کسی ناحق کو حق قرار نہیں دے سکتا، یہ محض ظاہری صورت حال کو مد نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ اصل صورت حال سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہوتا ہے۔
- ۹- مدعی علیہ بھی اگر جھوٹی قسم اٹھا کر کوئی فیصلہ اپنے حق میں کرائے تو وہ چیز اس کا حق قرار نہیں پاسکتی۔
- ۱۰- مدعی علیہ اگر جھوٹی قسم اٹھائے تو اس کو عذاب الہی سے ڈرنا چاہیے۔
- ۱۱- دنیا کے کسی بہت بڑے حق سے دستبردار ہو جانا، آخرت کے ادنیٰ عذاب سے بدرجہا بہتر ہے۔





الحدث الرابع والثلاثون

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه قَالَ:  
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا  
فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ  
فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أضعفُ الْإِيمَانِ"

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

## ایمان کا اعلیٰ، متوسط اور کمزور درجہ

”ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ: تم میں سے کوئی کسی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ (طاقت) سے بدل دے۔

اگر ہاتھ سے بدلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے بدلنے کی کوشش کرے اور اگر زبان سے بھی نہ بدل سکتا ہو تو دل سے بدل دے،

لیکن یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے“

[اے مسلم نے روایت کیا ہے]

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ:  
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ:  
”مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ  
بِيَدِهِ،

فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ،

فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ،

وَذَلِكَ أَوْعَفُ الْإِيمَانِ“

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

تفہیم الفاظ

رأى : اس نے دیکھا

مُنْكَرًا : برائی/ناپسندیدہ فعل  
 فَلْيَغْيِرْ : تب اسے بدل دینا چاہیے۔ ف + لام امر ساکن + فعل مضارع مجزوم  
 لَمْ يَسْتَطِعْ : اس میں طاقت نہ ہو/وہ طاقت نہ رکھے۔  
 أضعف : کمزور ترین/تیسری ڈگری ہے

### شرح الحدیث

#### برائی کو روکنے اور نیکی کو پھیلانے کا حکم

۴۱ اس حدیث میں برائی کو روکنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

قرآن مجید میں نیکی کی ترغیب دینے اور برائی سے روکنے کی ذمہ داری امت مسلمہ کے سپرد کی گئی ہے۔ متعدد مقامات پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تذکرہ کیجا ہوا ہے۔ چند مقامات دیکھیے!

وَلَسَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْغَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ [ال عمران: ۱۰۴]

”تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے، وہی فلاح پائیں گے۔“

دوسری جگہ فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [ال عمران: ۱۱۰]

”اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو، جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو۔“

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ [التوبة: ۷۱]

”مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے

ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی۔ یقیناً اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانہ ہے۔“

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ المُنْكَرِ وَ لِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ [الحج: ۴۱]

”یہ وہ لوگ ہیں، جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔“

یہ تو اہل ایمان کی صفات کا ذکر تھا۔ قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے بارے میں بھی انہی صفات کا ذکر فرمایا ہے:

يَا مَعْرُوفُ بِالمَعْرُوفِ وَ بِنَهْيِهِمْ عَنِ المُنْكَرِ [الاعراف: ۱۵۷]

”وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور بدی سے روکتا ہے۔“

ان آیات کے مطالعے سے یہ معلوم ہوا کہ ایمان محض نماز، روزہ اور حج زکوٰۃ کی ادائیگی کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ اس مکمل نظام زندگی کا نام ہے، جس میں ایک مسلمان خود نماز روزہ حج زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی ان کی ترغیب دیتا اور تبلیغ کرتا ہے۔

نیکی کی اس ترغیب کا ایک لازمی پہلو یہ ہے کہ اس نظام زندگی پر استوار ہونے والے معاشرے کے اندر پھیلنے والی برائیوں کو روکا جائے اور اس کے لیے مروج و مقبول تمام ذرائع استعمال کیے جائیں۔

برائی کی تردید اور نیکی کی تبلیغ کی تعلیم احادیث رسول میں بھی کثرت سے دی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللَّهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّةٍ حَوَارِيُونَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنِّيهِ وَيَقْتُلُونَ بِأَمْرِهِ، ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَ لَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيْمَانِ حَبَّةٌ خَرْدَلٍ ①

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان وأن الایمان یزید و یتقص و

”اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے جو بھی نبی بھیجا، اس کی امت میں سے اس کے ایسے اصحاب و حواری ہوتے تھے، جو اس کی سنت پر عمل کرتے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے، پھر ان کے بعد کچھ ایسے لوگ آتے گئے جو کچھ کہتے تھے، کرتے نہیں تھے اور وہ کام کرتے تھے، جس کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا۔ لہذا جس نے ایسے لوگوں سے ہاتھ سے جہاد کیا، وہ مومن ہے، جس نے زبان سے جہاد کیا، وہ بھی مومن ہے اور جس نے دل کے ساتھ جہاد کیا، وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔“

### اس فرض سے پہلو تہی پر عذاب کی وعید

یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترغیب تھی، لیکن اس فریضہ کی انجام دہی سے پہلو تہی برتنے پر سخت عذاب کی وعید بھی سنائی گئی ہے، جس سے اس فریضہ کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے:

قرآن مجید نے اس تصور اور رویے کی بھی لٹی کی ہے کہ انسان دوسروں کو تو نصیحت کرتا پھرے، مگر خود وہ کام نہ کرے۔ فرمایا:

اَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَ أَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ [البقرہ: ۴۴]

”کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو، مگر خود بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب (توراة) پڑھتے ہو، پھر کیوں نہیں سوچتے؟“

مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي هُمْ أَعَزُّ وَ أَكْثَرُ مِمَّنْ يَعْمَلُهُ فَلَمْ يُغَيِّرُوهُ إِلَّا عَمَّهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ (۲)

”جس قوم میں گناہوں کا ارتکاب کیا جاتا ہو، اور وہ قوم گناہ کرنے والوں سے قوت و تعداد میں زیادہ بھی ہو، لیکن اس گناہ کو روکنے کی کوشش نہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب کی پیٹ میں لے لے گا۔“

### اس فرض کی ادائیگی میں حکمت کو ملحوظ رکھنا

برائی کو روکنا ایک مومن کے ایمان کی علامت ہے، لیکن اس کی انجام دہی میں حکمت و مصلحت کو ملحوظ رکھنا بھی ناگزیر ہے، ہر موقع و مناسبت کی سازگاری کو دیکھتے ہوئے یہ ذمہ داری ادا کرنی چاہیے۔ حدیث میں اس عمل کے جو تین درجات بیان کیے گئے ہیں، ان کا یہی مفہوم ہے کہ برائی کو ہاتھ سے روکنا تو اعلیٰ درجہ ہے، لیکن اگر حالات

ایسے ہوں کہ ہاتھ کا استعمال خود اپنی جان کے لیے خطرہ بن جائے تو یہ رخصت دی گئی کہ زبان سے یہ ذمہ داری ادا کر دی جائے، لیکن اگر زبان کے استعمال سے بھی جان کا خطرہ لاحق ہو جائے، یا ذلیل و رسوا ہونے کا اندیشہ ہو تو کم از کم دل تو ایسی جگہ ہے، جس کے اندر اس برائی کے خلاف اضطراب کی آتش اور جدوجہد کا جذبہ سرد نہ ہونے پائے۔

سنن ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے:

حضرت عرس بن عیمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا عَمَلْتَ الْخَطِيئَةَ فِي الْأَرْضِ كَانَ مِنْ شَهْدَتِهَا فَكَبِّرْهَا كَمَنْ غَابَ عَنْهَا، وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَرَضِيهَا كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا. (۳)

”جب زمین پر کوئی گناہ کیا جائے تو وہاں پر موجود شخص اگر اس گناہ کو برا سمجھے تو وہ ایسے ہی ہے جیسے وہ وہاں موجود ہی نہیں تھا اور اگر کوئی شخص اس جگہ پر موجود نہیں تھا، مگر اس گناہ پر خوش تھا تو وہ ایسا ہی ہے، جیسے وہاں پر موجود تھا۔“

## ایمان کے کمزور ہونے کا مفہوم

ایمان کے کمزور ترین درجے سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہاتھ اور زبان سے برائی کو بدلنے کی طاقت نہ رکھنے والا جب دل سے اس برائی کو برا سمجھتا ہے تو اس کا ایمان دوسروں کے ایمان سے کم تر ہو جاتا ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ ایسے موقع پر برائی کو صرف برائی سمجھتا دینی ایمان ہے، کیونکہ عمل تو ایمان کا ہی ثمر ہوتا ہے اور نبی عن المنکر کے ضمن میں ایمان کا اعلیٰ ترین ثمر یہ ہے کہ مؤمن برائی کو صرف برائی سمجھنے پر ہی اکتفا نہ کرے، بلکہ اپنے ہاتھ سے اسے روک دے۔ اگر وہ اس کوشش میں قفل کر دیا جائے تو شہادت کا مقام پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کے متعلق بیان کیا ہے، وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

يَسْتَأْذِنُ الْصَّلَاةَ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَنَّهُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَضْبَرُ عَلَىٰ مَا آصَابَكَ (قرآن: لقمان)

”اے میرے بیٹے! نماز قائم کر، نیکی کا حکم دے، بدی سے منع کر اور جو مصیبت بھی پڑے اس پر صبر کر۔“

زبان سے برائی کو روکنے کی طاقت رکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ نبی عن المنکر کا فریضہ سرانجام

(۳) ابوداؤد کتاب الملاحم، باب الامر والنہی ..... ۳۲۳۵

دے، خواہ اس کی بات سنی جائے یا نہ سنی جائے۔ یہ حکم بھی ایسا ہی ہے، جیسے کسی شخص کو معلوم ہو کہ اس کے سلام کا جواب نہیں دیا جائے گا، لیکن پھر بھی وہ سلام کرے۔

یہاں یہ اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ برائی کو دل میں برائی جاننے سے تو اسے روکا نہیں جاسکتا تو رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا مفہوم کیا ہوگا کہ اگر ہاتھ اور زبان سے برائی کو بدلنے کی ہمت نہ ہو تو دل سے بدل دے۔

اس بات کا جواب یہ ہے کہ اس فرمان رسول ﷺ سے مراد یہ ہے کہ آدمی برائی کو برائی سمجھے، اس پر خوش نہ ہو اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر عمل کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے:

وَإِذَا مَرُّوا بِالْمَلْفِ مَرُّوا كَمَا مَرُّوا (الفرقان: ۷۲) ”اور (رحمن کے بندوں کا) اگر کسی لغو چیز کے پاس سے ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔“

### دینی جماعتوں اور اسلامی تحریکوں کا کردار

۴۴ اس وقت پوری دنیا میں عموماً اور پاکستان میں خصوصاً ایسی متعدد جماعتیں اور تحریکیں موجود ہیں، جن کی سرگرمیاں دین کی دعوت اور خیر کا پرچار ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ جماعتیں ایک بہت بڑا فریضہ انجام دے رہی ہیں، جس کے پہلو متعدد اور مختلف ہیں۔ کچھ جماعتوں کا کام تو محض دین کی طرف بلانا ہے اور کچھ دین کے نظام کے نفاذ کی داعی ہیں۔

ان جماعتوں کی اپنے اپنے میدان میں کامیابی یا ناکامی سے قطع نظر، ایک چیز کی کمی بہر حال موجود ہے کہ امر بالمعروف پر توجہ جاری ہے، لیکن نہی عن المنکر کی طرف توجہ نہیں ہے۔ بڑی طور پر یہ کام اگر کہیں ہو رہا ہے تو اس سے ذمہ داری کا ادا ہو جانا لازمی نہیں ٹھہرتا۔ لہذا اجتماعی اور قومی سطح پر نہی عن المنکر کا اہتمام وقت کی ضرورت ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ یہ کام ہاتھ کی قوت سے ہی انجام دیا جائے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہاتھ کی قوت کا استعمال بالکل ترک کر دیا جائے۔ یہ تو موقع و محل کی مناسبت پر منحصر ہے۔ بہر حال کرنے کا کام یہ ہے جو اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں امر بالمعروف کا تذکرہ نہیں ہے۔ صرف نہی عن المنکر کا ذکر ہے۔ تمام دینی جماعتوں کو ایک مشترکہ لائحہ عمل کے ذریعے یہ کام انجام دینا چاہیے۔ بصورت دیگر کم از کم اقامت دین کی داعی جماعتوں کو تو اس جانب ضرور توجہ دینی چاہیے۔

## فقہ الحدیث

- ۱- نبی عن المنکر [برائی کو روکنا] فرض ہے۔
- ۲- قوت کے ساتھ برائی کو روک دینا، نبی عن المنکر کے سلسلے میں ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- ۳- زبان سے برائی کی تردید کر دینا اور وعظ و نصیحت کر دینا ایمان کا متوسط درجہ ہے۔
- ۴- دل میں برائی کو برا جانا، ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔
- ۵- امر بالمعروف اور نبی عن المنکر [نیکی کی ترغیب دینا اور برائی سے روکنا] مسیئہ مسلمہ کی شرعی ذمہ داری ہے۔
- ۶- یہ محض امتوں پر عائد کی گئی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ انبیاء بھی اسی کے مکلف تھے۔
- ۷- برائی کو ہاتھ، زبان اور دل سے روکنا اور برا جانا، ایمان کی علامت ہے۔
- ۸- اس فریضہ کی انجام دہی سے پہلو تہی، عذاب خداوندی کا باعث بن سکتی ہے۔
- ۹- بروں کے اوپر نازل ہونے والا عذاب برائی کو نہ روکنے والے نیکوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔
- ۱۰- برائی کو روکنے کی کوشش کرنے والا بری الذمہ ہو جاتا ہے، خواہ وہ برائی کرنے والوں کے ساتھ موجود ہو، بشرطیکہ وہ دل سے اس کو برا جانے۔
- ۱۱- برائی پر خوش ہونے والا بروں میں شمار ہو جاتا ہے، خواہ وہ برائی کرنے والوں کے ساتھ موجود نہ ہو۔
- ۱۲- امر بالمعروف اور نبی عن المنکر کے دوران مصیبتوں کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے، جن پر صبر کرنا لازمی ہے۔
- ۱۳- برائی کو دل میں برا جاننے سے برائی رک تو نہیں سکتی، لیکن آدمی اپنا ایمان بچا لیتا ہے، اور بری الذمہ ہو جاتا ہے۔





عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم:

لَا تَحَاسِدُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا تَبَاغِضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا،  
وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ  
إِخْوَانًا. الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا  
يَكْذِبُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ، التَّقْوَى هُنَا، وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ  
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. بِحَسَبِ أَمْرِي مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ  
الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَ  
عِرْضُهُ“

رواه مسلم

## مسلمانوں کے باہمی معاشرتی اور قانونی حقوق

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم:

ایک دوسرے سے حسد نہ کرو!

لَا تَحَاسَدُوا،

ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کی خاطر (نیلامی میں) بھاؤ نہ بڑھاؤ!

وَلَا تَنَاجِسُوا،

ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو!

وَلَا تَبَاغَضُوا،

اور ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرا کرو!

وَلَا تَدَابَرُوا،

اور تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے

وَلَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ،

سودے پر سودا نہ کرے!

اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو!

وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا.

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے

الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ

وہ اس پر ظلم نہیں کرتا

لَا يَظْلِمُهُ

وَلَا يَخْدُلُہٗ، نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑتا ہے،

وَلَا يَكْذِبُہٗ، نہ اس کو جھوٹا سمجھتا ہے

وَلَا يَحْقِرُہٗ، نہ اسے حقیر جانتا ہے۔

الْعُقُوبِیٰ هُنَّہَا، تقویٰ یہاں ہے!

وَيُشِيرُ اِلٰی صَدْرِہٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ یہ فرماتے ہوئے آپ نے تین بار اپنے سینے

کی طرف اشارہ کیا

آدمی کے بُرا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔

بِحَسْبِ اَمْرِیْ مِنْ الشَّرِّ

أَنْ يَحْقِرَ اٰخَاہُ الْمُسْلِمِ،

مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلٰی الْمُسْلِمِ

حَرَامٌ،

اس کا خون بھی، اس کا مال بھی، اس کی عزت و آبرو بھی

دَمُہٗ وَمَالُہٗ وَ عِرْضُہٗ“

[اسے مسلم نے روایت کیا ہے]

رَوَاہُ مُسْلِمٌ

### تفہیم الفاظ

لَا تَحَاسَدُوا: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔

حسد کسی کی نعمت کے زوال اور اپنے لیے اس نعمت کے حصول کی آرزو اور خواہش کا نام ہے۔

لَا تَنَاجَشُوا: باہم قیمت نہ بڑھاؤ۔

نَجَش کسی چیز کو خریدنے کی نیت کے بغیر محض اس لیے بولی دینا کہ چیز کی قیمت بڑھ جائے

اور دوسرا وہ چیز جسے داموں خریدے۔

باہم بغض نہ رکھو۔

لَا تَبَاغَضُوا:

باہم بے رنجی اختیار نہ کرو۔

لَا تَذَابَرُوا:

اوپر مذکور چاروں جملے باب مفاعلہ کے افعال امر پر مشتمل ہیں۔ اس باب کی خصوصیات میں ایک خاصیت اشتراک/شراکت ہے، یعنی ایک آدمی دوسرے کے ساتھ جو سلوک کرتا ہے دوسرا بھی جواب میں، ویسا ہی سلوک پہلے آدمی سے کرتا ہے۔

چونکہ یہ معاملہ دونوں اطراف سے ہوتا ہے اور منفی صفات میں اگر یہ شروع ہو جائے تو اس کے رکنے اور تھمنے کا امکان اس لیے کم ہوتا جاتا ہے کہ ہر فریق اپنا انتقام لینے کی کوشش کرتا ہے۔ لہذا نبی ﷺ نے اس طرح کے کاموں سے مسلمانوں کو منع فرما دیا، جن سے باہمی رنجش اور انتقام کی آگ جنم لے۔

نہ سودا کرے/ نہ خریدے

لَا يَبِيعُ :

کسی کی خرید/ کسی کا سودا۔

يَبِيعُ بَغْضٍ :

نہیں وہ ظلم کرتا اس پر۔

لَا يَظْلِمُ :

نہیں وہ بے یار و مددگار چھوڑتا اسے/ نہیں وہ ہاتھ کھینچتا اس کی مدد سے

لَا يَخْذُلُ :

نہیں وہ غلط بیانی کرتا اس سے/ نہیں وہ جھوٹ بولتا اس سے

لَا يَكْذِبُ :

نہیں وہ حقیر سمجھتا اسے

لَا يَحْقِرُهُ :

یہاں۔ اسم اشارہ

هٰنَا :

آپ ﷺ اشارہ کر رہے تھے۔

يُشِيرُ :

مرتباً بار، مَرَّةً کی جمع ہے۔

مَرَاتٍ :

کافی ہے۔

بِحَسْبٍ :

یہ کہ وہ حقیر سمجھے/ یہ کہ وہ کم تر سمجھے

أَنْ يَحْقِرَ :

## شرح الحدیث

« اس حدیث میں اسلامی معاشرے کے افراد کے باہمی حقوق کا بیان ہے۔ جو مسلمان ان حقوق کو ادا

کرنے کی کوشش کرے گا، وہ اخلاق کے اعلیٰ مراتب پر بھی فائز ہوگا اور اپنی ذمہ داری سے بھی عہدہ برآ ہوگا۔ انسان کی ایک فطری خامی یہ ہے کہ وہ دوسروں سے حقوق لینے کا متنی تو ہوتا ہے، مگر خود دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں بخل سے کام لیتا ہے۔ اسلام نے انسان کی اس خامی کو حدود کا پابند بھی کیا ہے اور ترغیب کے ذریعے اس کے نیک جذبوں کو ابھارا بھی ہے۔ اس حدیث میں چند حقوق کا ذکر ہے۔ لیکن معاشرے کا ہر فرد اگر ان حقوق کو ادا کرنے کا اہتمام کرنے لگے تو نسل انسانی کا یہ گلستانِ محبت و اخوت، امن و سلامتی کی خوشبوؤں سے مہک اٹھے گا۔

### ایک دوسرے سے نہ حسد کرنا [لَا تَحَاسَدُوا]

اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ کسی سے حسد نہ کیا جائے۔ کچا یہ کہ مسلمان اس فعل میں انتقامی اور مقابلہ کی صورت حال پیدا کر لیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّا كُمْ وَالْحَسَدَةُ، فَإِنَّ الْحَسَدَةَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (۱)

”حسد سے بچو! حسد نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے، جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔“

ایک دوسری حدیث میں حسد کی تباہ کاری اور خطرناکی کو بھی بیان فرمایا اور اس کے تریاق کا بھی ذکر کر دیا۔

حضرت زبیر بن عوامؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأَمَمِ قَبْلَكُمْ: الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ، وَالْبَغْضَاءُ هِيَ الْحَالِقَةُ خَالِقَةُ الدِّينِ لَا خَالِقَةَ الشُّعْرِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوْ لَا أُبَشِّرُكُمْ بِشَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ! أَلْفُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ (۲)

”پہلی امتوں کا مرض: حسد اور بغض تمہارے اندر بھی سراپت کر گیا ہے اور بغض تو موٹھ ڈالنے والا مرض ہے۔ بالوں کو موٹھ نے والا نہیں دین کو موٹھ ڈالنے والا! قسم ہے اس ذات کی! جس کے دستِ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے۔ تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک باہم محبت نہ کرنے لگو اور کیا میں تمہیں ایسی چیز کے بارے میں بتا نہ دوں؟ جب تم یہ کرو گے تو باہم محبت کرنے لگو گے [وہ چیز ہے] اپنے درمیان سلام کو عام کرو!“

(۱) ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فی الحسد ..... ۶۹۰۳

(۲) ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب فی فضل صلاح ذات البین ..... ۲۵۱۰، احمر ۱/۱۶۳

حدیث میں حسد کرنے اور کسی کے حسد کے جواب اور انتقام میں اس سے حسد کرنے سے منع کیا گیا ہے  
حاسد سے انتقام لینے کی تو ضرورت ہی نہیں رہتی، وہ بے چارہ تو حسد کی آگ میں ہی اپنا سینہ جلا رہا ہوتا ہے۔  
کسی دانا کا کہنا ہے:

كَفَى بِالْحَامِدِ اِنَّهُ يَغْتَمُ وَقْتُ سُورِكَ

”حاسد کے لیے تو یہی سزا کافی ہے کہ وہ تمہاری خوشی کے وقت رنجیدہ رہے۔“

ایک شاعر نے حاسد کی بے چارگی کا یوں نقشہ کھینچا ہے:

دَعِ الْحَسُودَ وَمَا يَلْقَاهُ مِنْ كَمَدِهِ      كَفَاكَ مِنْهُ لَهَيْبُ النَّارِ فِي كَبَدِهِ  
اِنَّ لَمَتَ ذَا حَسَدٍ نَفْسَتْ كُرْبَتَهُ      وَاِنَّ مَكَّتْ لَفَقْدَ عَائِنَتِهِ بِيَدِهِ

”حاسد کو اس کے حزن و غم میں پزار بنے دو۔ تمہارے اطمینان کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کے جگر  
میں آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔“

”اگر تم کسی حاسد کی ملامت کرو گے تو اس طرح تم اس کی پریشانی دور کر دو گے اور اگر تم خاموش رہو  
گے تو گویا اپنے ہاتھ سے اسے سزا دو گے۔“

دھوکہ دینے کے لیے بھاؤ نہ بڑھانا [لَا تَنَاجَشُوا]

نجش کا مفہوم کسی چیز کی بلندی اور زیادتی ہے اور اس حدیث کے الفاظ لَا تَنَاجَشُوا میں اس کا معنی یہ ہے  
کہ ایک آدمی دوسرے کو دھوکہ دینے کی غرض سے سامان کی قیمت کو بڑھا دے، جبکہ خود نہ خریدنا ہو۔ ایسا کرنا حرام  
ہے، کیونکہ یہ فریب کاری اور دھوکہ دہی ہے۔ « عموماً یہ طرز عمل ہم نیلامی کے موقع پر دیکھتے ہیں۔ سامان کا مالک  
کچھ مصنوعی گاہکوں سے بولی دلا کر قیمت بڑھاتا ہے اور اصلی گاہک کو دھوکہ دے کر زیادہ قیمت وصول کرتا ہے۔  
اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً اگر دو آدمیوں کے درمیان کوئی سودا ہو رہا ہے تو تیسرا آدمی درمیان میں آ  
کر پہلے خریدار سے بڑھ کر قیمت لگا دے اور چیز نہ خریدے۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ منڈیوں میں ”کرائے کے  
خریدار“ جھوٹی بولی لگا کر قیمت بڑھا دیتے ہیں اور خریدار کو ہنگے داموں چیز خریدنے پر مجبور کرتے ہیں۔ البتہ اگر  
نیلام کے طریقے پر بولی لگ رہی ہو تو وہاں قیمت بڑھا کر خریداری کرنا جائز ہے۔ لیکن اس موقع پر بھی فروخت  
کنندہ کو مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ آخری بولی پر چیز فروخت کر دے۔ یہ اس کے اوپر منحصر ہے کہ اگر وہ بیچنا چاہتا ہے تو

بچ دے اور نہیں بچنا چاہتا تو نہ بیچے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ نَهَى عَنِ النَّجْشِ (۳)

”رسول اللہ ﷺ نے نجش سے منع فرمایا ہے۔“

اس کے بعد نجش کا ذکر ہے نجش عموماً حسد کے ہم معنی استعمال ہوتا ہے اور حسد کا ذکر اور پر گزر چکا ہے۔

### مسلمان بھائی سے پیٹھ نہ پھیرنا! [لَا تَدَابِرُوا]

ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ناراض ہو کر اسے چھوڑ دے اور اگر کہیں راہ چلتے اس کو دیکھ لے تو پیٹھ پھیر کر گزر جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَجُزُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ. يَلْقِيَانِ فَيُعْرِضُ هَذَا وَ يُعْرِضُ هَذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ (۴)

”کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کو تین دن سے زائد (ناراض) چھوڑ دے کہ (اس دوران) دونوں کا ایک دوسرے سے آمنہ سامنا ہو جائے تو ایک اس طرف منہ پھیر رہا ہو اور دوسرا اس طرف۔ ان میں سے بہترین شخص وہ ہے، جو سلام کرنے میں پہل کرے۔“

### مسلمان بھائی کے سودے پر سودا نہ کرنا [لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ]

بھائی کے سودے پر سودا کرنا یہ ہے کہ ایک شخص کوئی چیز خریدے تو بیچنے والا اس قیمت یا اس سے کچھ زیادہ قیمت پر کسی اور کے ہاتھ بیچنے کی غرض سے اس سودے کو توڑ دے۔ اور سودے پر سودا کرنا تو حرام ہے۔ دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے طے شدہ سودے پر اپنا سودا کر ڈالے۔

یہ حکم محض مسلمان بھائی کے سودے کے ساتھ ہی مخصوص نہیں، بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی اسی اخلاق کا مظاہرہ کیا جانا چاہیے۔ دراصل یہ تمام صورتیں اس باہمی نجش اور اعراض کا سبب بنتی ہیں، جس سے حدیث میں منع کیا گیا ہے۔

(۳) صحیح بخاری، کتاب الحیل، باب ما یکرہ من التناجش ..... ۶۹۶۳

(۴) صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب الهجرة ..... ۶۰۷۷، صحیح مسلم ..... ۲۵۶۰

« حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ <sup>(۵)</sup>

”کوئی آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر نکاح کا پیغام بھیجے، مگر اس صورت میں کہ وہ [بھائی] اسے اجازت دے دے۔“

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَسِمُ الْمُسْلِمُ عَلَى سَوْمِ الْمُسْلِمِ <sup>(۶)</sup>

”کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کے سودے پر سودا نہ کرے۔“

### انحوتِ اسلامی اور اس کے تقاضے

رسول اللہ ﷺ نے باہمی حسد، بخش، بغض، ناراضی اور دوسروں کے سودے پر سودا کرنے سے منع فرمانے کے بعد اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا: ”اللہ کے بندو بھائی بن جاؤ!“ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اس انحوت کی مثال یوں دی گئی ہے:

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادُّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهْمِ وَالسَّهْمِ [بخاری و مسلم]

”باہمی مودت اور رحم و مہربانی میں مومنوں کی مثال جسم جیسی ہے کہ جب اس کے ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم حرارت اور بے چینی سے تڑپ اٹھتا ہے۔“

حضرت ابو موسیٰ نبیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا <sup>(۷)</sup>

”ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے، عمارت کا ایک حصہ دوسرے حصے کو طاقت دیتا

(۵) صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحريم الخطبة على خطبة أخيه حتى يأذن أويترك ..... ۱۳۱۲

(۶) صحیح مسلم، کتاب البيوع، باب تحريم بيع الرجل على بيع أخيه ..... ۱۵۱۵

(۷) صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب نصر المظلوم ..... ۲۳۳۶

ہے۔“

نبی اکرم ﷺ نے مسلمان معاشرے کی اخوت بیان کرنے کے بعد اس کے تقاضوں میں سے چند ایک کا ذکر فرمایا ہے اور یہ تقاضے بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے امر و نہی کا انداز اختیار نہیں فرمایا بلکہ ان تقاضوں کو ایک مسلمان کی صفات کے طور پر بیان فرمایا۔

(۱) **مسلمان بھائی پر ظلم نہ کرنا:**

ظلم کی حرمت تو مطلقاً قرآن و حدیث میں بیان ہوئی ہے اور ایک مسلمان کے اوپر ظلم کرنا تو اور بڑا گناہ ہے۔ چونکہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی قرار دیے گئے ہیں، لہذا جس طرح بھائی اپنے بھائی کے اوپر ظلم کرنا پسند نہیں کرتا، اسی طرح ایک مسلمان بھی اپنے مسلمان بھائی کے اوپر ظلم نہ کرے اور مسلمان کی یہ نشانی ہے کہ وہ اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا۔ ▶▶

(۲) **مسلمان بھائی کو بے یار و مددگار نہ چھوڑنا:**

مسلمان کو بے یار و مددگار نہ چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی تائید و حمایت کرتا ہے یا جب وہ اپنا کوئی حق لینے کا کسی سے مطالبہ کرتا ہے تو بھی دوسرا مسلمان اس کی آواز میں آواز ملاتا ہے۔ اس کی نصرت و اعانت کرتا اور حتی المقدور اس پر ہونے والے ظلم و زیادتی میں اس کا دفاع کرتا ہے۔

« مسلمان کی مدد و نصرت اور حق کے معاملے میں اس کی تائید و حمایت نہ کرنے پر حدیث میں سخت وعید بیان کی گئی ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ أَمْرٍ يَخْدَلُ أَمْرًا مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ تَنْتَهَكُ فِيهِ حُرْمَتَهُ وَيَنْقُصُ فِيهِ مِنْ عَرَضِهِ إِلَّا خَدَلَهُ اللَّهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نَصْرَتَهُ، وَمَا مِنْ أَمْرٍ يَنْصُرُ مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ يَنْقُصُ فِيهِ مِنْ عَرَضِهِ وَتَنْتَهَكُ فِيهِ حُرْمَتَهُ إِلَّا نَصَرَهُ اللَّهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نَصْرَتَهُ (۸)

”کوئی مسلمان کسی مسلمان کو ایسی جگہ پر بے یار و مددگار چھوڑ دے جہاں اس کی حرمت پامال اور آبرو برباد کی جا رہی ہو تو اللہ تعالیٰ اس [مدد نہ کرنے والے] کو ایسی جگہ بے یار و مددگار چھوڑے گا جہاں وہ اس کی نصرت کا

(۸) ابوداؤد کتاب الأدب، باب الرجل يذب عن عرض أخيه ..... ۳۸۸۲

آرزو مند ہو۔ اور کوئی مسلمان کسی مسلمان کی ایسے موقع پر مدد کر دے جہاں اس کی بے عزتی کی جا رہی ہو اور حرمت کو ضائع کیا جا رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس [مدد کرنے والے] کی ایسی جگہ پر مدد کرے گا جہاں وہ چاہتا ہو کہ اس کی مدد کی جائے۔“

حضرت ابو امامہ بن سہل اپنے باپ سے اور وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:  
مَنْ أُذِلَّ عِنْدَهُ مُؤْمِنٌ فَلَمْ يَنْصُرْهُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيَّ أَنْ يَنْصُرَهُ أَذَلَّهُ اللَّهُ عَلَيَّ زُؤْمِسِ الْخَلَائِقِ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۹)

”جس شخص کے سامنے کسی مومن کو بے آبرو کیا گیا، لیکن اس شخص نے اس کی مدد نہ کی، حالانکہ مدد کرنے کی طاقت رکھتا تھا تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مخلوق کے سامنے اسے بے آبرو کرے گا۔“

ایک دوسری حدیث میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:  
الْمُؤْمِنُ مِنْ مِرَاةِ الْمُؤْمِنِ، الْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ يَكْفُ عَنْهُ ضِعْفَتَهُ وَيَحْوَطُهُ مِنْ وَرَائِهِ (۱۰)  
”مومن دوسرے مومن کے لیے آئینہ ہے، مومن مومن کا بھائی ہے۔ وہ اس کے نقصان کو روکتا اور اس کی غیر موجودگی میں اس کا دفاع کرتا ہے۔“

### ۳) مسلمان بھائی سے جھوٹ نہ بولنا:

جھوٹ بھی ایسی برائی ہے، جس کی مطلق قرآن و حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ لیکن خاص طور پر ایک مسلمان کے تو یہ شایان شان نہیں ہے کہ وہ جھوٹ سے سروکار رکھے اور پھر اپنے ہی بھائی کے ساتھ جھوٹ بولے، یہ تو مسلمان کے منصب کے منافی ہے۔

حضرت انس بن سمانؓ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:  
كَبُرَتْ خِيَانَةٌ أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيثًا هُوَ لَكَ مُصَدِّقٌ وَأَنْتَ لَهُ بِهِ كَاذِبٌ (۱۱)  
”یہ سب سے بڑی خیانت ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے اور وہ تیری بات کو سچ سمجھ رہا ہو، جبکہ تو اس کے ساتھ جھوٹ بول رہا ہو۔“

(۹) احمد ۳/۲۸۷

(۱۰) ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فی النصیحة والحیاطة ..... ۳۹۱۸

(۱۱) ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فی المعارض ..... ۳۹۷۱

(۴) مسلمان بھائی کو حقیر نہ جاننا

کسی کو حقیر جاننا، خود شکبر ہونے کی دلیل یا تمہید ہے۔ جب انسان کے دل میں خود پسندی اور خود فریبی آنے لگے تو وہ دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ چیز اسے شکبر بنا ڈالتی ہے جو اس کے لیے سراسر تباہی و ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے۔ انسان کی اس نفسیات کو قرآن مجید نے یوں لگام دی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرُوْا مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءً مِنْ نِّسَاءِ عَسَىٰ اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ [المحجرات: ۱۱]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔“

”کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو حقیر نہیں جانتا“ کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی اپنے بارے میں یہ یقین نہ کر لے کہ وہ دوسروں سے بہتر ہے، بلکہ اسے یہ سمجھنا چاہیے کہ دوسرے اس سے بہتر ہیں۔ وہ کسی کے یا اپنے انجام کے بارے میں بھی کوئی بات نہ کرے کیونکہ انجام اچھا بھی ہو سکتا ہے اور برا بھی، اور انسان نہیں جانتا کہ کسی کا یا اس کا اپنا انجام کیا ہوگا۔ جب وہ کسی مسلمان بچے کو دیکھے تو اسے یہ خیال کرنا چاہیے کہ یہ بچہ اس اعتبار سے مجھ سے بہتر ہے کہ اس کے اوپر گناہوں کا بوجھ نہیں ہے اور اگر کسی مسلمان آدمی کو دیکھے تو اس اعتبار سے اس کو اپنے سے بہتر سمجھے کہ وہ مجھ سے پہلے اسلام پر عمل پیرا ہے۔ حتیٰ کہ اگر وہ کسی کافر کو دیکھے تو اس کو بھی جہنمی نہ کہہ دے، ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے اور اسی حالت میں فوت ہو کر رب کی رضا حاصل کر لے۔

آدمی کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر سمجھے۔ یعنی اس عظیم برائی پر وہ سزا کا مستحق ٹھہر سکتا ہے۔

تقویٰ یہاں ہے!

رسول اللہ ﷺ کا التقویٰ ہنہنا فرماتے ہوئے سینے کی طرف اشارہ کرنا، اصل میں دل کی طرف اشارہ تھا اور یہ قول رسول ﷺ تو گزر چکا ہے کہ اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ. اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ. (۱۲) ”جان لو کہ جسم میں ایک ٹوٹھڑا ہے جب یہ درست ہو

جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب یہ فساد کا شکار ہو جائے تو سارا جسم فساد میں مبتلا ہو جاتا ہے، جان لو کہ یہ لو تھڑا دل ہے۔“

« دل سے متعلق دوسری بات یہ ہے کہ تقویٰ کا اصل مقام دل ہے اور دل کی حقیقت کے بارے میں اللہ تعالیٰ تو خوب آگاہ ہے اور اس نے معاملات کا جو فیصلہ کرنا ہے، وہ دل کی کیفیت کے پیش نظر ہی ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ (۱۳)  
 ”خبردار رہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مال و دولت کی طرف نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔“

دنیا میں کتنے ہی خوب صورت اور مال و دولت سے بھرے پڑے، شان و شوکت سے بے سنورے لوگ ایسے ہیں جن کے دل بے کار ہیں اور کتنے ہی ایسے ہیں جن کے پاس ان چیزوں میں سے کچھ بھی نہیں لیکن ان کے دل تقویٰ سے بھرے پڑے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اُسے پورا کر دیتا ہے۔

حضرت حارث بن وہب نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ: كُلُّ ضَعِيفٍ مُسْتَضْعَفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا يَبْرُهُ، إِلَّا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ: كُلُّ غَتَلٍ جَوَاطِ مُسْتَكْبِرٍ (۱۴)

”کیا میں تمہیں اہل جنت کے بارے میں نہ بتا دوں؟ ہر ضعیف و ناتواں [اہل جنت میں سے ہے] جو اللہ کے نام کی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دیتا ہے۔ کیا میں تمہیں اہل جہنم کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہر بد عمل غرور و تکبر میں مبتلا شخص اہل جہنم میں سے ہے۔“

## مسلمان کے خون اور مال و آبرو کی حرمت

ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت و آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

اس بات کو آپ ﷺ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں یوں بیان فرمایا ہے:

(۱۳) صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحريم ظلم المسلم و خذله و احتقاره ودمه و عرضه و ماله ..... ۲۵۶۲

(۱۴) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب عتل بعد ذلك زنیم ..... ۳۹۱۸، صحیح مسلم ۲۸۵۳

إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا (۱۵)

”بے شک تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا آج کا یہ روز تمہارے اس مہینے میں اور اس شہر میں قابلِ حرمت ہے۔“

۴۱ کسی دوسرے کے مال کی حرمت کے بارے میں جس قطعیت کے ساتھ احکام قرآن و حدیث میں آئے ہیں ہم اسی قدر اس معاملے کو غیر اہم سمجھتے ہوئے مالی معاملات کرتے ہیں۔ ہمارے اپنے وضع کردہ ضابطوں، قاعدوں اور حرص و طمع کی وجہ سے پیش کیے جانے والے دلائل کسی مسلمان کی دولت کو اس وقت تک قطعاً حلال نہیں کر سکتے، جب تک وہ اپنی آزاد مرضی سے خرچ کرنے یا دینے کے لیے تیار اور آمادہ نہ ہو جائے۔ کسی کی دولت پر از خود تصرف کرنا تو درکنار کسی کی معمولی لاشی کو اپنے قبضے میں لے لینے کی بھی شریعت میں ممانعت آئی ہے۔

حضرت سائب بن یزیدؓ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ عَصَا أَخِيهِ لَا عِبَاءً وَلَا جَادًا، فَمَنْ أَخَذَ عَصَا أَخِيهِ فَلْيَبْرُكْهَا إِلَيْهِ (۱۶)

”تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی لاشی، نہ تو مذاق میں لے اور نہ سنجیدگی سے! جس نے اپنے بھائی کی لاشی لی ہو، وہ اسے واپس کر دے۔“

مسلمان کی آبرو کے بارے میں حضرت ثوبانؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا تُؤَدُّوا عِبَادَ اللَّهِ وَلَا تُعَيِّرُوهُمْ وَلَا تَطْلُبُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ طَلَبَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ طَلَبَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ حَتَّى يَفْضَحَهُ فِي بَيْتِهِ (۱۷)

”اللہ کے بندوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ! نہ ان کی عیب چینی کرو! نہ ان کی پردہ دری کرو! پس جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی خفیہ باتیں اور عیوب (لوگوں پر) ظاہر کر دے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب لوگوں پر کھول دے گا حتیٰ کہ اس کے گھر کے اندر ہی اس کو رسوا کر کے رکھ دے گا۔“

کراچی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مسلمان کی غیبت کرنا اور اس کی آبرو کو داغدار کرنا، گناہ

(۱۵) مجمع الزوائد ۳/۲۷۰

(۱۶) ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لا يحل لمسلم أن يروى مسلماً ..... ۲۱۶۰

(۱۷) احقر ۵/۲۷۹

کبیرہ ہے، کیونکہ اس کا ذکر خون اور مال کی حرمت کے ساتھ آیا ہے اور اس کے گناہ کبیرہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کو یوم عرفہ، ماہ ذوالحجہ اور شہر مکہ کی حرمت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی تو اس شہر، یوم اور ماہ کی حرمت کو پامال کرنے پر عذاب الیم کی وعید سنائی ہے کہ: **وَمَنْ يُؤْذِ بِالنَّحَادِ بِظُلْمٍ نُدِقْنَاهُ مِنْ عَذَابِ الْإِيمِ (الحج: ۲۵)** ”اس (مسجد حرام) میں جو بھی راستی سے ہٹ کر ظلم کا طریقہ اختیار کرے گا، اسے ہم دردناک عذاب کا مزا چکھائیں گے۔“

### فقہ الحدیث

- ۱- حسد کرنا بھی حرام ہے اور دوسروں کے منہی رویوں کے مقابلے میں جوابی حسد بھی حرام ہے۔
- ۲- حسد نیکیوں کو کھاجاتا ہے۔
- ۳- کسی سے بغض رکھنا بھی جائز نہیں اور دوسروں کے بغض کے جواب میں ان سے بغض کرنا بھی ممنوع ہے۔
- ۴- بغض تو دین کو ہی جڑ سے کاٹ ڈالتا ہے۔
- ۵- مسلمان سے بے رخی برتاؤ، یا اس کی بے رخی کے جواب میں بے رخی اختیار کرنا بھی ممنوع ہے۔
- ۶- کسی کو نقصان پہنچانے، یا مہنگے داموں چیز خریدنے پر مجبور کرنے کے لیے بولی لگا کر بھاؤ بڑھانا ممنوع ہے۔
- ۷- کسی کے سودے پر سودا کرنا بھی ممنوع ہے۔
- ۸- مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، لہذا ان کو بھائیوں کی طرح رہنا چاہیے۔
- ۹- مسلمان پر ظلم کرنا حرام ہے۔
- ۱۰- مسلمان کو مشکل وقت میں بے یار و مددگار چھوڑنا بھی حرام ہے۔
- ۱۱- مسلمان سے جھوٹ بولنا حرام ہے۔
- ۱۲- مسلمان کو حقیر سمجھنا بھی حرام ہے۔
- ۱۳- کسی کو حقیر جاننا تکبر کی علامت ہے اور تکبر اللہ کو ہرگز پسند نہیں۔
- ۱۴- مسلمان کا خون بہانا حرام ہے۔ لہذا یہ کہ کسی شرعی حق کی بنا پر اس کا قتل واجب ٹھہر جائے۔
- ۱۵- مسلمان کا مال کھانا حرام ہے۔ لہذا یہ کہ وہ اپنی آزاد مرضی (Free Will) سے کچھ خرچ کرے یا دے تو وہ

جائز ہے۔

- ۱۶- مسلمان کو بے عزت اور بے آبرو کرنا بھی حرام ہے۔
- ۱۷- تقویٰ کا اصل مقام دل ہے۔ دل صاف نہیں تو ظاہری اعمال بے معنی ہیں۔
- ۱۸- اسلام انسان کو اعلیٰ و ارفع اخلاق سے آراستہ ہونے کی تعلیم دیتا ہے۔
- ۱۹- اسلام محض عقیدہ و عبادات کا نام نہیں ہے، بلکہ اخلاق و معاملات بھی اسلام کا حصہ ہیں۔
- ۲۰- جس طرح عقیدہ و عبادات میں اخلاص ضروری ہے، اخلاق و معاملات میں بھی ناگزیر ہے۔
- ۲۱- حسد، بغض، رنجش، بے رخی وغیرہ نفاق کی علامتیں ہیں، ان کا استیصال ضروری ہے۔
- ۲۲- دوسروں سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے سے پہلے، اُن کے حقوق ادا کرنا ضروری ہے۔



عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:

”مَنْ نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ الدُّنْيَا نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ  
 كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسِّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسِّرَ  
 اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا، سَتَرَهُ  
 اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ  
 فِي عَوْنِ أَخِيهِ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا  
 سَهَّلَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ  
 مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا  
 نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ  
 الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ، وَمَنْ بَطَأَ بِهِ عَمَلُهُ  
 لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ.“

رواه مسلم بهذا اللفظ

## مسلمانوں کے باہمی انسانی حقوق

### حصولِ علم کی رفعتِ شان

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كَرْبَةً مِنْ كَرْبِ الدُّنْيَا

کالیف میں سے ایک تکلیف دور کر دی

نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ كَرْبَةً مِنْ كَرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ،

اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی تکالیف میں سے ایک تکلیف دور کر دے گا

وَمَنْ يَسِّرَ عَلَى مُعْسِرٍ

اور جس نے کسی تنگ حال کے لیے آسانی پیدا کی

يَسِّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ،

اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے لیے آسانی پیدا کرے گا

وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا،  
سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ  
اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی  
اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی  
کرے گا۔

وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ  
مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ،  
اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد میں  
رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد  
میں رہے

وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ  
عِلْمًا  
اللہ تعالیٰ جنت کی طرف جانے والا راستہ  
اس کے لیے آسان کر دے گا

وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ  
بُيُوتِ اللَّهِ  
اور کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر  
میں جمع ہو کر

يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ  
وَيَتَدَارَسُونَ بَيْنَهُمْ  
اور آپس میں درس و تدریس کرے تو  
ان کے اوپر اطمینان و سکینت کا لازمی طور پر  
نزول ہوتا ہے،

وَعَشِيَّتُهُمُ الرَّحْمَةُ،  
رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے،

وَ حَفَّتُهُمُ الْمَلَائِكَةُ،  
 وَ ذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ،  
 وَ مَنْ بَطَأَ بِهِ عَمَلُهُ  
 لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ“  
 فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں،  
 اور اللہ تعالیٰ اپنے دربار میں حاضرین (یعنی  
 فرشتوں) کے سامنے ان لوگوں کا تذکرہ کرتا ہے  
 اور جس شخص کا عمل اُسے پیچھے چھوڑ دے،  
 اس کا حسب نسب اسے آگے نہیں لے جاسکتا“  
 (رواہ مُسْلِمٌ بِهَذَا اللَّفْظِ) (یہ حدیث ان الفاظ میں امام مسلم نے روایت کی ہے)

### تفہیم الفاظ

- نَفْسٌ : اس نے دور کیا/ اس نے زائل کیا۔  
 كُزِبَتْ : تکلیف / بے چینی کا سبب کوئی امر۔ کُزِبَتْ اس کی جمع ہے  
 يُسْرًا : اس نے آسانی پیدا کی / اس نے سہولت فراہم کی  
 مُعَسِّرٍ : تنگ حال / تنگ دست / غم زدہ  
 عَوْنٍ : مدد / معاونت  
 سَلَكَ : اس نے سفر کیا / اس نے راستہ اختیار کیا  
 طَرِيقًا : راستہ  
 يَلْتَمِسُ : وہ تلاش کرتا ہے / وہ جستجو کرتا ہے  
 سَهَّلَ : اس نے سہل کر دیا / اس نے آسان بنا دیا  
 اجْتَمَعَ : وہ جمع ہوئی۔ صیغہ مذکر ہے اس کا فاعل قوم بھی عربی میں مذکر ہے، مگر اردو میں قوم کو مؤنث  
 بولا جاتا ہے اس لیے ترجمہ مؤنث کے صیغے میں کیا گیا ہے۔  
 بُيُوتَ اللَّهِ : اللہ کے گھر۔ یعنی مساجد  
 يَتْلُونَ : وہ تلاوت کرتے ہیں۔ تلاوت کا مطلب محض پڑھنا (قِرَاءَاتٍ) نہیں ہے، بلکہ پڑھ کر اس

کے پیچھے پیچھے چلنا بھی ہے۔

يَعْدَارُ سُونَ: وہ پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ یعنی ایک دوسرے سے سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔ یہ باب تفاعل

سے ہے۔ اس کے معنی میں مشارکت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

--باب مفاعلة میں شراکت ہوتی ہے۔ فریق دو ہوتے ہیں لیکن ایک فاعل ہوتا ہے دوسرا غیر فاعل

--باب تفاعل میں مشارکت ہوتی ہے۔ فریق دو ہوتے ہیں اور دونوں فاعل ہوتے ہیں۔

السُّكِينَةُ: سکینت / اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطمینان و سکون

غَيْبٌ: اس نے ڈھانپ لیا [مؤنث]

حَفْتُ: اس نے گھیر لیا / ارد گرد بیٹھ گئی [مؤنث] یہاں ترجمہ مذکر کریں گے، کیونکہ فرشتے اردو میں

مذکر بولے جاتے ہیں۔

بَطَأٌ: اس نے پیچھے وکیل دیا / اس نے بچھاڑ دیا۔

لَمْ يُسْرِعْ: نہیں آگے لے گیا / نہیں آگے لے جاسکتا۔

نَسَبُهُ: اس کا حسب نسب / خاندانی وجاہت

## شرح الحدیث

44 اس حدیث کو مضمون کے اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلے حصے میں دکھی انسانیت کی خدمت کی فضیلت، اہمیت اور رغبت مذکور ہے۔ دوسرے حصے میں قرآن مجید کی تعلیم و تعلم کی رفعتِ شان بیان کی گئی ہے اور تیسرے حصے میں پہلے دونوں حصوں کا ماحصل یعنی عمل کی اہمیت ذکر کی گئی ہے۔

خدمت انسانیت کا مضمون تین مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے:

### 1- کسی مومن کی تکلیف کو آسان کرنا

اس حدیث میں کسی مومن کی تکلیف کو آسان کرنے کا مفہوم ادا کرنے کے لیے نَفَس کے الفاظ آئے ہیں

جبکہ ایک دوسری حدیث اس بات کو قُرْج کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

جو بھی مسلمان و مومن کسی مسلمان و مومن کی ایک تکلیف آسان کرے گا، یا اس کی ایک تکلیف دور کرے گا تو

اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کا بدلہ قیامت کی ایک ہولناک تکلیف کو اس سے دور کرنا بیان کیا ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَيُّمَا مُؤْمِنًا أَطْعَمَ مُؤْمِنًا عَلَى جُوعٍ أَطْعَمَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ لِمَامِ الْجَنَّةِ. وَأَيُّمَا مُؤْمِنًا سَقَى مُؤْمِنًا عَلَى ظَمًا سَقَاهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الرَّحِيقِ الْمَخْتُومِ. وَأَيُّمَا مُؤْمِنًا كَسَا مُؤْمِنًا عَلَى عُرَى كَسَاهُ اللَّهُ مِنْ خِضِرِ الْجَنَّةِ<sup>(۱)</sup>

”جو مومن کسی مومن کو بھوک میں کچھ کھلائے، اللہ قیامت کے روز اس کو جنت کے پھل کھلائے گا اور جو مومن کسی مومن کو پیاس میں کچھ پلائے گا، اللہ قیامت کے روز اسے سربمہر شراب پلائے گا۔ اور جو مومن کسی مومن کو تنگ میں کپڑا پہنائے گا، اللہ قیامت کے روز اسے جنت کا سبز ریشم پہنائے گا۔“

## ۲- تنگ دست سے آسانی کا معاملہ کرنا

اوپر مذکور خدمتِ انسانیت کا یہی مضمون حدیث کے دوسرے جملے میں یوں بیان کیا گیا کہ اگر کوئی شخص کسی تنگ دست سے آسانی کا معاملہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے ساتھ آسانی کا معاملہ فرمائے گا۔ تنگ دست سے آسانی کا معاملہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ مقروض ہے تو اس سے قرض کا تقاضا اس انداز میں نہ کیا جائے کہ اس کا ناک میں دم ہو جائے۔ بلکہ اسے فراخ دستی تک مہلت دو اور ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ اگر تم دیکھتے ہو کہ وہ اس قابل ہی نہیں ہے کہ تمہارا یہ قرض چکائے تو تم اس کو یہ قرض پورا یا جزوی طور پر معاف کر دو یہ تمہارے لیے نہایت بہتر ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ لَهُ أَظْلَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ<sup>(۲)</sup>

”جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اسے معاف ہی کر دیا تو اللہ قیامت کے روز اس کو اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائے گا، جس روز اللہ کے سائے کے سوا، کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔“

حضرت ابوقحافہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

(۱) ترمذی کتاب صفة القيامة، باب في ثواب الاطعام والسقي والكسو ..... ۲۲۳۹

(۲) صحیح مسلم کتاب الزهد، باب حدیث جابر الطویل وقصة أبي البسر ..... ۳۰۰۶، ترمذی ۱۳۰۶ واللفظ

## ۳۔ مسلمان کی پردہ پوشی

« اچھے سے اچھے انسان سے بھی غلطی اور گناہ کا سرزد ہو جانا کوئی انہونی یا ناممکن امر نہیں ہے اور کسی مسلمان یا مومن کی ان کوتاہیوں اور غلطیوں کو یوں بیان کرنا اور پھیلانا کہ اس کو عوام اور معاشرہ میں رسوا کیا جائے قرآن و سنت میں نہایت ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ اس پر اللہ تعالیٰ کی سخت وعید قرآن میں بھی آئی ہے اور حدیث رسول ﷺ میں بھی۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ سَتَرَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ سَتَرَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَمَنْ كَشَفَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ كَشَفَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ حَتَّى يَفْضَحَهُ بِهَا فِي بَيْتِهِ (۴)

”جس نے اپنے مسلمان بھائی کی عیب پوشی کی، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب پر پردہ ڈال دے گا اور جس نے اپنے مسلمان بھائی کے عیب انشاء کیے اللہ تعالیٰ اس کے عیب انشاء کرے گا اور اس کو اس کے گھر میں ہی رسوا کر کے رکھ دے گا۔“

ایک دوسری روایت میں ہے:

يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قَلْبِهِ، لَا تَفْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ، تَتَّبِعَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ تَتَّبِعَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ (۵)

”اے گروہ! جو زبان سے تو ایمان لے آیا ہے، لیکن اس کے دل میں ایمان جاگزیں نہیں ہوا! مسلمانوں کی فہمیت نہ کرو۔ اور ان کے عیب تلاش کرنے میں نہ لگ جاؤ! جو شخص ان کے عیوب تلاش کرنے میں لگ جائے گا، اللہ اس کے عیب تلاش کرنے لگے گا اور جس کے عیب اللہ تلاش کرنے لگے، اس کو وہ اس کے گھر میں رسوا کر کے رکھ دیتا ہے۔“

کسی مسلمان کے ستر پر نظر پڑ جائے تو اس کو چھپانا ایک مستحب بات ہے، کیونکہ کسی کے اعضاء مجبورہ کو

(۴) ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب الستر علی المومن ودفع الحدود بالشبهات ..... ۲۵۴۶

(۵) ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الغیبة ..... ۴۸۸۰

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنَجِّهَهُ اللَّهُ مِنْ كُرْبٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلْيَنْفَسْ عَن مَّعْسِرٍ أَوْ يَضَعُ عَنْهُ (۳)  
 ”جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اللہ روز قیامت کے کرب سے اس کو نجات دے تو وہ تنگ دست کو مہلت دے، یا معاف ہی کر دے۔“

مسلمان کی تکلیف دور کرنے کی جو فضیلت بیان ہوئی ہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی کو قرض دینا، یا مال دے کر گنہگار کی قید میں بند کسی قیدی کو آزاد کرانا، یا کسی مسلمان کو ظالموں کے شکنجے سے چھڑانا اور جیل سے رہائی دلانا یہ تمام مستحب اور پسندیدہ اعمال ہیں۔

کسی مسلمان کی تکلیف دور کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ آدمی تنگ دست کی ضمانت دے سکتا ہو اور کفالت کر سکتا ہو تو اسے یہ کام کرنا چاہیے۔ اگر کوئی یہ طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کے لیے مناسب نہیں کہ وہ یہ ذمہ داری اپنے سر لے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اس حدیث میں تو کسی کی ایک تکلیف دور کرنے کے بدلے قیامت کے روز بھی صرف ایک تکلیف سے نجات ملنے کی بات کی گئی ہے، جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (الانعام: ) ”جو ایک نیکی کرے گا اس کو دس گنا اجر ملے گا“

اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ قیامت کی ایک تکلیف بہت سی ہولناکیوں، مشکلوں اور خوف پر مشتمل ہوگی یا یوں سمجھ لیجئے کہ قیامت کی ایک تکلیف دنیا کی دسیوں اور بیسیوں مصیبتوں سے بھی بڑی ہوگی۔ علاوہ ازیں اگر وہ ایک سے زیادہ تکالیف دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی روز قیامت ایک سے زیادہ مشکلیں دور کر دے گا۔ اس میں خدمت خلق کی ترغیب بھی ہے۔

اس حدیث میں لازم و ملزوم کا نکتہ بھی ہے وہ یہ کہ اس میں تخریر صادق نے یہ وعدہ کیا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی ایک تکلیف دور کرے گا اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا اور وہ اسلام پر مرے گا۔ کیونکہ کافر پر آخرت میں نہ تو کوئی رحم کیا جائے گا اور نہ اس کی تکلیفوں میں سے کوئی کمی کی جائے گی۔

حدیث میں مالدار شخص کے لیے خوشخبری بھی ہے، لہذا اس عظیم وعدے سے فائدہ اٹھانے کے عمل کا شوق رکھنے والوں کو عمل میں مستعدی دکھانی چاہئے۔ اور لِجَمَلِيْ هَذَا فَلْيَعْمَلِي الْعَمَلُوْنَ ”عمل کرنے والوں کو ایسے عمل کرنے چاہئیں“ اور بہترین عمل کسی مسلمان کی تکلیف دور کرنا ہے۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب فضل انظار المعسر والتجاوز في الاقتضاء من الموسر والمعسر ..... ۱۵۶۳

دیکھنا ایک فحش عمل ہے اور فحش کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (النور: ۱۹)** ”وہ لوگ جنہیں یہ پسند ہے کہ بے حیائی اہل ایمان میں پھیل جائے تو ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔“

مستحب بات تو یہی ہے کہ اگر آدمی کسی گناہ کو دیکھے تو اپنے دل میں ہی چھپائے رکھے۔ زنا جیسے شنیع عمل کو اگر کوئی آدمی دیکھ لیتا ہے تو اس کے بارے میں دو آراء ہیں۔ پہلی یہ کہ مستحب یہی ہے کہ اس پر پردہ ڈال دیا جائے اور دوسری یہ کہ اس کے بارے میں گواہی دی جائے۔ بعض علماء نے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس عمل کو دیکھ لینے والا اگر اس شخص کے خلاف گواہی دینے میں مصلحت خیال کرے تو اسے گواہی دینی چاہیے اور اگر اسے چھپانے میں بہتری سمجھے تو اسے چھپائے رکھے۔

### انسانیت کی خدمت، اللہ کی خوشنودی

« حدیث میں خدمت انسانیت کی جو فضیلت اور اہمیت بیان ہوئی ہے اس کے ساتھ ہی اس کے صلے اور انعام کا مژدہ بھی سنایا گیا ہے۔ یعنی جب تک مومن اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد کرتا رہتا ہے۔ اس سلسلے میں سیرت نبوی ﷺ کے کئی واقعات مذکورہ ہیں۔ اس موقع پر سیدہ خدیجہؓ کے وہ الفاظ خصوصی طور پر ذکر کے قابل ہیں، جو انہوں نے نبی اکرم ﷺ پر پہلی وحی کے نزول کے بعد پیدا ہونے والی کیفیت میں آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمائے تھے: ”بخدا آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوا نہ کرے گا۔ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں، در ماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، تمہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں، مہمان کی میزبانی کرتے ہیں اور حق کے مصائب پر اعانت کرتے ہیں۔“ خلفائے راشدین کے بھی اس سلسلے کے متعدد واقعات تاریخ میں درج ہیں۔ حدیث کے اس حصے یعنی خدمت انسانیت کی مزید تشریح کے لیے اربعین کی حدیث نمبر ۱۲۵ اور ۲۶ دیکھیے۔

### حصولِ علم کے لیے نکلنا

« علم اور اہل علم کی قدر و منزلت قرآن و حدیث میں بڑے واضح انداز میں بیان کی گئی ہے۔ اس حدیث میں حصولِ علم کے لیے کیے گئے سفر اور جدوجہد پر جس صلے کا اعلان کیا گیا ہے، اس سے بڑھ کر خوش کن چیز کیا ہو سکتی ہے۔ یعنی جنت میں لے جانے والے راستے کا آسان ہو جانا۔»

بیان کیا گیا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو وحی کی: لو ہے کی چھڑی لو اور لو ہے کے جوتے پہنو اور

طلب علم کے لیے نکل جاؤ اور اسی سعی و جہد میں لگے رہو۔ حتیٰ کہ لوہے کے یہ جوتے گھس جائیں اور چھڑی ٹوٹ جائے۔

حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ علماء کی خدمت کی جائے، ان کے ساتھ تعلق قائم کیا جائے، ان کی معیت میں سفر کیا جائے اور ان سے اکتساب علم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کا وہ واقعہ بیان فرمایا ہے جب وہ حضرت خضر سے درخواست کرتے ہیں: هَلْ أَتَبِعُكَ عَلَيَّ أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عَلِمْتَ وَرُشْدًا (الکہف: ۶۶) ”کیا میں اس مقصد کی خاطر آپ کی پیروی کر سکتا ہوں کہ آپ مجھے اس رشد و ہدایت کی تعلیم دیں گے، جو آپ کو سکھائی گئی ہے؟“

### حصول علم کی چند شرائط

۱- **علم کے مطابق عمل:** جان لینا چاہئے کہ اس حدیث میں حصول علم کی جو ترغیب وارد ہوئی ہے، اس کی کچھ شرائط بھی ہیں۔ ان شرائط میں سے ایک شرط اس علم کے مطابق عمل کرنا ہے، جو آدمی سیکھتا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں: علماء کے پیش نظر (عمل میں احتیاط) رعایت ہوتی ہے اور سفہاء کا مقصود محض روایت (بیان) کرنا ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

مَوَاعِظُ الْوَعِظِ لَنْ تُقْبَلَ حَتَّى يَغِيهَا قَلْبُهُ أَوْ لَا  
يَا قَوْمُ مَنْ أَظْلَمُ مِنْ وَاعِظٍ خَالَفَ مَا قَدَّ قَالَهُ فِي الْمَلَا  
أَظْهَرَ بَيْنَ الْخَلْقِ إِحْسَانَهُ وَخَالَفَ الرَّحْمَنَ لِمَا خَلَا  
”واعظ کا وعظ و نصیحت اس وقت تک لوگوں پر اثر انداز نہیں ہوتا، جب تک وہ سب سے پہلے خود اپنے دل سے اس کو قبول نہ کر لے۔“

”لوگو! اس واعظ سے بڑا ظالم کون ہوگا، جو عوام کے سامنے کبی ہوئی اپنی ہی بات کی عمل نہ کر کے مخالفت کرے۔“

”اس نے لوگوں کے سامنے تو اپنی پارسائی کا اظہار کر رکھا ہے، جبکہ خلوت و تنہائی میں اللہ کے احکامات کی مخالفت کرتا ہے۔“

۲- **علم کو پھیلاؤ:** علم کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اسے پھیلا یا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: فَلَوْلَا نَفَرَ

”مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ (التوبة: ۱۲۲)  
 ”ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصہ میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور  
 واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے۔“

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا:

أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنْ أَجْوَدِ الْأَجْوَادِ؟ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: اللَّهُ أَجْوَدُ الْأَجْوَادِ وَأَنَا  
 أَجْوَدُ وَلِدِ آدَمَ وَأَجْوَدُهُمْ بَعْدِي رَجُلٌ عَلِمَ عِلْمًا فَتَشَرُّهُ، يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أُمَّةً وَخَدَّةً  
 وَرَجُلٌ جَادٌ بِنَفْسِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى قُتِلَ. (۶)

”کیا میں تمہیں سب سے بڑے سخی کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں یا  
 رسول اللہ ﷺ بتائیے! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ سب سے بڑا سخی ہے اور اولاد آدم کا سب سے بڑا سخی میں  
 ہوں اور میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ ہے، جو علم حاصل کرے، پھر اس کو پھیلائے، ایسا شخص قیامت کے  
 روز تمہاری ایک امت کی حیثیت سے اٹھایا جائے گا۔ (اس کے علاوہ) ایک وہ شخص، جس نے اللہ کی راہ میں  
 اپنا جسم و جان گھلا ڈالا حتیٰ کہ اسے قتل شہید کر دیا گیا۔“

۳- **منفی اخلاقیات سے اجتناب:** علم کی شرائط میں یہ بھی ہے کہ دوسروں پر اپنی علمی برتری کا  
 رعب بٹھانے اور مناظرہ بازی کا شغل اپنانے جیسے ناپسندیدہ افعال کو بھی ترک کرنا ہوگا۔ نبی ﷺ سے مروی  
 ہے کہ: مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِأَرْبَعَةٍ دَخَلَ النَّارَ. لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ يُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يَأْخُذَ  
 بِهِ الْأَمْوَالَ أَوْ يُصْرِفَ بِهِ وَجُودَةَ النَّاسِ إِلَيْهِ (۷) ”جس نے چار مقاصد کی خاطر علم حاصل کیا، وہ جہنم  
 میں جائے گا: (۱) دوسرے علماء پر اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے (۲) احمقوں سے مناظرہ بازی کے لیے  
 (۳) دولت حاصل کرنے کے لیے (۴) لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے۔“

۴- **علم پھیلانے میں بخل نہ کرنا:** ان شرائط میں سے ایک شرط علم کو نیکی کی نیت سے پھیلانا اور  
 اس میں بخل سے کام نہ لینا بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا  
 (الانعام: ۹۰) ”اعلان کر دیجیے! میں اس (پیغمبری کے کام پر) تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔“

(۶) المستطرف فی کل فن مستظرف ۱/ ۲۱، تفسیر رازی ۱/ ۴۷۰

(۷) داری ۱/ ۱۱۶، بیون الاخبار ۱۸۲

۵- غرور و تکبر کو ترک کرنا: ایک شرط یہ بھی ہے کہ غرور و تکبر کو ترک کیا جائے اور جس بات کا علم نہ ہو اس پر کہہ دیا جائے ”میں نہیں جانتا“، نبی اکرم ﷺ بلند مرتبہ پر فائز تھے، لیکن جب قیامت کے وقوع کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ ”جس سے پوچھا جا رہا ہے، وہ پوچھنے والے سے اس بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔“ اسی طرح جب آپ ﷺ سے ”روح“ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: لَا أُدْرِي ”میں نہیں جانتا۔“

۶- تواضع اختیار کرنا: علم کے تقاضوں میں سے ایک تقاضا تواضع اختیار کرنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا (الفرقان: ۶۳) ”اللہ کے بندے وہ ہیں، جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں۔“ نبی ﷺ نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرمایا:

يَا أَبَا ذَرٍّ اِحْفَظْ وَصِيَّةَ نَبِيِّكَ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَكَ اللَّهُ بِهَا، تَوَاضَعْ لِلَّهِ عَزًّا وَجَلًّا عَسَىٰ أَنْ يَرْفَعَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَسَلِّمْ عَلَىٰ مَنْ لَقِيتَ مِنْ أُمَّتِي بَرًّا وَقَاجِرَهَا وَالْبَسِ الْخُشْنَ مِنَ الْيَبَابِ وَلَا تُرِدْ بِذَلِكَ إِلَّا وَجْهَ اللَّهِ تَعَالَىٰ، لَعَلَّ الْكِبَرَ وَالْحَمِيَّةَ لَا يَجِدَانِ فِي قَلْبِكَ مَسَاغًا

”اے ابوذر! اپنے نبی کی وصیت ذہن نشین کر لے! ہو سکتا ہے اللہ تجھے اس سے فائدہ دے (وصیت یہ ہے کہ) اللہ عزوجل کے سامنے عجز و انکسار اختیار کر! ہو سکتا ہے کہ اللہ قیامت کے روز تیرا رتبہ بلند کر دے۔ میری امت کے ہر اچھے برے کو سلام کہہ! اور موٹا جھوٹا کپڑا پہن! ان (اعمال) سے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو پیش نظر رکھ! شاید اس سے غرور اور (غیر مطلوب) حمیت تیرے دل میں جگہ نہ پاسکے۔“

۷- تعلیم و تبلیغ میں تکلیف برداشت کرنا: ان شرائط میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرنے میں تکالیف بھی برداشت کرنا ہوں گی اور سلف صالحین کے نقش قدم پر بھی چلنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَإِنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَصْبَرُ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ (لقمان: ۱۷) ”منکر سے روکو اور (اس راہ میں) جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرو“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَا أُوذِيَ نَبِيٌّ مِثْلَ مَا أُوذِيَ نَبِيٌّ ”کسی اور نبی کو اس قدر ایذا نہیں پہنچائی گئی، جس قدر مجھے پہنچائی گئی۔“

۸- علم کے ضرورت مندوں کو اپنی توجہ کا مرکز بنانا: ان شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ صاحب علم دوسروں تک علم پہنچانے میں ان لوگوں کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے، جو علم سیکھنے

کے سب سے زیادہ ضرورت مند ہوں۔ جس طرح صدقہ دینے کے لیے اس شخص کا انتخاب کیا جاتا ہے، جو سب سے زیادہ محتاج ہو، اس سے کم ضرورت مند کی باری اس کے بعد آتی ہے۔ جو آدمی کسی ایک جاہل کو علم سکھا کر زندگی عطا کرے، گویا اس نے پوری انسانیت کو زندگی عطا کر دی۔ علم سے بے بہرہ شخص کو اس کی لاعلمی پر متنبہ کرنے اور اسے اللہ کی اطاعت کی طرف لانے کے بارے میں کہا گیا ہے:

مَنْ رَدَّ عَبْدًا اِبْقًا شَارِدًا عَفَا عَنِ الذَّنْبِ لَهُ الْغَافِرُ  
 ”جو آدمی کسی بھگوڑے مفروز غلام کو سمجھا کر واپس لے آئے، گناہوں کو معاف کرنے والا (اللہ) اس کے گناہ معاف کر دے گا۔“

### اجتماعی تلاوت و تفہیم قرآن

« حدیث کے الفاظ: مَا جَلَسَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ يَتَذَارَ سُوْلَهُ بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَ غَشِيَتْهُمْ الرَّحْمَةُ وَ حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فَيَمُنُّ عِنْدَهُ۔ حدیث کے ان الفاظ میں اجتماعی تلاوت و تفہیم قرآن کے جس خوشناما حوال اور قابل رشک نفا کا ذکر ہے، آج اس ماحول کو پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ تلاوت کا یہ عمل تو خود نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو حکم دے دے کر کرایا ہے۔ آپ ﷺ اس بات کا اظہار فرمایا کرتے تھے کہ: اِيْتِيَ اِحْبَابُ اَنْ اُسْمِعَهُ مِنْ غَيْرِي [میں چاہتا ہوں کہ اس (قرآن) کو اپنے علاوہ کسی سے سنوں] حضرت عمرؓ حکماً دریافت فرماتے کہ ہمیں اور ساتھیوں کو کون قرآن سنائے گا؟ پھر آپؐ بھی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو حکم دیتے اور کبھی حضرت عقبہ بن عامرؓ سے کہتے۔

قرآن حکیم کی اجتماعی تلاوت و تفہیم، ایک ایسا کارگر نسخہ ہے، جس سے دلوں کے زنگ اترتے اور بند دلوں کے قفل کھلتے ہیں۔ حدیث میں لفظ ”تدارس“ سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ قرآن کو سمجھنے سمجھانے کی غرض سے اکٹھے بیٹھنا ضروری ہے۔ دراصل قرآن کا فہم ہی ایسا محرک ہے، جس سے عمل کو مہینز بگتی، جذبات کو انگینت ملتی اور احساسات کو درست سمت عطا ہوتی ہے۔ انسان اندھیروں سے روشنی کی طرف آتا ہے اور کج روی کو چھوڑ کر راہِ راست پالیتا ہے۔ خود قرآن حکیم کے الفاظ میں قرآن کی تعریف یوں بیان ہوئی ہے:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَ يَخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَ يَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ [المائدہ: ۱۶]

”تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آگئی ہے اور ایک ایسی حق نما کتاب جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں سلامتی کے طریقے بتاتا ہے، اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔“

### تلاوت و تدارسِ قرآن کی فضیلت

قرآن حکیم کی تلاوت پر اللہ تعالیٰ کی سکینت، رحمت اور فرشتوں کے نزول کا جو ذکر آیا ہے، احادیث میں اس کی عینی شہادتیں بھی درج ہیں۔ حضرت براء بن عازب کہتے ہیں: ایک آدمی سورہ کہف پڑھا پڑھا اور اس کے پاس اس کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اس دوران بادل کا ایک ٹکڑا اس پر سایہ لگن ہو گیا اور اوپر معلق ہو کر ادھر ادھر چلنے لگا۔ گھوڑے نے اس کو دیکھ کر بدکنا شروع کر دیا۔ صبح ہوئی تو آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: **بِسْمِكَ السَّكِينَةُ تَنْزِلُ لِلْقُرْآنِ** [یہ سکینت تھی جو قرآن کے باعث نازل ہو رہی تھی] (۸) ▶

اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر یعنی مسجد میں مل بیٹھ کر قرآن کی تلاوت اور اس کی تفہیم و تدکیر کرنے والوں پر سکینت نازل ہونے کا مطلب یہ بھی ہے کہ انہیں اس عمل سے قلبی سکون ملتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے: **أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ** (الرعد: ۲۸) ”خبردار! اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔“ اور اللہ کا ذکر کرنے پر یہی اعزاز کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والے بندے کا ذکر ملا اعلیٰ میں کر دے۔ اسی لیے تو کہا گیا ہے:

وَأَخْبِرْ ذِكْرَهُ فِي الْأَرْضِ دَوْمًا لِحُدُكْرِ فِي السَّمَاءِ إِذَا ذُكِرْتَا

”زمین پر ہمیشہ اللہ کا ذکر کرو تا کہ جب تم ذکر کرو تو آسمان میں تمہارا ذکر بھی ہو۔“

یہ بھی کہا گیا ہے:

وَسَاعَةَ الذِّكْرِ فَاعْلَمْ ثَرْوَةَ وَعَيْنِي وَسَاعَةَ الْهُوَ أَفْلَاسٍ وَفَاقَاتِ

”اللہ کے ذکر کے ایک لمحہ کو بھی دولت و ثروت خیال کرو!  
اور لہو و لہب میں گزرنے والے ہر لمحہ کو افلاس و تنگ دستی سمجھو۔“

عمل نہ ہو تو نسب بے فائدہ ہے

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث کے آخر میں فرمایا: ”جس کا عمل اسے پیچھے چھوڑ دے، اس کا نسب اسے آگے نہیں لے جاسکتا۔“ یعنی اونچے خاندان سے آدمی کا تعلق اسے جنت میں نہیں لے جاسکتا۔ عمل کرنے والا شخص جہشی غلام ہی کیوں نہ ہو، اطاعت و فرمانبرداری کی وجہ سے عمل نہ کرنے والے سے آگے بڑھ جائے گا، خواہ وہ معزز قریشی ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ”اللہ کے نزدیک تم میں سے بہت بڑا معزز وہ ہے، جو بہت زیادہ متقی ہو۔“

« حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ قیامت کے روز پہلے صراط کے لانے کا حکم دے گا تو اسے لا کر جنم پر بچھا دیا جائے گا۔ پھر لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے گروہ درگروہ گزریں گے۔ سب سے پہلے گزرنے والے آنکھ جھپکنے کی طرح گزر جائیں گے۔ ان کے بعد گزرنے والے ہوا کی مانند گزریں گے۔ ان کے بعد گزرنے والے بارش کی طرح گزریں گے۔ ان کے بعد گزرنے والے جانوروں کی طرح گزریں گے۔ پھر کوئی آدمی دوڑتا ہوا گزرنے گا اور کوئی چل کر گزرے گا۔ حتیٰ کہ آخر میں گزرنے والا پیٹ کے بل گھسٹ کر گزرے گا اور اللہ تعالیٰ سے پوچھے گا: یا اللہ مجھے کیوں پیچھے چھوڑ دیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تجھے پیچھے نہیں چھوڑا تیرے عملوں نے تجھے پیچھے چھوڑا ہے۔

حدیث کے آخری جملے کی بہترین تشریح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی وہ حدیث ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ جب آیت: وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشِ!

اِشْتَرُوا اَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ لَا اُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا

يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! لَا اُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا

يَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! لَا اُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا

يَا صَفِيَّةَ عَمَةَ النَّبِيِّ! لَا اُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا

يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ! مَا شِئْتَ إِلَّا أَغْنَيْكَ مِنَ اللَّهِ هَيْمًا<sup>(۱)</sup>  
 ”اے گردو قریش!

اللہ سے اپنی جانوں کا سودا کر لو! میں اللہ کے حضور تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا!

اے بنو عبدالمطلب! میں اللہ کے حضور تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا!

اے عباس بن عبدالمطلب! میں اللہ کے حضور آپ کے کسی کام نہ آسکوں گا!

اے نبی کی پھوپھی صفیہ! میں اللہ کے حضور آپ کے کسی کام نہ آسکوں گا!

اے فاطمہ بنت محمد! مجھ سے جو مانگنا ہو مانگ لے! میں اللہ کے حضور تیرے کسی کام نہ آسکوں گا!“

ایک شاعر نے حسب نسب کی بے وقعتی اور دین و تقویٰ کی قدر و قیمت کو یوں بیان کیا ہے:

لِشُرْكَ مَا الْإِنْسَانُ إِلَّا بِلَدِينِهِ فَلَا تَتْرُكِ التَّقْوَىٰ إِكْرًا عَلَى النَّسَبِ

لَقَدْ رَفَعَ الْإِسْلَامُ سَلْمَانَ فَارِسَ وَقَدْ وَضَعَ الشِّرْكَ النَّسَبَ أَبَاهُ هَبِ

”تیری عمر کی قسم! انسان اپنے دین کے سوا کچھ نہیں، لہذا اپنی خاندانی بڑائی پر تکیہ کرتے

ہوئے تقویٰ کو نہ چھوڑ بیٹھنا۔“

”اسلام نے سلمان فارسیؓ کو عزت و وقار کی بلند یوں پر پہنچا دیا اور شرک کرنے والے خاندانی

بڑائی رکھنے والے ابولہب کو ذلت کی پستیوں میں دھکیل دیا۔“

### فقہ الحدیث

- ۱- دکھی انسانیت کی خدمت میں، مسلمان کے لیے آخرت کی بھلائی پوشیدہ ہے۔
- ۲- مسلمان اور مومن کی تکلیف دور کرنے کا اجر، قیامت کی ہولناکی سے نجات ہے۔
- ۳- تنگ دست کو مہلت دینے سے قیامت کے کرب سے نجات اور عرش الہی کا سایہ نصیب ہوگا۔
- ۴- دوسروں کے عیوب تلاش کرنا، اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔
- ۵- کسی کے عیب اور ستر کو اِشَاء کرنا، اپنی رسوائی کا سامان کرنے کے مترادف ہے۔
- ۶- لوگوں کے عیوب کو مخض اس لیے اچھا لانا کہ فحاشی اہل ایمان میں عام ہو، عذاب الیم کا باعث ہوگا۔

(۸) صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب وانذر عشیرتک الاقربین واحفض جناحک ۴۷۷، صحیح مسلم ۲۰۶

- ۷- انسانیت کی خدمت، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضامندی کا ذریعہ ہے۔
- ۸- حصول علم کے لیے سفر کرنا جنت کی راہ پر چلنا ہے۔
- ۹- علم خصوصاً قرآن مجید کو سیکھے سکھانے کا اجر، اللہ تعالیٰ کی خصوصی محفل میں یاد کیے جانے کا ذریعہ ہے۔
- ۱۰- قرآن کی تعلیم و تعلم سے رحمت الہی نصیب ہوتی ہے۔
- ۱۱- تعلیم و تعلم سے اللہ تعالیٰ کی سکینت عطا ہوتی ہے۔
- ۱۲- فریحے معلمین و محصلین قرآن کو رحمت و سکینت اور رشک و حفاظت کی غرض سے گھیرے میں لے لیتے ہیں۔
- ۱۳- اجر، انعام، صلہ اور عظمت و رفعت کچھ کرنے سے ملتے ہیں۔ یہ چیزیں محض نامی گرامی ہونے، بڑے خاندان سے تعلق ہونے، یا دنیاوی منصب و اقتدار کی وجہ سے نہیں ملتیں۔
- ۱۴- عمل کے بغیر اللہ کے کس نبی و رسول سے نسلی قرابت بھی فائدہ نہیں دے گی۔
- ۱۵- اسلام کا معیار رفعت و سر بلندی تقویٰ ہے، خاندانی بڑائی نہیں۔ تقویٰ میں جو بھی نام پیدا کرے، وہ دنیا کے نزدیک نچ قوم سے تعلق رکھنے کے باوجود اللہ کی نظر میں سر بلند ہوگا۔





عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِيمَا يَرُوهُ عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ  
وَتَعَالَى قَالَ:

إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ، ثُمَّ بَيَّنَ ذَلِكَ، فَمَنْ  
هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَ  
إِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى  
سَبْعِمِائَةٍ ضِعْفٍ إِلَى أضعافٍ كَثِيرَةٍ وَإِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ  
يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا  
كَتَبَهَا اللَّهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً“

رواه البخاري ومسلم في صحيحيهما بهذه الحروف

## نیکی و برائی کے اندراج کا طریقہ اللہ کی صفات رحمانیت و رحیمیت کی دلیل

”ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں جو آپ ﷺ نے رب تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے بیان فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور برائیوں (کے اجر و ثواب اور سزا و عذاب) کو لکھا۔

پھر اس کی وضاحت کی کہ

جو شخص کوئی نیکی کرنے کا ارادہ کرے لیکن نہ کر سکے

تو اللہ تعالیٰ (نیکی کے اس) ارادہ کو اپنے ہاں پوری ایک نیکی لکھ دیتا ہے

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَيْسَ يَزْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ:

إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ،

ثُمَّ بَيَّنَ ذَلِكَ،

فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا

كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً،

وَإِنْ هُمْ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ  
عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى  
سَبْعِمِائَةٍ ضَعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ  
كَثِيرَةٍ

اور اگر کسی شخص نے نیکی کا ارادہ بھی کیا اور  
اسے انجام بھی دیا تو اللہ تعالیٰ اس (نیکی) کو  
اپنے ہاں دس سے سات سو گنا تک بہت  
زیادہ بڑھا چڑھا کر لکھ دے گا

وَإِنْ هُمْ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا  
كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً

اور اگر اس نے کوئی برائی کرنے کا ارادہ کیا  
لیکن اس کو نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی ایک  
پوری نیکی لکھ دے گا

وَإِنْ هُمْ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ  
سَيِّئَةً وَاحِدَةً“

اور اگر برائی کا یہ ارادہ کر کے اس پر عمل بھی لیا  
تو اللہ تعالیٰ اسے صرف ایک برائی ہی لکھے گا۔

(یہ حدیث ان الفاظ میں بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں  
روایت کی ہے)

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ فِي صَحِيحَيْهِمَا بِهَذِهِ  
الْخُرُوفِ)

### تفہیم الفاظ

كَتَبَ :	اس نے لکھا
الْحَسَنَاتِ :	نیکیاں۔ الحسنۃ کی جمع
السَّيِّئَاتِ :	برائیاں۔ السَّيِّئَةُ کی جمع
هُمْ :	اس نے ارادہ کیا
فَلَمْ يَعْمَلْهَا :	پھر نہ کیا اسے، پھر اس پر عمل نہیں کیا
كَامِلَةً :	پوری / مکمل، یہ گامیل کی مؤنث ہے
عَشْرَ :	دس (۱۰)

سبع مائة :	سات سو
ضعيف :	گنا
أضعاف :	ضعف کی جمع
كثيرة :	بہت زیادہ
واحدة :	ایک

### شرح الحدیث

« نیکی اور بدی کے اندراج کا جو طریقہ اس حدیث میں بیان ہوا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ رحمانیت و رحیمیت کی دلیل ہے۔ اس میں بندوں کے لیے امید کا پیغام بھی ہے اور اعمالِ صالحہ کی انجام دہی کے لیے رغبت کا سامان بھی۔ حدیث کے الفاظ پر غور فرمائیے کہ محض نیکی کا ارادہ کرنے پر بھی پوری ایک نیکی کا ثواب ملنے کی نوید سنائی گئی ہے، جبکہ اس نیکی کی انجام دہی پڑے، سات سو اور اس سے بھی زائد نیکیوں کے اجر کا وعدہ ہے۔ دوسری طرف یہ بھی فرمایا کہ اگر برائی کا ارادہ ہو، لیکن اللہ کے خوف سے یہ برائی نہ کرے تو اس پر بھی ایک پوری نیکی کا اجر لکھا جائے گا، جبکہ برائی کا یہ عمل کر لینے پر صرف ایک برائی لکھی جائے گی۔ برائی کے ساتھ لفظ واحدہ استعمال ہوا ہے کاملہ استعمال نہیں ہوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا و عنایت ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہی تعریف و توصیف کے لائق ہے۔ ہم نیکی کی توفیق اسی سے مانگتے ہیں! »

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال سات قسم کے ہیں اور دو اعمال تو ایسے ہیں جو واجب کر دینے والے ہیں اور دو اعمال ایسے ہیں جن کا بدلہ ایک ایک نیکی اور ایک ایک بدی کی صورت میں ہی ملتا ہے اور ایک عمل ایسی نیکی ہے جس میں دس گنا (اجر) ہے اور ایک عمل ایسی نیکی ہے جس میں سات سو گنا (اجر) ہے اور ایک عمل ایسا ہے جس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ (مسند بزار)

واجب کر دینے والے دو اعمال کفر اور ایمان ہیں۔ ایمان جنت کو واجب کر دیتا ہے اور کفر جہنم کو لازم ٹھہرا دیتا ہے اور وہ دو اعمال جن کے کرنے پر ایک ہی نیکی اور ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک عمل یہ ہے کہ کوئی شخص نیکی کا ارادہ کرے مگر اس پر عمل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس آدمی کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور دوسرا عمل یہ ہے کہ کوئی آدمی برائی کا ارادہ کرے مگر اس پر عمل نہ کرے تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور وہ عمل جو سات

سو گنا تک بڑھتا ہے، وہ جہاد فی سبیل اللہ میں روپیہ پیسہ خرچ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (البقرہ: ۲۶۱) ”جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں ان لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیس نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔ اسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے افزونی عطا فرماتا ہے۔ وہ فراخ دست بھی ہے اور عظیم بھی۔“

44 ”عیسیٰ بن سائب، نافع اور نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب آیت مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (البقرہ: ۲۶۱) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: رَبِّ زِدْ أُمَّتِي ”یار میری امت کو مزید عطا فرما۔“ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی: مَنْ ذَا الَّذِي يُقرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفُهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً [البقرہ: ۲۴۵] ”کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے، تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کرے!“<sup>(۱)</sup>

رسول اللہ ﷺ نے پھر دعا فرمائی: رَبِّ زِدْ أُمَّتِي ”یار میری امت کو مزید عطا فرما۔“ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی: إِنَّمَا يُوقَى الضَّيْرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ [الزمر: ۱۰] ”صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔“

امام احمد بن حنبل نے حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ لِيُضَاعِفَ الْحَسَنَةَ أَلْفَ حَسَنَةٍ ”اللہ تعالیٰ ایک نیکی کو چالیس ہزار نیکیوں تک بھی بڑھا سکتا ہے۔“ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ آیت پڑھی: وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا [النساء: ۴۰] ”اگر کوئی ایک نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دو چند کرتا ہے اور پھر اپنی طرف سے بڑا اجر عطا فرماتا ہے۔“<sup>(۲)</sup>

یہ آیت اور اس حدیث رسولؐ کے الفاظ وضاحت کرتے ہیں کہ دس اور سات سو کا جو ہندسہ استعمال ہوا ہے

(۱) صحیح ابن حبان ۴۶۴۸

(۲) (ان الله ليضاعف الحسنه الف الف حسنة) مسند احمد ۲/۲۹۶ میں یہاں تک روایت ہے اور شعیب الارنوط نے اسے ضعیف کہا ہے دیکھیے (الموسوعة الحديثية ۶۹/۱۲)

وہ اس اجر و ثواب کو متعین کرنے کے لیے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو جس کے لیے چاہے اور بڑھا سکتا ہے۔ اور وہ اپنے پاس سے بے شمار ولا تعداد عطا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی نیکی سے پاک اور مبرا ہے۔ اس کی نعمتیں اور لطافتیں لا تعداد ہیں۔ اور وہی ہے جو حمد و شکر اور نعمت و فضل کا حقیقی حقدار ہے۔

ساتواں عمل جس کا اجر لا تعداد اور لامحدود ہے، وہ روزہ ہے۔ روزے کا اجر سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزَى بِهِ** (۳) ”ابن آدم کا ہر عمل اس کے اپنے لیے ہے، لیکن روزہ میرے لیے ہے، لہذا میں ہی اس کی جزا دوں گا۔“  
[اس حدیث کی مزید تشریح کے لیے دیکھیے حدیث ۲۳]

### فقہ الحدیث

- ۱- نیکی و بدی کے اندراج میں، اس قدر رعایت اللہ تعالیٰ کی رحمانیت و رحیمیت کی دلیل ہے۔
- ۲- نیکی کا صرف ارادہ کر لینے پر بھی پوری ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔
- ۳- نیکی کر لینے پر دس گنا، سات سو گنا اور اس سے بھی زائد کا وعدہ ہے۔
- ۴- برائی کا ارادہ کرنے پر کوئی برائی نہیں لکھی جاتی، البتہ برائی کے ارادے کے بعد اس کو نہ کرنے پر ایک پوری نیکی لکھ دی جاتی ہے۔
- ۵- برائی کے ارتکاب پر صرف ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے، نیکی کی طرح اسے بڑھا چڑھا کر نہیں لکھا جاتا۔
- ۶- ہر اچھے عمل پر دس نیکیوں کا وعدہ تو لازمی ہے البتہ جہاد فی سبیل اللہ پر سات سو گنا اجر و ثواب کا وعدہ ہے۔
- ۷- اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے، جہاد کے عمل پر سات سو سے بھی زائد دے سکتا ہے۔
- ۸- صبر کرنے والوں کے لیے بے حساب اجر ہے، جس کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔
- ۹- روزہ دار کے لیے بھی اجر بے حساب کی نوید سنائی گئی ہے۔
- ۱۰- اچھے اعمال کی انجام دہی کے لیے ترغیب و تشویق کا اس سے بہتر اور پرکشش سیکچ اور کیا ہو سکتا ہے؟



عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

”إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنَنِي  
بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا  
الْتَرَضْتُهُ وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى  
أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ  
الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي  
بِهَا وَلَئِنْ سَأَلَنِي لِأَعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لِأَعِيذَنَّهُ“

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

## فرائض اور نوافل دونوں تقرب الہی کے ذرائع ہیں

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جس نے میرے ولی  
(دوست) سے دشمنی رکھی، میں اس کے  
خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں

اور میرا بندہ میری کسی ایسی چیز سے میرا  
تقرب حاصل نہیں کرتا، جو ان فرائض کو ادا  
کرنے سے مجھے زیادہ محبوب ہو، جو میں نے  
بندے پر فرض کیے ہیں

اور میرا بندہ نوافل سے میرا قرب حاصل  
کرنے میں لگا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اسے اپنا  
محبوب بنا لیتا ہوں۔

جب میں اس سے محبت کرنا شروع کر دیتا ہوں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:  
”إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ: مَنْ عَادَى  
لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنَنِي بِالْحَرْبِ،

وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ  
أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ

وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ  
بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ،

فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ

تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ  
سنتا ہے

كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ

اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ  
دیکھتا ہے

وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ

اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ  
پکڑتا ہے

وَايَدُهُ الَّتِي يَبْتَطِشُ بِهَا

اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں، جس سے وہ  
چلتا ہے

وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا

(حتی کہ) اگر وہ مجھ سے (کوئی چیز) مانگے  
تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں

وَلَئِنْ سَأَلَنِي لِأَعْطِيَنَّهُ،

اور اگر (وہ کسی موذی سے) مجھ سے پناہ  
طلب کرے تو اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔

وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِي لِأَعِيذَنَّهُ“

[اس کو بخاری نے روایت کیا ہے]

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

### تفہیم الفاظ

- عَادِي : اس نے دشمنی رکھی / اس نے دشمنی کی  
أَذْنَتْهُ : میں اعلان کرتا ہوں اس کے خلاف  
مَا تَقَرَّبَ : نہیں وہ قریب ہوا

حَرْبٌ :	لڑائی، جنگ
أَحَبُّ :	سب سے زیادہ محبوب
إِفْتَرَضْتُهُ :	میں نے فرض کیا اسے
لَا يَزَالُ :	وہ مسلسل مصروف عمل رہتا ہے / کرتا رہتا ہے
يَقْرَبُ :	وہ تقرب حاصل کرتا ہے
بِالنَّوَائِلِ :	نوافل کے ذریعے، فرض کے علاوہ زائد عبادات کو نفل کہا جاتا ہے۔
كُنْتُ :	ہو جاتا ہوں میں / بن جاتا ہوں میں
سَمِعَهُ :	اس کا کان
يَسْمَعُ :	وہ سنتا ہے
بَصْرًا :	آنکھ
يُبْصِرُ :	وہ دیکھتا ہے
يَنْطِشُ :	وہ پکڑتا ہے
يَمْشِي :	وہ چلتا ہے
لَيْنٌ :	اگر (لَ + اِنْ حرف شرط)
لَا غُطِيَتْ :	میں ضرور عطا کروں گا اسے
إِسْتَعَاذَنِي :	اس نے مجھ سے پناہ طلب کی (اِسْتَعَاذَ + نِ + يَ سَتَكَلِم)
لَا عِيْدَتُهُ :	میں ضرور پناہ دوں گا اسے

### شرح الحدیث

۴۴ اس حدیث میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ، جسے ولی کہا گیا ہے، اللہ کے ہاں اس قدر عزت و احترام اور وقعت و اہمیت رکھتا ہے کہ کسی کے لیے روانہ نہیں کہ اس سے دشمنی رکھے۔ اگر کوئی شخص اس جرم کا ارتکاب کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ نہ صرف اللہ کی دشمنی سے بچنا چاہیے، بلکہ اللہ کے نیک مومن بندوں کی مخالفت سے بھی بچنا چاہیے کیوں کہ دونوں رویوں کا انجام ہلاکت ہے۔

اس مقرب بندے کی حرمت عزت بیان کرنے کے متصل بعد، اللہ تعالیٰ نے تقرب کا طریقہ اور ذریعہ بھی بتا دیا اور پھر اس تقرب کی انتہائی حدود کو بھی بیان فرما دیا۔

یہ حدیث اللہ تعالیٰ کا مقرب بننے کا طریقہ بھی بتاتی ہے اور اللہ کے مقرب ہونے کے دعویداروں کی جانچ پرکھ کا معیار بھی فراہم کرتی ہے۔»

## ولی کون ہے؟

« ولی کا لغوی معنی ”دوست“ ہے۔ اللہ کا ولی وہ ہے، جو اللہ کے احکام کی پابندی کرتا ہو۔ اللہ نے جن کاموں سے منع کیا ہو، اُن سے باز رہتا ہو اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہو، ان کو انجام دینے میں کوئی کوتاہی نہ کرتا ہو، بلکہ ان کاموں کے ساتھ کچھ نفل اعمال بھی انجام دیتا ہو لیکن یہ یاد رہے کہ یہاں تقرب کا اصل ذریعہ اور ولایت کا اصل معیار فرائض کی پابندی بتایا گیا ہے۔ کوئی شخص فرائض کو چھوڑ کر محض نوافل کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل نہیں کر سکتا اور اس کا ولی نہیں ہو سکتا۔

فرائض اور نوافل کا دائرہ، دین کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔ بد قسمتی سے عوام الناس کے علاوہ بعض خواص بھی یہ سمجھنے لگے کہ زکوٰۃ کے معاشی نظام اور غیر سودی نظام کے قیام کی جدوجہد کے بغیر بھی محض چند غیر مسنون عبادات کے ذریعہ ولایت کا اعلیٰ مقام حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح عدل اجتماعی (Socio-Economic Justice) کے فرض کفایہ سے روگردانی کا رویہ اپنایا گیا۔»

یہاں ولی سے مراد مومن کامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا** ”اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے، جو ایمان لائے“ اور جو شخص کسی ولی یعنی مومن کو تکلیف دے گا، اللہ نے اس کے خلاف جنگ کا اعلان کیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو یہ بتایا ہے کہ اگر تو میرے دوست سے دشمنی مول لے گا تو سمجھ لے کہ میں تیرے خلاف حالت جنگ میں ہوں اور جب اللہ تعالیٰ بندے سے جنگ آزما ہو جائے تو اسے ہلاک کر ڈالتا ہے۔ لہذا انسان کو ہر مسلمان کے ساتھ تعرض کرنے سے بچنا چاہیے۔

## فرائض اور نوافل میں فرق

”فرائض سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں، جس کے ذریعے بندہ میرے قریب ہو سکتا ہے“۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں یہ وضاحت موجود ہے کہ فرض کو ادا کرنا نوافل ادا کرنے سے بدرجہا افضل ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

ثَوَابُ الْفَرِيضَةِ يَزِيدُ عَلَى ثَوَابِ النَّافِلَةِ بِسَبْعِينَ ذَرَجَةً ”فرض کا اجر و ثواب، نفل کے اجر و ثواب سے ستر گنا زیادہ ہے۔“<sup>(۱)</sup>

فرائض کے ساتھ نوافل ادا کرنے والے اور نوافل ادا نہ کرنے والے شخص کے فرق کو علماء نے اس شخص کی مثال سے سمجھایا ہے، جو اپنے دو غلاموں کو ایک ایک روپیہ دیتا ہے کہ اس سے پھل خرید کر لاؤ۔ ایک غلام جاتا ہے اور پھل خرید کر لے آتا ہے، اسے نوکری میں رکھتا ہے، اور پر خوشبودار پتے ڈالتا ہے اور پھر اپنے آقا کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ دوسرا غلام پھل خریدتا ہے، جمولی میں ڈالتا ہے اور اپنے آقا کے سامنے زمین پر ڈھیر لگا دیتا ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک نے آقا کے حکم کی تعمیل کی ہے، مگر ایک نے اپنی طرف سے نوکری اور خوشبو کا اضافہ کیا اور آقا کا زیادہ پسندیدہ ٹھہرا ہے۔

### فرائض کے ساتھ نوافل کو مستقل ادا کرنا

جو شخص فرائض کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ولی یعنی دوست ٹھہرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کسی کے ساتھ محبت کرنا اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو اسے اپنے ذکر و طاعت کے کاموں میں مشغول کر دیتا ہے، شیطان کے شر اور دوسروں سے اس کو محفوظ رکھتا ہے، اس کے اعضاء و جوارح کو طاعت و فرمانبرداری کے کاموں میں استعمال کرتا ہے۔ قرآن کی تلاوت و ذکر کی سماعت اس کے لیے محبوب بنا دیتا ہے۔ گانا بجا اور آلات لہو اس کے لیے ناپسندیدہ بنا دیتا ہے اور یہ شخص ان لوگوں میں شمار ہونے لگتا ہے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّعْفُ** **أَغْرَضُوا عَنْهُ (القصص: ۵۵)** ”جب وہ کوئی بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس پر دھیان نہیں دیتے“ اور **وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا (الفرقان: ۶۳)** ”جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ ان کو سلام کہہ کر گزر جاتے ہیں“ یعنی جب یہ نیک لوگ ان جاہلوں سے بے حیائی و بے ہودگی کی بات سنتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لیتے ہیں اور ایسی بات کہہ کر چلے جاتے ہیں، جس سے اپنی عزت و وقار کو بھی محفوظ رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اس مقرب بندے کی نگاہیں محرمات سے محفوظ ہو جاتی ہیں کہ وہ کسی ایسی چیز کی طرف آنکھ اٹھا

(۱) یہ روایت علماء کا قول ہے مرفوعاً نہیں مل سکی، احوال کے لیے دیکھیے شرح نووی ۳/۳۳۶، التلخیص الحبیر ۳/۱۸۵،

مواہب الجلیل فی شرح مختصر ۱۰/۲۸، أسنی المطالب ۱۲/۳۱۸

کر نہیں دیکھتا، جس کا دیکھنا اس کے لیے حرام ہو۔ اس کی نظر غور و فکر اور درس و عبرت کی نظر بن جاتی ہے، وہ کسی صنایع کو دیکھتا ہے تو فوراً اس کے خالق و صانع کی قدرت و صلاحیت کو ذہن میں لے آتا ہے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ”میں نے کسی چیز کو دیکھا تو اس کے دیکھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا“۔ ایسا شخص جب ان چیزوں کو دیکھتا ہے تو اپنے رب کی تسبیح و تقدیس اور تہلیل و تکبیر بیان کرنے لگتا ہے۔ اس کے ہاتھ پاؤں کی حرکات و سکنات سب کی سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جاتی ہیں۔ وہ اللہ کی خوشنودی و فرمانبرداری سے ہٹ کر ان قدموں کے ذریعے کسی کام کی طرف چل کر نہیں جاتا اور ان ہاتھوں سے معصیت کا کوئی کام نہیں کرتا، بلکہ اس کی ایک ایک حرکت اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہوتی ہے۔ اس طرح وہ اپنے تمام اعمال و افعال پر اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

« اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ میں اس کا کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں۔ اس کا نَعُوذُ بِاللّٰهِ یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان خدا بن جاتا ہے، جیسا کہ بعض کم سوادوں نے سمجھا ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کائنات کے ہر مسئلہ (Issue) کو اللہ کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں Godly Vision کے ساتھ دیکھتا ہے، اپنے ہاتھ کو اس کی مرضی اور منشاء کے مطابق استعمال کرتا ہے، اُس کے بیان کردہ مقاصد کے حصول کے لیے اپنے اعضاء استعمال کرتا ہے۔ »

اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ اس کے کان، آنکھ اور ہاتھ کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ جب یہ مومن کوئی بات سنتا ہے، کوئی چیز دیکھتا ہے یا پکڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ہوتا ہے اور جب اللہ سے یاد آ جاتا ہے تو وہ نافرمانی کے عمل سے رک جاتا ہے۔

« یعنی جب مسلمان اللہ کی مرضی کے مطابق اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے تو اس کا عمل، اللہ کے منصوبے کا حصہ بن جاتا ہے اور مومن کے اس عمل کو اللہ تعالیٰ اپنے عمل سے منسوب کر لیتا ہے۔ »

### فقہ الحدیث

- ۱- اللہ تعالیٰ کے ’ولی‘ سے دشمنی، اللہ سے جنگ مول لینے کے مترادف ہے۔
- ۲- ’ولی‘ وہ صالح مومن و مسلم ہیں، جو اللہ کے احکام کی پابندی باقاعدگی سے کرتے ہیں۔
- ۳- ولی اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ ہوتا ہے اور اللہ کا قرب کسی مخصوص مشق یا چلے سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ فرائض اور نوافل کو مسنون طریقے سے ادا کرنے سے نصیب ہوتا ہے۔

- ۴- نوافل کو مستقل ادا کرنے سے اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔
- ۵- اللہ کا محبوب بن جانے کے بعد، اعضائے بدن کی کارگزاری میں حقیقی روح، انسان کا اپنا ارادہ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشا و مرضی کو حاصل ہو جاتی ہے۔
- ۶- ولایت کے اس بلند ترین درجے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ کے مقرب بندے کی دعا رو نہیں ہوتی۔
- ۷- محض چند نوافل ادا کرنے سے مومن، ولی نہیں بن سکتا، بلکہ اولا سے تمام فرائض پر عمل کرنا پڑتا ہے، اس کے بعد فرائض کے علاوہ، چند زائد اعمال ادا کرنے پڑتے ہیں، جنہیں نوافل کہتے ہیں۔
- ۸- فرائض اور نوافل کے بارے میں یہ کائنات غلط ہے کہ یہ صرف عبادات میں محدود ہیں، بلکہ ان کا دائرہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔
- (۱) عبادات میں جہاں فرائض، نمازیں، روزے اور حج ہیں، وہیں نفل نمازیں، روزے اور حج بھی ہیں۔
- (۲) معاشرت میں بھی جہاں بہت سی چیزیں فرض ہیں، وہیں بہت سی چیزیں نوافل کے دائرے میں آتی ہیں۔ قرآن نے جہاں عدل کا حکم دیا ہے، وہیں احسان کا بھی حکم دیا ہے۔
- (۳) معاملات میں بھی کچھ چیزیں فرض ہیں اور کچھ چیزیں نوافل۔





الحدث التاسع والثلاثون

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:  
”إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لِي عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا  
اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ.“  
حديث حسن رواه ابن ماجه والبيهقي وغيرهما

## خُطَاء، نِسْيَانٍ اور جبری گناہوں پر اللہ سزا نہیں دے گا

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لِي عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتَكْرَهُوا عَلَيْهِ»  
 ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
 اللہ تعالیٰ نے میرے لیے میری امت کی  
 خطائیں اور بھول چوک پر مشتمل گناہوں کو  
 معاف کر دیا ہے۔  
 اور ان گناہوں کو بھی معاف کر دیا ہے، جو لوگوں  
 سے بالجبر کرائے جائیں۔  
 (یہ حدیث حسن ہے۔ ابن ماجہ اور بیہقی وغیرہ نے روایت کی ہے)

### تفہیم الفاظ

تَجَاوَزَ : اس نے معاف کر دیا/ اس نے درگزر فرمادی۔  
 الْخَطَأُ : خطا/ غلطی  
 النِّسْيَانَ : بھول چوک  
 اسْتَكْرَهُوا : وہ مجبور کیے گئے/ ان پر جبر کیا گیا۔ باب استفعال سے فعل مجہول۔

## شرح الحدیث

اللہ تعالیٰ امت محمدیہ ﷺ کے ایسے گناہوں سے درگزر فرمائے گا، جو ان سے خطا اور نسیان سے ہو گئے یا انہیں مجبور کر کے یہ گناہ کرائے گئے۔ خطا، نسیان اور مجبوری کے برے کاموں پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ مثلاً اگر کوئی شخص بھول کر کسی چیز کو ضائع کر دے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر گرفت نہ کرنے کی نوید سنائی ہے۔ ہاں انسان کو مجبور کر کے اس سے کرائے گئے زنا و قتل اس گرفت اور مواخذہ سے آزاد نہ ہوں گے، کیونکہ مجبوری ان اعمال کو مباح قرار نہیں دے سکتی۔ وہ اعمال و افعال بھول چوک کے زمرے سے خارج ہیں، جن کے اسباب انسان خود پیدا کرتا ہے اور پھر اپنی قلمی سے اپنے عمل پر گنہگار ٹھہرتا ہے۔

۴۴ خطا اور نسیان سے سرزد ہو جانے والے گناہوں کے بارے میں قرآن مجید میں بھی تصریح موجود ہے کہ ان پر مومن و مسلم سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ فرمایا:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَ لَكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ [الاحزاب: ۵]

”اور نادانستہ جو کام تم کرو، اس کے لیے تم پر کوئی گرفت نہیں ہے، لیکن اس بات پر ضرور گرفت ہے، جس کا تم دل سے ارادہ کرو۔“

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا [البقرہ: ۲۸۶]

”اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں، یا ہم سے خطا ہو جائے، تو ہمارا مواخذہ نہ کرنا!“

مجبوری کے گناہوں سے متعلق کہا گیا ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مِنْ أَكْثَرِهِ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَ لَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكَفْرِ صَدْرًا فَتَعْلَبُهُمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ [النحل: ۱۰۶]

”جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر) مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کر لیا، اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے سب لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔“

خطا، نسیان اور مجبوری سے سرزد ہو جانے والے گناہوں، یا کیوں کوتاہیوں میں سے کچھ تو ایسی ہیں، جن کا کفارہ اور قضاء ضروری ہے۔ مثلاً بھول کر بے وضو نماز پڑھ لینا، بھول سے نماز چھوٹ جانا اور خطا سے کسی کو قتل کر ڈالنا۔ اور کچھ ایسی ہیں، جن کا ازالہ ممکن نہیں ہوتا، لہذا ان میں مکمل طور پر یہ رعایت موجود ہے، مثلاً روزے کی

حالت میں بھول کر کھاپی لینا، ذبیحہ پر بھول کر تکبیر نہ پڑھنا۔

اس حدیث میں عدم مواخذہ کا جو مژدہ سنایا گیا ہے اس کا اطلاق عبادات و معاملات سب پر ہوتا ہے اور اس کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ عبادات میں فرد و گزشتوں پر جو رعایتیں دی گئی ہیں، ان سے عموماً ہر مسلمان آگاہ ہے اور معاملات میں ہونے والی غلطیوں پر جہاں رعایت کی گنجائش موجود ہے، اسے بھی عمومی طور پر ہر مسلمان جانتا ہے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ 'مجبوری کے گناہ' میں ان افعال و اعمال کو شمار کیا جائے گا، جو انسان کرنا نہیں چاہتا تھا، لیکن اسے جان سے مار دینے کی دھمکی دے کر، اس کے اہل و عیال کو قتل کر دینے کا خوف دلا کر، یا ایسے ہی کسی بڑے ڈر اور خوف کے ذریعے اس سے کرا لیے گئے۔ جو کام کوئی مسلمان اپنے دوست احباب کے محض بے جا اصرار پر کر لے، ایسے کاموں کو اس زمرے میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

ایک دوسری حدیث میں تین ایسے افراد کا بھی ذکر ہے، جن سے گناہ سرزد ہو جائے تو مواخذہ نہیں ہوگا۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَعِيْقَظَ وَ عَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ وَ عَنِ الْمَخْنُونِ حَتَّى يَنْقَلِبَ [جامع ترمذی و ابن ماجہ]

”تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے، (یعنی فرشتے ان کے گناہ نہیں لکھتے) ۱- سویا ہوا، جب تک بیدار نہ ہو جائے، ۲- بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے، ۳- پاگل ہو جانے والا شخص جب تک عقل و شعور کی حالت میں لوٹ نہ جائے۔“

وہ شخص بھی ہو سکتا ہے، جس پر کسی وجہ سے بے ہوشی طاری ہو جائے اور وہ بھی جس کو نشہ آور کوئی چیز کھلا، یا پالا کر بے ہوش کر دیا گیا ہو اور وہ شخص بھی اس میں شامل ہے، جس کا دماغی توازن درست نہ رہتا ہو۔ ▶▶

### فقہ الحدیث

- ۱- حدیث کے مطابق، مسلمان سے نادانستہ غلطی سے ہو جانے والا عمل، قابل مواخذہ نہیں ہوگا۔
- ۲- بھول سے سرزد ہو جانے والا غلط عمل بھی مواخذہ میں شامل نہیں ہوگا۔
- ۳- مجبور کر کے کرائے گئے گناہ پر بھی مسلمان کا مواخذہ نہیں ہوگا۔

- ۴- عدم مواخذہ کی یہ رعایت عبادات میں بھی ہے اور معاملات میں بھی۔
- ۵- خطا اور نسیان سے ہو جانے والے بعض اعمال کا کفارہ، قضاء، مشروع ہے اور بعض پر نہیں!
- ۶- یہ رعایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے محمد علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے لیے بہت بڑی رحمت ہے۔
- ۷- ایسے گناہ، جن میں انسان کا اپنا ارادہ کارفرما ہو جائے، وہ اس رعایت میں شامل نہیں۔ مثلاً کسی کو قتل کرنا، زنا کرنا وغیرہ۔





عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ:  
أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمَنْكِبِي فَقَالَ: "كُنْ فِي الدُّنْيَا  
كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ"  
وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: إِذَا أُمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصُّبْحَ، وَإِذَا  
أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَعُدْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ  
لِمَوْتِكَ

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

## زندگی کا سفر احساسِ ناپائیداری کے ساتھ ہو

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ:  
أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمَنْكِبِي فَقَالَ:  
”كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ  
أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ“  
وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ ﷺ يَقُولُ:  
إِذَا أُمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ،  
وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ  
الْمَسَاءَ،  
وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ،  
وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ“  
”عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں:  
رسول اللہ ﷺ نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا:  
”دنیا میں ایک پردہ کی طرح رہو!  
یا کسی راستہ عبور کرنے والے کی طرح رہو!  
عبداللہ بن عمر ﷺ (چارہائیں) کہا کرتے تھے:  
جب تم شام کر لو تو صبح کا انتظار نہ کرو!  
اور جب صبح کر لو تو شام کا انتظار نہ کرو!  
اپنی صحت کے دنوں میں ایامِ مرض کے لیے  
عمل کر لو!  
اور زندگی میں موت کے لیے تیاری کر لو!“  
(اس کو بخاری نے روایت کیا ہے)

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

## تفہیم الفاظ

مَنَكِبِي :	میرا کندھا/ میرا شانہ
كُنْ :	ہو جاؤ! اكان. يَكُونُ کا فعل امر
كَانَكَ :	گویا تو/ جیسے تو
عَرِبْتُ :	دوسرے ملک کا باشندہ/ پردیسی/ اجنبی
عَابِرُ :	عبور کرنے والا/ پار کرنے والا۔ عَابِرٌ مَسِيْلٌ = سڑک پار کرنے والا۔
أَمْسَيْتَ :	تو نے شام کی
لَا تَنْتَظِرُ :	نہ انتظار کرا
الصُّبْحَ :	صبح کا
أَصْبَحْتُ :	تو نے صبح کی
المَسَاءَ :	شام کا

## شرح الحدیث

دنیا میں پردیسی اور مسافر کی مانند زندگی گزارنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی طرف ہی جھکے نہ رہو اور اسے اپنا مستقل ٹھکانہ سمجھ لو کہ ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ایسا تعلق رکھو اور ایسا سلوک کرو، جیسے ایک پردیسی کا دوسرے ملک سے ہوتا ہے، کیونکہ پردیسی تو اس ملک میں رہنا نہیں چاہتا، وہاں سے کوچ کر کے اپنے اہل خانہ کے پاس آ جانا چاہتا ہے۔

« اس حدیث کی تشریح، ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے ان الفاظ سے بخوبی ہو جاتی ہے جن میں آپ ﷺ نے دنیا کے ساتھ اپنے تعلق کو ایک ایسے مسافر کی مثل قرار دیا ہے، جو دوپہر کا تھوڑا سا وقت کسی درخت کے نیچے گزار کر پھر سے مازم سفر ہو جاتا ہے اور درخت اور اس کے سائے کو چھوڑ جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَمَا لِي وَلِلدُّنْيَا إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رَاكِبٍ قَالَ فِي ظِلِّ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَ كَهَا<sup>(۱)</sup>  
 ”میرا اور دنیا کا کیا تعلق؟ میری اور دنیا کی مثال تو ایک سوار جیسی ہے، جو درخت کے سائے تلے دوپہر کاٹتا  
 ہے اور پھر چل پڑتا ہے اور درخت کو چھوڑ دیتا ہے۔“

متاع دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے:

أَتَبْنِي بِنَاءَ الْخَالِدِينَ وَإِنَّمَا مَقَامَكَ فِيهَا لَوْ عَقَلْتُ قَلِيلُ  
 ”کیا تم اس دنیا میں ہمیشہ رہنے والوں کی مانند عمارتیں بنا رہے ہو، جبکہ اگر تم سوچو تو یہاں تمہارا قیام  
 بہت مختصر ہے۔“

لَقَدْ كَانَ فِي ظِلِّ الْأَرَاكِ كَفَايَةً لِمَنْ كَانَ فِيهَا يَغْتَرِبُهُ رَجُلٌ  
 ”اسے تو پیلو کی چھاؤں میں چند لمحات ستا لینا ہی کافی ہے، جسے ابھی سفر کا مرحلہ درپیش ہو۔“  
 ایک اور شاعر نے کہا ہے:

تَرْجُوُ الْبَقَاءَ بَدَارٍ لَا بَقَاءَ لَهَا وَهَلْ سَمِعْتَ بِظِلِّ غَيْرِ مُنْقَلٍ  
 ”تم ایسے گھر میں ہمیشہ رہنے کے خواہش مند ہو، جو ہمیشہ رہنے والا نہیں، کیا تم نے کسی ایسے سائے  
 کے بارے میں سنا ہے جو ایک سے دوسری جگہ منتقل نہ ہوتا ہو۔“  
 دنیا کی بے ثباتی سے متعلق ہی ایک اور شاعر کا کہنا ہے:

سُجِنْتُ لَهَا وَأَنْتَ لَهَا مُحِبٌّ فَكَيْفَ تُحِبُّ مَا فِيهِ سُجِنَتْ  
 ”اس دنیا کی خاطر تم قید ہوئے ہو اور اسی کی محبت میں گرفتار ہو، حیرت ہے تم پر کہ جس چیز کی وجہ سے  
 قید ہو اسی سے محبت کر رہے ہو۔“

فَلَا تَلْهُوْ بِدَارٍ أَنْتَ فِيهَا تُفَارِقُ مِنْكَ يَوْمًا مَا لَهْوًا  
 ”جس گھر میں رہ رہے ہو اس سے دل نہ لگا بیٹھو، جس سے تم دل لگا بیٹھے ہو وہ تو ایک روز تمہیں چھوڑ  
 دے گا۔“

وَتَطْعِمُكَ الطَّعَامَ وَعَنْ قَرِيبٍ سَتَطْعَمُ مِنْكَ مَا مِنْهَا طَعِمْتَ  
 ”اب یہ دنیا تمہیں کھلاتی پلاتی ہے مگر عنقریب تمہیں کھائے گی اور اپنی وہ چیز واپس لے گی جو تم نے

کہائی ہے۔“

### حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے کلماتِ نصیحت

« اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے کلمات جو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہؓ کا کندھا کو پکڑ کر انہیں ارشاد فرمائے، وہ صرف تُوْنُ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ ہیں۔ اس کے بعد غالباً امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے کلمات کو حدیث کی وضاحت کے طور پر ساتھ بیان کر دیا ہے کہ: ”صبح کرو تو شام کی امید نہ رکھو! اور شام کرو تو صبح کی امید رکھو! اور اپنی صحت کے دنوں میں ایامِ مرض کے لیے عمل کرو اور زندگی میں موت کے لیے تیاری کر لو۔“ »

صحت کے دنوں میں مرض کے ایام کے لیے عمل کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی صحت کو غنیمت جانتے ہوئے نیک و صالح اعمال کی انجام دہی میں مصروف رہے۔ کچھ معلوم نہیں کہ کب بیماری اس پر حملہ آور ہو جائے اور بیماری اسے بھلائی کا کوئی کام کرنے کی مہلت اور ہمت ہی نہ دے۔ لہذا اچھی صحت میں ہی اس برے وقت سے بچنے کی تیاری کرنی چاہیے۔

زندگی میں موت کے لیے عمل کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی آخرت کے لیے نیک اعمال کا ذخیرہ کر لے۔ آپ ﷺ کی یہ بات قرآن مجید کی اس آیت کی تشریح ہے: **وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر: ۱۸)** ”اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے۔“

« یہ نہ ہو کہ انسان اپنی غفلت و لاپرواہی میں ہی پڑا رہے اور موت اسے اپنے بے رحم پنجے میں دبوچ لے۔ پھر انسان کہتا پھرے: **حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ، كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَاءِ هُمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ (المومنون: ۹۹، ۱۰۰)**

”یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آجائے گی تو کہنا شروع کرے گا کہ ”اے میرے رب، مجھے اسی دنیا میں واپس بھیج دیجیے جیسے میں چھوڑ آیا ہوں، امید ہے کہ اب میں نیک عمل کروں گا۔“ ہرگز نہیں، یہ تو بس ایک بات ہے جو وہ بُک رہا ہے۔ اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخِ حائل ہے دوسری زندگی کے دن تک۔“

ایک دوسرے مقام پر ہے:

وَأَنْفِقُوا مِنْ مَا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ لَأَصْلُقَ وَ أَكُنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ. وَلَنْ يُؤَخَّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا [المنافقون: ۱۰، ۱۱]

”جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے، اُس میں سے خرچ کرو! قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے اور اُس وقت وہ کہے ”اے میرے رب! کیوں نہ تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالح لوگوں میں شامل ہو جاتا۔“ حالانکہ جب کسی کی مہلت عمل پوری ہونے کا وقت آ جاتا ہے تو اللہ کسی شخص کو ہرگز مزید مہلت نہیں دیتا۔“

امام غزالی نے کہا ہے: انسان کا بدن انسان کے لیے ایک جال کی حیثیت رکھتا ہے، وہ اس سے اچھے کام کرتا ہے۔ نیک کام کرنے کے بعد جب فوت ہو جاتا ہے تو اس جال کی ضرورت نہیں رہتی۔ موت آ جاتی ہے تو بدن اس سے جدا ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کی خواہشات دنیا بھی دم توڑ جاتی ہیں اب اس کا نفس اعمال صالح کی خواہش کر رہا ہوتا ہے، کیونکہ یہی اعمال قبر میں کام آنے والے ہیں۔ اگر اس نے دنیا میں ہی یہ اعمال کر رکھے ہیں تو اس کو یہ خواہش کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اور اگر اس کے پاس اعمال صالح کا یہ زاد راہ نہیں ہوگا تو وہ دنیا میں آنے کی خواہش کرے گا، تاکہ یہاں سے زاد راہ لے کر جائے، لیکن یہ خواہش انسان اس وقت کرے گا، جب جال اس سے چھنا جا چکا ہوگا۔ اب اس سے کہا جائے گا کہ اب وقت گزر گیا، دنیا میں واپسی کی راہیں مسدود ہو چکیں۔ پھر انسان ہمیشہ ہمیشہ کی پشیمانی و ندامت اور حیرت و تعجب کا شکار ہو جائے گا کہ کاش میں اس جال کے چھن جانے سے پہلے پہلے اس جگہ کے لیے کوئی سامان تیار کر لیتا۔

« حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:  
اِغْتَبِمُ غَمًّا قَبْلَ غَمِّسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ. وَ صِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَ غِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَ قَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَ حَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ»<sup>(۲)</sup>

”پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو: جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو مرض سے پہلے، تو نگری کو کھنر سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے!“

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا سے کٹ کر زندگی گزار لی جائے، جنگلوں کی راہ لی جائے اور درویشی

اور رہبانیت اختیار کر لی جائے۔ مسلمان کو جنت میں جانے کے لیے تو دنیا سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ شادی کرنی پڑتی ہے، بچوں کو پالنا پڑتا ہے۔ ان کے منہ میں رزقِ حلال کا کرڈالنا ہی پڑتا ہے۔ بلکہ اس حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اس قدر منہمک نہ ہو جاؤ کہ آخرت اور جنت و دوزخ کا خیال ہی دل سے نکل جائے، عبادات میں کوتاہی ہو۔ یادِ خدا سے غفلت ہو، اور آدمی رزقِ حرام کا خوگر ہو جائے۔ حلال و حرام کے احساس سے بے نیاز ہو جائے۔

اس حدیث کی مزید تشریح کے لیے دیکھیے حدیث ۳۱ کی تشریح۔»

### فقہ الحدیث

- ۱- دنیا عارضی ہے، مومن یہاں ابدی زندگی کا سامان بنانے میں نہ لگا رہے۔
- ۲- جس طرح کوئی سڑک پار کرنے والا نہایت مختصر وقت کے لیے سڑک پر رہتا ہے، ایک مسلمان کو بھی اسی احساس کے ساتھ زندگی گزارنی چاہیے۔
- ۳- موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں، لہذا مسلمان کو موت کے لیے ہر لمحہ تیاری میں رہنا چاہیے۔
- ۴- موت کے بعد بے عمل انسان کے لیے کچھ تاوے کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔
- ۵- یہ زندگی مہلتِ عمل ہے، لیکن یہ مہلت ناگہانی طور پر ختم ہو سکتی ہے۔
- ۶- مہلت کے ان لمحات کو غنیمت جانتے ہوئے، زیادہ سے زیادہ عمل کرنا چاہیے۔
- ۷- تندرستی کے ایام میں، زیادہ نیک اعمال کر لیے جائیں تاکہ بیماری میں افسوس نہ ہو کہ دل تو چاہتا ہے لیکن صحت اجازت نہیں دیتی۔ جوانی کے ایام میں، زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کر لیے جائیں تاکہ بڑھاپے کی ناتوانی میں افسوس نہ ہو کہ اب دل تو اللہ کی طرف مائل ہے لیکن قویٰ اجازت نہیں دیتے۔ قوت و طاقت کے ایام میں بڑھاپے اور عاجزی کی عمر کے لیے اعمال انجام دے لینے چاہئیں۔
- ۸- صلاحیتوں کا کمزور ہونے سے پہلے پہلے بھرپور استعمال کیا جائے۔
- ۹- جو کام صحت اور تندرستی میں ہو سکتا ہے، بیماری میں نہیں ہو سکتا۔ بیماری تو بے بسی اور عاجزی کا نام ہے۔
- ۱۰- فرصت و فراغت کے لمحات میسر ہوں تو ان سے فائدہ اٹھا کر اچھے عمل کا گوشہ جمع کر لینا چاہیے نہ معلوم مستقبل میں مصروفیت کا ایسا وقت شروع ہو کہ بہت زیادہ عمل کرنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔

- ۱۱- مال و دولت موجود ہو تو اس سے بھی آخرت کے لیے نیک کام انجام دے لیے جائیں نہ معلوم یہ کب چھن جائے اور انسان فقرو تک دہتی سے دوچار ہو جائے۔
- ۱۲- اقتدار و سلطنت کی قوت اختیار میسر ہو تو اس کو بھی اپنی آخرت کے لیے معاون و مددگار بنا لیا جائے نہ معلوم یہ بھی کب چھن جائے اور پھر کسی کام کو کرنے کی ایسی طاقت اور وسائل نہ رہیں، جو اس وقت ہیں۔
- ۱۳- مسلمان کو اپنے اوقات کی تقسیم و تنظیم کرنی چاہیے۔ اس حدیث میں اوقات کی تنظیم کا درس موجود ہے۔





الحديث الحادى والاربعون

عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ:  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ  
تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ."

حَدِيثٌ صَحِيحٌ، رَوَيْنَاهُ فِي كِتَابِ الْحُجَّةِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ

## ایمانِ اتباعِ رسول ﷺ سے مشروط ہے

عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْقَاصِمِ قَالَ:

”ابو محمد عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ  
هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ“

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں  
ہو سکتا، جب تک اپنی خواہش کو میرے  
لائے ہوئے دین کے تابع نہ کر دے“

(حدیث صحیح، روایت فی کتاب الخبجة بإسناد صحیح)

(صحیح حدیث ہے اسے ہم نے کتاب الحجج میں صحیح سند کے  
ساتھ روایت کیا ہے)

### تفہیم الفاظ

لا يُؤْمِنُ :	نہیں مومن ہو سکتا، صاحبِ ایمان نہیں ہو سکتا
أَحَدُكُمْ :	تم میں سے کوئی
حَتَّىٰ :	جب تک
يَكُونَ :	ہو جائے
هَوَاهُ :	اس کی خواہش نفس
تَبَعًا :	تابع/ پیروی میں

لَمَّا : اس چیز کی  
جَعْتُ : میں لایا ہوں  
بِهِ : جس کو

### شرح الحدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے اعمال کو کتاب و سنت کی روشنی میں انجام دے، اپنی خواہشات کے پیچھے نہ چلے، بلکہ جو طریقہ دوین رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے اس کا اتباع کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مانند ہے کہ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُمِئِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ، وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُبِينًا (الاحزاب: ۳۶) ”کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے تو وہ یقیناً صریح گمراہی میں پڑ گیا۔“

« دوسری جگہ فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَزَجًا مِمَّا قُضِيَتْ وَ يَسْلِمُوا تَسْلِيمًا [النساء: ۶۵]

”[اے محمد] تمہارے رب کی قسم! یہ کبھی مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی معاملات میں تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو، اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں، بلکہ سربس تسلیم کریں۔“

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا داعیہ ہوتا ہے کہ ایک مسلمان اطاعت و اتباع رسول ﷺ کے مقابلے میں مال و دولت، جسم و جان، اولاد و اخوان اور آباء و اجداد کو بیچ بھگتا ہے اور ان سب چیزوں پر اللہ و رسول کو مقدم ٹھہراتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ وَ وَلَدِهِ وَ أَهْلِهِ وَ النَّاسِ أَجْمَعِينَ (۱)

(۱) صحیح بخاری کتاب الایمان، باب حب الرسول ﷺ من الایمان ۱۴، مسلم ۴۴ (اس میں من نفسه کے الفاظ نہیں)

”تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا، جب تک میں اس کی، جان اس کی اولاد، اس کے اہل اور تمام لوگوں سے زیادہ اسے محبوب نہ ہو جاؤں۔“

بخاری و مسلم کی ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ: اَنْ يَكُوْنَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلُهُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَ اَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ اِلَّا لِلّٰهِ، وَ اَنْ يَكُوْرَةَ اَنْ يَرْجِعَ اِلَى الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكُوْرَةَ اَنْ يَلْقَى فِي النَّارِ. (۲)

”تین [صفات] جس شخص میں بھی ہوں، اس نے ایمان کی حلاوت پائی: ۱- یہ کہ اللہ اور اس کا رسول باقی ہر چیز سے زیادہ اسے محبوب ہو۔ ۲- یہ کہ وہ کسی آدمی سے محبت کرے تو یہ محض اللہ کی خاطر ہو۔ ۳- یہ کہ وہ جس طرح آگ میں ڈالا جانا ناپسند کرتا ہے، اسی طرح کفر میں پلٹ جانے کو ناپسند کرے، کیونکہ اللہ نے اس سے اسے نکال دیا ہے۔“

قرآن اور سنت دونوں سے ثابت ہوا کہ اللہ و رسول کے مقابلے میں نہ تو کسی کا کوئی حکم چل سکتا ہے اور نہ کوئی اپنی خواہش نفس کی پیروی کر سکتا ہے۔ اِتِّجَاعِ رَسُوْلٍ کی اہمیت کے سلسلے کا ایک واقعہ ابراہیم بن محمد کوئی بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: میں نے مکہ میں امام شافعی کو فتویٰ دیتے دیکھا۔ امام اسحاق بن راہویہ اور امام احمد بن حنبل بھی اس وقت شہر میں موجود تھے۔ امام احمد نے امام اسحاق بن راہویہ سے کہا: آؤ میں تمہیں ایک ایسا آدمی دکھاؤں کہ تمہاری آنکھ نے اس جیسا آدمی نہ دیکھا ہوگا۔ امام اسحاق نے تعجب کی کیفیت میں پوچھا: میری آنکھ نے اس جیسا آدمی نہیں دیکھا؟ امام احمد نے جواب دیا: ہاں، نہیں دیکھا۔ اس کے بعد امام احمد نے امام اسحاق کو ساتھ لیا اور امام شافعی کی خدمت میں آگئے اور انہیں ساری کہانی سنا دی۔ اب اسحاق بن راہویہ امام شافعی کے قریب ہوئے اور ان سے مکہ کے مکانات کے کرایہ کی شرمی حیثیت کے بارے میں پوچھا۔ امام شافعی نے جواب دیا: ہمارے نزدیک تو یہ جائز ہے (یعنی کرایہ لینا جائز ہے) کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ مِّنْ دَارٍ؟ ”کیا (بنو) عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان چھوڑا ہے؟“

امام اسحاق امام شافعی کا جواب سن کر کہنے لگے: ہمیں یزید بن ہارون نے ہشام کے واسطے سے حسن کا موقف

(۲) صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من کره ان يعود فی الکفر کما یکره ان یلقى فی النار من الایمان

بتایا ہے کہ ان کی رائے یہ نہیں تھی۔ عطا اور طاؤس بھی یہ رائے نہ رکھتے تھے۔

امام شافعیؒ نے کہا: تم وہ شخص ہو، جس کے بارے میں اہل خراسان کا خیال ہے کہ تم ان کے فقیہ ہو؟ اسحاقؒ نے کہا: ہاں اہل خراسان کا خیال یہی ہے۔ امام شافعیؒ نے کہا: اگر تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو میں اس کے کان کھنچوا دیتا۔ میں کہہ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ عطا، طاؤس، حسن اور ابراہیم کی رائے یہ نہیں ہے۔ کیا رسول ﷺ کے مقابلے میں کوئی شخص حجت بن سکتا ہے؟

پھر امام شافعیؒ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ (الحشر: ۸)

اس آیت میں گمروں (مکانوں) کو، ہم ان کے مالکوں کی طرف منسوب کریں گے یا غیر مالکوں کی طرف؟ اسحاقؒ نے کہا۔ گمروں کی نسبت تو ہم مالکوں کی طرف ہی کریں گے۔ امام شافعیؒ نے کہا: تو پھر اللہ تعالیٰ کا قول ہی سب سے سچا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ مِنْهُمْ فَخُصَّ أَبُو سُفْيَانَ كَمْ فِي دَاخِلٍ هُوَ جَاءَ، وَهِيَ مَحْفُوظَةٌ هُوَ كَمْ فِي دَارِ الْحَجَلِيِّينَ كُوْخِرِيْدَاتُهَا۔ امام شافعیؒ نے اس وقت متعدد صحابہ کا بھی ذکر کیا۔

امام اسحاقؒ نے پوچھا: نَسَوَاءِ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ؟ ”کیا اس حکم میں مقامی باشندے اور باہر سے آنے والے سب برابر ہیں؟“

امام شافعیؒ نے جواب دیا: اس آیت سے مراد خاص طور پر مسجد حرام ہے اور وہ جگہ جو کعبہ کے ارد گرد ہے۔ اگر بات ایسے ہی ہوتی، جیسے تمہارا خیال ہے پھر تو کے میں کسی کے لیے گمشدہ چیز کا اعلان کرنا جائز نہ ہوتا اور شہر میں اونٹ رکھے جاسکتے نہ گوبر وہاں پھینکنا جائز ہوتا۔ یہ حکم تو خاص مسجد حرام کے لیے ہے۔ امام شافعیؒ کا یہ جواب سن کر امام اسحاقؒ خاموش ہو گئے اور مزید کوئی بات نہ کی۔“

اس واقعہ میں جو کتبہ اہم ہے وہ امام شافعیؒ کا یہ قول ہے کہ ”میں کہہ رہا ہوں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اور تم کہہ رہے ہو عطا، طاؤس، ابراہیم اور حسن کی رائے یہ نہیں ہے، کیا رسول ﷺ کے مقابلے میں کسی شخص کو حجت مانا جاسکتا ہے؟“

۴۴ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و سنت کے احکام پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ انسان کی اپنی خواہشات ہوتی ہیں، جس کو حدیث میں ہوا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہوا اے نفس

شریعت محمدی ﷺ کی تابع ہو جائے تو وہ سچا مومن ہو جاتا ہے۔ ہوا نئے نفس اگر شریعت محمدی ﷺ کے خلاف عمل کرنے پر انسان کو مجبور کر دے تو پھر ایسا شخص سچا صاحب ایمان باقی نہیں رہتا۔ ▶

### فقہ الحدیث

- ۱- ایمان کے معتبر ہونے کی شرط اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار ایمان سے اخراج کے مترادف ہے۔
- ۲- انتہائی نفس کی کیفیت میں اتباع مقبول نہیں۔ دل کی خوشی اور رضامندی کے ساتھ یہ عمل مطلوب ہے۔
- ۳- اتباع و اطاعت رسول ﷺ کا حق تب ادا ہوگا، جب مومن اپنے نفس، اولاد اور دیگر تمام لوگوں کو اللہ و رسول ﷺ کے سامنے بیچ سمجھے۔
- ۴- اطاعت رسول ﷺ میں ذاتی منشا و مرضی نہیں چل سکتی۔
- ۵- رسول اللہ ﷺ کے قول کے مقابلے میں، ہر انسان کی بات ناقابل عمل ہے۔
- ۶- اللہ و رسول ﷺ کے اتباع و اطاعت کا عمل ان سے محبت کا حقیقی معیار ہے۔
- ۷- جو شخص اللہ و رسول کی اطاعت سے انکار کرے، وہ بدترین گمراہی میں مبتلا ہوگا۔
- ۸- اتباع رسول ﷺ عبادات، معاملات، اخلاق، کردار غرض ہر عمل میں فرض ہے۔
- ۹- اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ انسان کی اپنی خواہشات نفس ہوتی ہیں۔





الحديث الثاني والأربعون

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:

”سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ”قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: يَا ابْنَ  
 آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا  
 كَانَ مِنْكَ وَلَا أُبَالِي، يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ  
 عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ، يَا ابْنَ آدَمَ  
 إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا  
 تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتَكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً“

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

## اجتنابِ شرکِ مغفرت کو لازم کرتا ہے

”حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

”سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ:

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابنِ آدم! جب

”قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ

تک تو مجھے پکارتا رہے اور مجھ سے امید

إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي

لگائے رہے،

میں تیرے سارے گناہ معاف کرتا رہوں گا۔

غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ مِنْكَ

یہ میرے لیے کوئی مشکل نہیں۔

وَلَا أُبَالِي،

اے ابنِ آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کے

يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ

بادلوں تک پہنچ جائیں، پھر تو (نادم ہو کر)

عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي

مجھ سے مغفرت طلب کرے

تب بھی میں تجھے معاف کر سکتا ہوں۔

غَفَرْتُ لَكَ،

يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوُ اتَّيْتَنِي  
بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطِيئًا  
ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا  
لَأَتِيَنَّكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةٌ

اے ابن آدم! اگر تو زمین کے برابر گناہ کر  
بیٹھے  
اور پھر اس حال میں میرے سامنے آئے کہ  
میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرتا ہو  
تب بھی میں تجھے زمین ہی کے برابر مغفرت  
عطا کر سکتا ہوں۔“

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ) [اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے]

### تفہیم الفاظ

مَا : ما کو مائے ظرفیہ کہتے ہیں۔  
دَعَوْتِنِي : تو پکارتا رہے مجھے  
رَجَوْتِنِي : تو امید لگاتا رہے مجھ سے  
عَفَرْتُ لَكَ : میں بخش دوں گا تیرے لیے  
مَا كَانَ مِنْكَ : جو کچھ تجھ سے ہوا ہے  
لَا أُبَالِي : نہیں کوئی پروا مجھے  
عَنَانَ السَّمَاءِ : آسمان کے بادل۔ مراد آسمان کی بلندی اور بڑے بڑے گناہوں کی کثرت ہے۔  
اسْتَغْفَرْتَنِي : تو بخشش طلب کرے مجھ سے / تو معافی مانگے مجھ سے  
أَتَيْتَنِي : تو لائے۔ جب اس کے بعد پ آجائے تو معنی ”لانا“ کیے جائیں گے۔ بصورت دیگر  
”آنا“، آگے قراب کے ساتھ پ آئی ہے، جس کی وجہ سے اس کا معنی ”لانا“ کیے گئے  
ہیں۔

قُرَابِ الْأَرْضِ: زمین کا بھراؤ/ زمین کی وسعت جتنا  
 عَطَايَا: حَطًّا کی جمع، گناہ/ خطائیں/ الغرضیں  
 لَقِيْتِي: تو مجھے ملے/ تو مجھ سے ملاقات کرے/ تو میرے پاس آجائے۔  
 لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا: اس حال میں کہ تو میرے ساتھ ذرہ برابر شرک نہ کرتا ہو۔  
 لَا تَيْتُكَ: میں ضرور لاؤں گا تیرے پاس

### شرح الحديث

یہ حدیث قدسی ہے: حدیث قدسی اس حدیث کو کہتے ہیں، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بات کو اللہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے واحد متکلم کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔

### اللہ کے عفو و رحمت کی وسعتیں

« اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے عفو و رحمت کی وسعتوں کا بیان ہے اللہ تعالیٰ نے مثال دے کر بیان کیا ہے کہ اگر بندہ زمین سے لے کر آسمان کی بلندیوں تک بے شمار گناہ کر لے یا زمین کے وجود کے برابر گناہوں کا ارتکاب کر لے اور پھر میرے در پر آ کر اپنی جبین نیاز جھکا دے، مجھ سے میرے عفو و رحمت کی درخواست کرے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگے تو میں اس کو اس کے گناہوں کے برابر مغفرت دے سکتا ہوں۔ میرے لیے یہ کوئی مشکل نہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ انسان نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔ قرآن حکیم میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ اٰمَنُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ [الزمر: ۵۳]

” (اے نبی ﷺ) کہہ دو کہ اے میرے بندو، جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ تو عفو و رحیم ہے۔“

سب گناہ معاف ہو سکتے ہیں مگر شرک نہیں

قرآن وحدیث سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ انسان نے زمین و آسمان جتنے گناہ ہی کیوں نہ کر لیے لیکن جب

اللہ کی طرف رجوع کر کے اس سے معافی طلب کرتا ہے تو اللہ اس کو معاف کر دیتا ہے۔ ہاں ایک گناہ ایسا ہے کہ اللہ نے اس گناہ کو نہ بخشے کی وعید سنائی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک ٹھہرانا ہے یعنی شرک کا گناہ ناقابلِ معافی ہے۔ فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ [النساء: ۴۸]

”اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوائے دوسرے جس قدر گناہ ہیں، وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔“ ▶▶

### اللہ سے مغفرت طلب کرو اسے غفور و رحیم پاؤ گے

عنان السماء ”آسمان کے بادلوں“ سے مراد آسمان کی وہ بلندی ہے جہاں تک انسان کی نظر جاسکتی ہے اور گناہوں کے یہاں تک پہنچ جانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے بڑے بڑے اور چھوٹے چھوٹے گناہ بہت زیادہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ”پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے معاف کر دوں گا“ قرآن حکیم کی اس آیت کی مانند ہے کہ: وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا (النساء: ۱۱۰) ”اور جو شخص برے اعمال کرے یا اپنے ہی اوپر ظلم کر بیٹھے پھر اللہ سے معافی کا طلب گار ہو تو وہ اللہ کو معاف کرنے والا، رحم فرمانے والا پائے گا۔“

استغفار و معافی کی شرط یہ ہے کہ انسان توبہ بھی کرنے ”آئندہ یہ گناہ نہ کروں گا“۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَأَنْ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ (ہود: ۳) ”اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف رجوع کیے رکھو۔“

دوسرے مقام پر فرمایا: وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (النور: ۳۱) ”اور سب مل کر اللہ کی طرف رجوع کرو اے مومنو! یقیناً تم فلاح پاؤ گے۔“

### استغفار کے مواقع اور صورتیں

استغفار کا معنی مغفرت طلب کرنا ہے اور استغفار گناہوں پر طلب کی جاتی ہے یہ گناہ گاروں کی استغفار ہے۔ اور شکر الہی ادا کرنے میں کسی کمی کوتاہی پر بھی اللہ سے معافی مانگی جاتی ہے یہ اولیاء و صالحین کی استغفار ہے۔ استغفار مذکورہ صورتوں کے علاوہ بھی ہو سکتی ہے یعنی کوئی گناہ نہ بھی کیا ہو اور شکر الہی میں کوئی کوتاہی بھی نہ

ہوئی ہو پھر بھی استغفار کی جائے۔ اس کا نام شکر ہے اور یہی شکر رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء و رسل کا استغفار ہے۔

### سید الاستغفار

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے:

اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَىٰ عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا  
اسْتَطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ. أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوءُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي  
فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ. (۱)

”اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے۔ تیرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں اپنی حیثیت کے مطابق تیرا ہی بندہ ہوں اور تیرے ہی عہد و وعدے پر قائم ہوں۔ میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں تیرے اس شر سے جو تو نے پیدا کیا ہے۔ میں اپنے اور پر تیری نعمتوں کا معترف بھی ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف بھی کرتا ہوں لہذا تو میرے گناہ معاف کر دے کیونکہ گناہوں کو معاف کرنے والا تیرے سوا کوئی نہیں۔“

### رسول ﷺ کی صدیق کو نصیحت

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ جناب ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایسی دعا سکھا دیجیے جو میں نماز میں پڑھا کروں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کہا کرو:

اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ  
عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (۲)

”اے اللہ! میں نے اپنے اوپر بہت زیادہ ظلم (گناہ) کیے ہیں اور تیرے سوا گناہوں کو معاف کرنے والا کوئی نہیں لہذا مجھے اپنی معافی اور رحمت میں ڈھانپ لے، کیونکہ تو معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔“

(۱) ترمذی، کتاب الدعوات، باب من دعاء سید الاستغفار ۳۳۹۳، ابوداؤد ۵۰۷۰،

(۲) صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الدعاء قبل السلام ..... ۸۳۳، صحیح مسلم ۲۷۰۵

## فقہ الحدیث

- ۱- اجتنابِ شرک مغفرت کو لازم کرتا ہے۔
- ۲- اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔
- ۳- اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دے گا بشرطیکہ ان گناہوں میں شرک شامل نہ ہو۔
- ۴- انسان کے گناہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں اللہ تعالیٰ کے لیے ان پر انسان کو معافی دینا کوئی مشکل امر نہیں۔
- ۵- استغفار سے کسی انسان کو بے نیاز نہیں رہنا چاہیے۔
- ۶- استغفار کی کئی صورتیں ہیں:
  - (۱) گناہگاروں کی استغفار
  - (۲) اولیاء و صالحین کی استغفار
  - (۳) انبیاء و رسل کی استغفار
- ۷- انسان کے تمام گناہوں کی بخشش ہو جانا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے عظیم ہونے کی دلیل ہے۔
- ۸- علماء و خطباء کو چاہیے کہ وہ عامۃ الناس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے فائدہ اٹھانے کے لیے رغبت و شوق دلائیں۔
- ۹- انسان کو انسانوں کے در پر چھکنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے کا درس دیں، کیونکہ گناہوں پر معافی دینے کا اختیار تو اس کے پاس ہے انسانوں کے پاس نہیں۔
- ۱۰- انسان کی نجات کا دار و مدار صحیح عقیدہ، توحید اور آخری اعمالِ صالحہ پر ہے۔
- ۱۱- خالص توبہ کر کے آدمی استغفار کرتا رہے اور اللہ سے معافی بھی طلب کرتا رہے اور بساطِ بھرتیک اعمال کرتے ہوئے مرجائے، جب کہ وہ سچا موجد بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ایسے شخص کو اپنے دامن میں سمیٹ لے گی۔



جو سب سے پہلے کلامِ ربی وہ میرے آقا کی زندگی ہے  
قرآن مجید کی روشنی میں سیرتِ رسول اور حیاتِ رسول پر ایک منفرد، محققانہ اور مدلل کاوش

## حیاتِ رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف: خالد مسعودؒ تلمیذ: مولانا امین احسن اصلاحیؒ

قرآن میں منصب رسالت کے تقاضوں اور پیغمبرؐ کی سرگزشتِ انداز کی پیروی میں لکھی گئی حیات و سیرت رسول  
مصنف کا دعویٰ ہے کہ ”قارئین اس کتاب کو ہر اعتبار سے سیرت کی دوسری کتابوں سے مختلف پائیں گے“

صفحات: 600 بڑا سائز: 8/20x30 مضبوط اور خوبصورت جلد قیمت: 375 روپے

## اسلامی فقہ پر علامہ ابن رشد کی شہرہ آفاق کتاب

### بداية المجتهد ونهاية المقتصد

﴿ مجتہدین کی بنیادی اور طلبہ کی آخری کتاب ﴾

- ❖ دورِ قدیم میں طرزِ جدید پر لکھی جانے والی فقہ کی پہلی کتاب۔
- ❖ تمام مکاتبِ فکر کی آراء کو قرآن و سنت اور عقلِ عامہ سے استدلال کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔
- ❖ نہایت مختصر مگر پوری جامعیت کے ساتھ فقہی مسائل کے درج ذیل تمام پہلوؤں کو سمیٹتی ہے:
- مسئلہ کی نوعیت — نصوص — استدلال — امت کا اجماع — فقہاء کے اختلافات و اتفاقات
- نصوص کے معنوی احتمالات — نصوص کی صحت اور ضعف — اور ان پر صاحبِ تصنیف کا اپنا فیصلہ

اساتذہ و طلبہ اور عام قارئین کے لیے انمول کتاب

صفحات: 1240 مضبوط، خوبصورت جلد قیمت: 700 روپے

## دارالتذکرہ

رحمن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور۔ 54000 فون: 042-7231119 موبائل: 0321-4207122

ویب سائٹ: www.dar-ut-tazkeer.com ای میل: info@dar-ut-tazkeer.com